عمران سیریز

ٹاپ راک

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز
پاک گیٹ
ملتان نمبر

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچوئیشنز قطعی فرضی ہیں. کسی قسم کی جُزوی یا کُلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کیلئے پبلشرز، مصنف، پرنٹرز قطعی ذمہ دار نہیں ہونگے

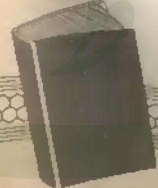
ناشران ـــــ اشرف قریشی

ــــــــ یوسف قریشی

پرنٹر ـــــــ محمد یونس

طابع ـــــــ ندیم یونس پرنٹرز لاہور

قیمت ـــ [redacted] روپے



چند باتیں

محترم قارئین!

ایک خصوصی ناول "ٹاپ راک" آپ کے ہاتھوں میں ہے. آپ نے یقیناً اس سے قبل میری لکھی ہوئی دو کتب "ناقابل تسخیر مجرم" اور "موت کا رقص" ضرور پڑھی ہوں گی ان میں عمران اور اس کے ساتھیوں نے اسرائیل جاکر ہولناک تباہی کا ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ جاری کیا تھا اور اسرائیل کو ایسی کاری ضربات لگائی تھیں کہ وہ اپنے زخم چاٹنے کے بھی قابل نہ رہا تھا اور پھر اسرائیل نے اس کا انتقام لینے کے لئے اپنے منجھے ہوئے سیکرٹ ایجنٹوں پر مشتمل خوفناک تنظیم ٹاپ راک کو جوابی کارروائی کے لئے پاکیشیا بھیج دیا.

ٹاپ راک کے مشن میں صرف دہشت انگیز کارروائیاں ہی شامل نہ تھیں بلکہ وہ ایک ایسا منصوبہ لے کر آئی تھی جس کی کامیابی کے بعد پاکیشیا کو خوفناک ترین تباہی کا سامنا کرنا پڑتا.

ٹاپ راک نے عمران کے ملک میں پہنچ کر جیسے ہی اپنی کارروائیاں شروع کیں، پاکیشیا کا دارالحکومت خوفناک تباہی کی زد میں آتا چلا گیا۔ ڈیم ـــ بجلی گھر۔ سپلائی ڈپو کاغذ کے پرزوں کی طرح بکھرتے چلے گئے۔ حکومت بوکھلا گئی ایکسٹو پریشان ہوگیا۔ لیکن ٹاپ راک کے منجھے ہوئے ایجنٹ اپنے پیچھے کوئی کلیو نہ چھوڑتے تھے۔ اس لئے عمران اور اس کے ساتھی اندھیروں میں سر ٹکراتے رہ گئے اور پھر ٹاپ راک نے اپنے اصل منصوبے پر عمل کرنا شروع کر دیا. انتہائی خوفناک اور تباہ کن منصوبہ ـــــ اور وہ اپنے منصوبے میں اس حد

تک کامیاب ہو گئے کہ صرف انگلی کی دو ضربوں کی کسر باقی رہ گئی اور پھر عمران کی موجودگی میں ہی یہ ضربیں بھی لگا دی گئیں ——— تو کیا عمران بے بسی سے اپنے ہی ملک کی تباہی کا تماشہ دیکھتا رہا ——— ؟ کیا ٹاپ راک واقعی اپنا انتقام لینے میں کامیاب ہو گئی ——— ؟ اس سوال کے جواب کے لئے تو ظاہر ہے آپ کو کتاب پڑھنی ہو گی۔ البتہ میں اتنا ضرور کہوں گا کہ ٹاپ راک ایک ایسی کہانی ہے جو آپ کی رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کو پارے میں بدل دے گی۔ ایک ایسی کہانی جس میں سسپنس اور ایکشن اپنے پورے عروج پر ہے۔ عمران کی زندگی کا ایک انوکھا اور منفرد کارنامہ کہ جس میں عمران کو پہلی بار مایوسی اور بے بسی کے احساس نے جکڑ لیا۔ لیکن کیا عمران واقعی بے بس ہو گیا تھا؟ آپ کی آراء کا انتظار رہے گا۔

والسّلام

مظہر کلیم ایم اے

عمران نے کار پورچ میں روکی اور ابھی وہ کار کو لاک کر ہی رہا تھا کہ کار کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔

”اب باہر بھی آ جایئے شہزادہ عالم“ ——— ثریا کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”شہزادہ عالم! ——— کہاں ہے ——— کدھر ہے ——— ارے غضب ہو گیا ——— وہ اڑ گیا ——— او ہو اب کیا ہو گا“ ——— عمران نے بڑے پریشان لہجے میں ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اُسے سخت مایوسی اور افسوس ہو رہا ہو۔ اور پھر برآمدے میں جیسے مترنم ہنسی کا طوفان سا آ گیا۔

”ہائیں ——— یہ کورس ہنسی کا ریکارڈ کہاں بج رہا ہے“ ——— ؟ عمران نے حیرت سے اچھلتے ہوئے کہا۔

”آپ باہر بھی نکلیں ——— میری فرینڈز دیکھنا چاہتی ہیں“ ——— ثریا

نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"دیکھنا چاہتی ہیں ـــ مگر وہ تو اُڑ گیا ـــ اب کیا ہوگا" ـــ؟ عمران نے پریشان لہجے میں کہا۔

"کون اُڑ گیا" ـــ؟ ثریا بھی حیران ہو رہی تھی۔

"ارے وہی شہزادہ عالم ـــ قسمت کا حال بتانے والا طوطا۔ اسی کا پوچھ رہی تھی نا تم" ـــ عمران نے مایوسی سے کہا۔

"میں آپ کو کہہ رہی تھی شہزادہ عالم ـــ بس اب زیادہ نہ اترائیے اور باہر آجائیے" ـــ ثریا نے اس کا بازو پکڑ کر باہر کھینچتے ہوئے کہا اور عمران یوں باہر آیا جیسے بادل نخواستہ ایسا کر رہا ہو۔ اور پھر اس کی نظریں جیسے ہی برآمدے میں پڑیں وہ چونک کر سیدھا ہو گیا۔ اس نے جلدی سے اپنی ٹائی کی ناٹ سیدھی کرنا چاہی۔ مگر بوکھلاہٹ میں اُسے اور ٹیڑھا کر دیا۔

"بھئی فرینڈز! ـــ یہ ہے میرا اکلوتا بھائی علی عمران ـــ بولو کیسا ہے" ـــ ثریا نے عمران کا بازو پکڑ کر برآمدے میں کھڑی ہوئی چار لڑکیوں سے کہا۔ جیسے وہ باقاعدہ بولی دے رہی ہو۔

"اس کی ٹانگیں چھوٹی ہیں ـــ بیچارہ ٹھنگنا لگ رہا ہے" ـــ ایک لڑکی نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور برآمدہ کھی کھی کی آوازوں سے گونج اٹھا۔

"اور آنکھیں تو دیکھو ـــ جیسے بٹن ہوں ـــ تنگ نظر شاید اسی کو کہتے ہوں گے" ـــ ایک دوسری لڑکی نے کہا اور برآمدہ کی چھت جیسے قہقہوں کے نیچے ابھرنے والے طوفان نے اڑا دی ہو۔

"اور ناک دیکھو ـــ جیسے کوا منڈیر پر بیٹھا ہو" ـــ ایک اور لڑکی نے فقرہ چُست کیا۔

"نہ بھئی نہ ـــ اس بیچارے کو کچھ نہ کہو ـــ آخر یہ ثریا کا بھائی ہے ـــ مگر شاید اللہ تعالیٰ نے اسے ٹھیکے پر بنوایا ہے" ـــ پانچویں نے پچکارتے ہوئے کہا۔ اور قہقہوں کا طوفان ایک بار پھر پھٹ پڑا۔

ثریا رُوہانسی سی ہو گئی تھی۔ جب کہ عمران یوں اکڑا کھڑا تھا جیسے کلف لگا ہوا کُرتہ کھونٹی سے ٹنگا ہوا ہو۔

"ہونہہ ـــ جل ککڑیاں حسد کے مارے جل گئیں ناں ـــ میرا بھائی تو شہزادہ ہے شہزادہ" ـــ ثریا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"شہزادہ! ـــ اگر یہ سچ مچ کا شہزادہ ہے تو پھر بھوتوں کا شہزادہ ہوگا ثریا" ـــ ان میں سے ایک نے کہا اور ایک بار پھر قہقہے اُمڈ پڑے۔

"ارے یہ کیا بدتمیزی ہے ـــ کیوں باہر کھڑی قہقہے لگا رہی ہو۔ اندر نہیں بیٹھا جاتا" ـــ اچانک برآمدے کے کونے والے دروازے سے عمران کی والدہ کی آواز سنائی دی اور وہ سب بے اختیار سہم کر گیلری میں دوڑ گئیں۔

"امی! ـــ عمران آیا ہے" ـــ ثریا نے وہیں کھڑے کھڑے ہانک لگائی۔

"عمران آیا ہے ـــ کہاں ہے کم بخت ـــ باہر کیوں کھڑا ہے" ـــ عمران کی والدہ کی تیز آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے وہ برآمدے میں آگئیں۔ عمران اسی طرح اکڑا کھڑا تھا۔

"ارے کیا ہوا میرے بیٹے کو ۔۔۔ کیا ہوا" ۔۔۔؟ عمران کی والدہ نے عمران کو اس حالت میں دیکھتے ہی بوکھلا کر کہا اور پھر تیزی سے عمران کی طرف دوڑیں۔

"وہ ۔۔۔ وہ امی جان! ثریا کی سہیلیاں ۔۔۔ وہ مجھے کہہ رہی تھیں کہ تم بھوتوں کے شہزادے ہو ۔۔۔ سچ امی جان" ۔۔۔ عمران نے رودینے والے لہجے میں کہا۔

"ارے کیا کہہ رہے ہو ۔۔۔ ان کی یہ جرأت کہ میرے بیٹے کو بھوتوں کا شہزادہ کہیں ۔۔۔ ابھی جوتیوں سے کھوپڑی پلپلی کردوں گی۔ میرا بیٹا تو پرستان کا شہزادہ ہے پرستان کا" ۔۔۔ عمران کی والدہ نے قریب آتے ہوئے کہا اور عمران تیزی سے ان کے پیر چھونے کے لئے جھک گیا اور عمران کی والدہ نے آگے بڑھ کر اسے یوں گلے لگا لیا جیسے صدیوں کی بچھڑی ہوئی ماں کی اپنے گم شدہ بیٹے سے اچانک ملاقات ہوگئی ہو۔ ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ابل پڑے تھے۔

"تم عمران ۔۔۔ تم نے مجھے بہت دکھ دیا ہے ۔۔۔ تم مجھ سے ملنے ہی نہیں آتے ۔۔۔ کئی کئی مہینے ہوجاتے ہیں۔ تمہاری شکل کو ترستی رہتی ہوں" ۔۔۔ عمران کی والدہ نے گلوگیر لہجے میں کہا اور عمران کو یوں محسوس ہوا، جیسے وہ تپتے صحرا میں سے گزرتے ہوئے کسی نخلستان کی چھاؤں میں آگیا ہو۔ اس کی رگ رگ میں سکون کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔

"اب میں روز آیا کروں گا امی جان! ۔۔۔ وعدہ پکا وعدہ" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہونہہ ۔۔۔ میں نے دیکھ لئے ہیں تمہارے وعدے ۔۔۔ اب میں تیرا پکا انتظام کر رہی ہوں ۔۔۔ پھر دیکھوں گی تم کیسے نہیں آتے"۔ بیگم رحمان نے علیحدہ ہو کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں امی جان! ۔۔۔ پھر دیکھیں گے بھائی جان کیسے نہیں آتے" ۔۔۔ ثریا نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے کیا پروگرام بنایا ہے ۔۔۔ کیا میرے پیروں میں زنجیر باندھنی ہے" ۔۔۔؟ عمران نے آنکھیں گھماتے ہوئے پوچھا۔

"ایسی ویسی زنجیر ۔۔۔ تم بھی یاد کرو گے بہت آزاد پھرتے ہو اب تک" ۔۔۔ عمران کی والدہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر عمران کا بازو پکڑ کر اسے تقریباً گھسیٹتے ہوئے اندر لیتی چلی گئیں۔

"ارے کچھ مجھے بھی تو پتہ چلے" ۔۔۔ عمران نے ثریا کی طرف دیکھ کر آنکھیں نکالتے ہوئے کہا اور ثریا ہنستی ہوئی گیلری میں بھاگتی چلی گئی جدھر اس کی سہیلیاں گئی تھیں اور عمران اپنی والدہ کے ساتھ گھسٹتا ہوا بڑے کمرے میں پہنچ گیا۔

"واقعی سچ مچ کا شہزادہ ہے ۔۔۔ بھئی غضب کا بھائی ہے ثریا تمہارا" ۔۔۔ دوسرے کمرے سے ایک مترنم آواز سنائی دی۔

"وہاں تو تم اور کچھ کہہ رہی تھیں" ۔۔۔ ثریا کی روٹھی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ارے وہ تو ہم تمہیں چھیڑ رہی تھیں ۔۔۔ تم نے کہاں چھپا کے رکھا تھا اتنا سویٹ بھائی" ۔۔۔ دوسری آواز سنائی دی اور پھر ہلکے پھلکے قہقہے گونج اٹھے۔

"تم جلدی سے لباس بدل لو ـــــ غسل خانے میں ثریا نے رکھ دیا ہے" ـــــ عمران کی والدہ نے کمرے میں آ کر کہا۔

"لباس بدل لوں ـــ کیا مطلب ـــ لباس تو میرا صاف ہے امی جان" ـــــ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آ گیا عمران" ـــــ اچانک دروازے پر سر رحمان کی گونج دار آواز سنائی دی اور عمران بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"السلام علیکم قبلہ و کعبہ جناب والد گرامی" ـــــ عمران نے بوکھلا کر ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام ـــ جلدی سے لباس بدل لو ـــ مہمان آنے والے ہیں۔ جلدی کرو" ـــــ سر رحمان نے سخت لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے واپس مڑ گئے۔

"مہمان ـــ کیسے مہمان امی جان ـــــ آخر یہ کیا ہونے والا ہے؟" عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم لباس تو بدل لو ـــ پھر بتاتی ہوں جلدی کرو" ـــــ عمران کی والدہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اُسے غسل خانے کی طرف دھکیل کر وہ تیزی سے قدم اٹھاتی پچھلے دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئیں اور عمران حیرت سے آنکھیں گھماتا غسل خانے میں داخل ہو گیا۔ بات اس کے پلّے نہ پڑ رہی تھی۔ سارے گھر والوں کا رویّہ پُراسرار تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے انہوں نے اس کے خلاف کوئی سازش کر رکھی ہو۔ اور والدہ جو اُسے دیکھتے ہی جوتی ہاتھ میں پکڑ لیتی تھیں۔ آج ان کے چہرے پر بھی مسرتوں کے گلاب کھل رہے تھے۔

عمران جب غسل خانے میں داخل ہوا تو الماری میں ٹنگا ہوا لباس دیکھ کر وہ بوکھلا کر دروازے کی طرف پلٹا۔

"اے ارے کیا ہوا بھائی جان! ـــــ کیا کوئی سانپ نظر آ گیا ہے" ـــــ ثریا کی آواز سنائی دی۔

"ارے چڑیل! ـــــ سچ سچ بتاؤ یہ کیا ہو رہا ہے ـــــ؟ یہ زرتار اچکن اب میں پہنوں گا ـــــ یہ چکر کیا ہے" ـــــ عمران نے ثریا کی چوٹی پکڑتے ہوئے کہا۔

"بب ـــ بب ـــ بتاتی ہوں بھائی جان! ـــــ میرے بال تو چھوڑیں" ـــــ ثریا نے چیختے ہوئے کہا۔

"نہیں ـــ پہلے بتاؤ پھر چھوڑوں گا" ـــــ عمران نے چوٹی کو اور زیادہ بل دیتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے ـــ امی جان ـــ امی جان بچائیے" ـــــ ثریا نے بُری طرح چیخنا شروع کر دیا اور عمران نے بوکھلا کر اس کی چوٹی چھوڑ دی۔

"کیا ہوا ـــ کیا ہوا" ـــــ؟ اس کی والدہ کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"امی جان! ـــــ بھائی جان نے میرے بال خراب کر دیئے ہیں"۔ ثریا نے روہانسی سی شکل بناتے ہوئے کہا۔

"ارے تم نے ابھی تک لباس نہیں بدلا ـــــ جلدی کرو۔ ورنہ تیرا باپ آ گیا تو اودھم مچا دے گا" ـــــ عمران کی والدہ نے اُسے دوبارہ غسل خانے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

"مگر امی جان پہلے بتا دیتے تو سہی ——— آخر یہ کیا ہو رہا ہے" ——؟ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"بس تو لباس بدل کر آ ——— پھر بتاؤں گی جلدی کر جلدی" ——— عمران کی والدہ نے زبردستی عمران کو غسل خانے میں دھکیلا اور پھر باہر سے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی۔

"امی جان! ——— بھائی جان کو بتا دیجیے۔ ایسا نہ ہو کہ وقت پر بھاگ جائیں" ——— ثریا نے والدہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"خوامخواہ بھاگ جائے گا ——— جوتیوں سے کھوپڑی نہ پلپلی کر دوں گی" ——— عمران کی والدہ نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا اور ثریا ہنستی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

عمران اندر کھڑا غور سے اس لباس کو دیکھ رہا تھا۔ نفیس ململ کا سفید کرتا ——— تنگ پاجامہ ——— زرتار سنہری اچکن ——— سلیم شاہی جوتی ——— سر پہ پہننے کے لئے پشاوری کُلاہ ——— اور اسی لمحے اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا اور سہم کر رہ گیا۔ یہ لباس اور یہ گھر والوں کا پُراسرار رویہ ——— مسکراہٹ بھرا انداز ——— مہمان ——— اور ثریا کی سہیلیاں ——— کہیں اس کی شادی تو نہیں کی جا رہی ———؟ اور اس بات کے ذہن میں آتے ہی سچ مچ عمران کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اس نے مڑ کر زور زور سے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔

"کیا بات ہے ——— کیوں دروازہ پیٹ رہے ہو" ———؟ اچانک باہر سے سر رحمان کی غصیلی آواز سنائی دی۔

"اباجان ——— ششش ——— ششش شادی ——— شادی" ——— عمران نے اندر سے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"شادی ——— کس کی شادی" ——— سر رحمان کی حیرت بھری آواز سنائی دی اور ساتھ ہی انہوں نے چٹخنی کھول کر دروازے کو دھکیلا۔ دروازہ کھلتے ہی عمران نے جھکائی دے کر باہر بھاگنا چاہا۔ مگر سر رحمان نے جھپٹ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔

"کہاں جا رہے ہو احمق ——— اُلو" ——— سر رحمان نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ششش ——— شادی ——— اباجان شادی" ——— عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ کیا بک رہے ہو ——— کیسی شادی ——— جلدی سے لباس بدل لو ——— مہمان آنے والے ہیں ——— جلدی کرو" ——— سر رحمان نے عمران کو واپس غسل خانے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

"اباجان خدا کے لئے آپ کو دادی اماں کی رُوح کا واسطہ۔ مجھے بتا تو دیجیے کہ آخر میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے" ———؟ عمران نے بے اختیار جھک کر سر رحمان کے پاؤں پکڑتے ہوئے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"ارے تم تو بالکل بچے ہو ——— نادان بچے ——— بھئی تمہاری سالگرہ منائی جا رہی ہے اور بس" ——— سر رحمان نے اپنی طبیعت کے خلاف بے اختیار ہنس کر اُسے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"سالگرہ ——— شکر ہے خدا کا ——— شکریہ شکریہ" ——— عمران نے اچھلتے

ہوئے کہا اور دوسرے لمحے وہ سر رحمان کے گلے سے یوں لٹک گیا جیسے چھوٹے بچے باپ کے گلے سے لٹکتے ہیں۔

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو ___ ہٹو احمق" ___ سر رحمان نے اپنے آپ کو چھڑاتے ہوئے کہا اور عمران انہیں چھوڑ کر جیب لگا کر غسل خانے میں گھسا اور اس نے دروازہ بند کر لیا۔

سر رحمان ہنستے ہوئے واپس دروازے کی طرف مڑ گئے۔ دو روز قبل ثریا نے بتایا تھا کہ دو روز بعد عمران کی سالگرہ ہے اور عمران کی والدہ سر رحمان کے سر ہو گئیں کہ عمران کی سالگرہ دھوم دھام سے منائی جائے۔ پہلے تو سر رحمان نے حسب عادت ٹالنا چاہا۔ مگر جب عمران کی والدہ رونے لگ گئیں کہ ان کا ایک ہی بچہ ہے اور وہ آج تک اس کی ایک خوشی بھی نہیں دیکھ سکیں تو مجبوراً سر رحمان کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور پھر انہوں نے باقاعدہ سالگرہ منانے کا اعلان کر دیا اور ثریا نے والدہ اور والد کو منا لیا کہ عمران کو آخر وقت تک نہ بتایا جائے اور چپکے چپکے ساری تیاریاں کر کے اسے بلا لیا جائے۔ چنانچہ وہی ہوا۔

عمران کو اس سارے پروگرام کی ہوا تک نہ لگی اور ثریا بازار سے اس کا یہ زرتار لباس بھی خرید لائی۔ اپنی سہیلیوں کو بھی بلا لیا۔ اور ایک انتہائی خوبصورت کیک بھی آرڈر پر بنوا لیا۔ سر رحمان نے عزیزوں اور دوستوں کو وقت دے دیا کہ عمران کی سالگرہ پر پہنچ جائیں۔ اور ثریا نے ابھی اسے فلیٹ پر ٹیلیفون کیا تھا اور صرف اتنا ہی کہا تھا کہ وہ فوراً کوٹھی پر پہنچ جائے۔ اسے والدہ بلا رہی ہیں اور پھر عمران

نے ثریا سے مزید وضاحت مانگی۔ لیکن ثریا نے صرف اتنا کہہ کر فون بند کر دیا کہ اتنا وقت نہیں ہے۔ بس وہ فوراً ہی کوٹھی پہنچ جائے۔ اور عمران اپنے سارے پروگرام چھوڑ کر فوراً بھاگا چلا آیا تھا کہ نجانے کیا بات ہے جو اچانک اور فوراً بلایا گیا ہے۔

عمران جب لباس بدل کر غسل خانے سے باہر آیا تو وہ سچ مچ کا شہزادہ لگ رہا تھا۔ لباس سے اس کی وجاہت اور بانکپن اور بھی نکھر آیا تھا اور پھر والدہ۔ ثریا اور اس کی سہیلیوں نے اسے گھیر لیا۔ اس کی والدہ تو جیسے اس پر نچھاور ہو رہی تھیں اور ثریا کے تو قدم ہی زمین پر نہ ٹک رہے تھے۔

"تم لوگ بیٹھو ___ میں انتظامات دیکھ لوں۔ ابھی مہمان آتے ہی ہوں گے" ___ والدہ نے کہا اور ان کے جانے کے بعد تو ثریا کی سہیلیوں نے عمران پر تابڑ توڑ سوالات کرنے شروع کر دیئے

"آپ کیا کام کرتے ہیں" ___ ؟ ایک لڑکی نے پوچھا۔

"میں قسمت کا حال بتلانے والے طوطے پالتا ہوں ___ اور پھر انہیں نجومیوں کے ہاتھ بیچ دیتا ہوں" ___ عمران نے بڑے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مگر ثریا تو بتا رہی تھی کہ آپ جاسوس ہیں" ___ دوسری لڑکی نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا۔

"جاسوس ___ اسے توبہ توبہ ___ اس میں تو ٹھائیں ٹھائیں ہوتی ہے ___ میرے طوطے توپ تو چلاتے ہیں مگر ہلکی سی ٹھائیں اور بس" ___ عمران نے بدستور سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"حیرت ہے ـــــ آپ ایم۔ایس۔سی۔ڈی۔ایس۔سی ہونے کے باوجود یہ گھٹیا کام کرتے ہیں" ـــــ ایک لڑکی نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ارے اتنی ساری ڈگریاں ـــــ ہماری کہاں قسمت ـــــ میں نے تو سکول کا منہ تک نہیں دیکھا ـــــ یہ تو بس نام کو رعب دار بنانے کے لئے ساتھ لکھ دیتا ہوں" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"سکول کا منہ نہیں دیکھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے ـــــ انکل رحمان نے آپ کو پڑھایا نہیں" ـــــ سب لڑکیاں واقعی حیرت زدہ تھیں ان پر کچھ ضرورت سے زیادہ ہی انکشافات ہو رہے تھے۔

"یقین کرو جس سکول میں ڈیڈی نے مجھے داخل کرایا تھا اس کا منہ ہی نہ تھا ـــــ بس کمرے تھے۔ برآمدہ تھا اور ایک گھنٹی تھی" ـــــ عمران نے یقین دلانے والے لہجے میں کہا۔

"تو اور کیسا ہوتا ہے سکول کا منہ" ـــــ ؟ ایک لڑکی نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ارے جیسے آپ کا منہ ہے ـــــ جعلی ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار دانت ـــــ پھنگنی سی ناک ـــــ کڑوے بادام جیسی آنکھیں ـــــ کھٹے سیبوں جیسے گال ـــــ اور سرکنڈوں جیسے بال ـــــ یقین کیجئے اتنا تو ہونا چاہیے تھا۔ وہاں تو اتنا بھی نہ تھا" ـــــ عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے جواب دیا۔

"شٹ اپ! ـــــ تمہیں لیڈیز سے بات کرنے کی بھی تمیز نہیں ہے" ـــــ لڑکی اپنا حلیہ بگڑتے دیکھ کر بُری طرح اکھڑ گئی۔

"تمیز ـــــ اور وہ بھی لیڈی تمیز ـــــ کونسے سٹور سے ملتی ہے پلیز مجھے ضرور بتلایئے ـــــ میں آپ کو خرید دوں گا ـــــ آج ہی میں نے ایک طوطا بیچا ہے۔ پورے پچاس روپے میں بکا ہے" ـــــ عمران نے کہا۔ لیکن وہ لڑکی پیر پٹختی ہوئی دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"آپ نے فوزیہ کو ناراض کر دیا ـــــ بڑی نفیس قسم کی لڑکی ہے۔ بدتمیزی قطعاً پسند نہیں کرتی" ـــــ ایک اور لڑکی نے کہا۔

"کس گلاس فیکٹری کی بنی ہوئی ہے" ـــــ ؟ عمران نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

"گلاس فیکٹری ـــــ کیا مطلب" ـــــ ؟ باقی لڑکیوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"بھئی نفیس جو ہوئی ـــــ لازماً شیشے کی بنی ہوئی ہو گی" ـــــ عمران نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا اور سب لڑکیاں بے اختیار ہنس پڑیں۔ لیکن دوسرے ہی لمحے ان کی ہنسی کو یکلخت بریک لگ گیا کیونکہ سر رحمان کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔

"تم تیار ہو گئے ـــــ گڈ ـــــ آؤ میرے ساتھ" ـــــ سر رحمان نے کہا۔ عمران کو دیکھ کر ان کی نظروں میں پسندیدگی کے آثار اُبھر آئے تھے

"مم ـــــ مم ـــــ مگر ڈیڈی! ـــــ مجھے ڈر لگ رہا ہے" ـــــ عمران نے خوف سے سمٹتے ہوئے کہا۔

"ڈر لگ رہا ہے ـــــ کیا مطلب" ـــــ ؟ سر رحمان نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"اگر میں مطلب بتادوں تو آپ ماریں گے تو نہیں" ____ عمران نے اور زیادہ سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بکواس مت کرو ____ چلو اٹھو مہمان آگئے ہیں اب فنکشن بھی ہو جائے" ____ سر رحمان نے غصیلے لہجے میں جواب دیا۔

"مگر وہ مطلب تو رہ گیا ڈیڈی" ____ عمران نے بادلِ نخواستہ اٹھتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے تم کوئی بکواس کرو گے اور اس موقعہ پر میں کوئی بکواس نہیں سُننا چاہتا" ____ سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے واپس مڑ گئے۔ وہ عمران کی عادت کو اچھی طرح جانتے تھے۔

"اگر آپ کا جی چاہ رہا ہو تو آپ مطلب سُن لیں ____ نہ چاہ رہا ہو تب بھی سُن لیں۔ کیونکہ میرے پیٹ میں مروڑ اُٹھ رہے ہیں۔ اور جب تک میں مطلب نہیں بتاؤں گا یہ مروڑ بڑھتے ہی جائیں گے۔" عمران نے ثریا کی سہیلیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اگر ایسی بات ہے تو چلیئے بتا دیجئے" ____ لڑکیوں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو لائیے فیس" ____ عمران نے خوش ہو کر ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"فیس ____ کیسی فیس" ____؟ لڑکیوں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ارے تو مفت میں مطلب بتادوں ____ واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے جس ڈکشنری سے میں نے مطلب دیکھا تھا وہ بڑی ہی مہنگی ملی تھی"۔

عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو نہ بتایئے ____ ہم نے کوئی منت کی ہے آپ کی" ____ لڑکیوں نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ اب عمران کی ٹائپ سمجھ کر اس سے کھل کر باتیں کر رہی تھیں۔

"اچھا چلو بتا دیتا ہوں ____ کاش! یہ مروڑ نہ اٹھتے تو میں کبھی فیس لیے بغیر مطلب نہ بتاتا ____ مگر اب کیا کروں مجبور ہوں" ____ عمران نے بے بسی سے لہجے میں کہا۔

"تو بتایئے ____ اب بتا بھی دیجئے" ____ لڑکیوں نے کہا۔

"کیا بتادوں" ____؟ عمران نے چونک کر پوچھا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار اُبھر آئے تھے۔

"مطلب" ____ لڑکیوں نے کہا۔

"کس کا مطلب" ____؟ عمران اور زیادہ حیران ہوتے ہوئے بولا۔

"جو آپ بتا رہے تھے" ____ لڑکیوں نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اچھا وہ مطلب ____ اچھا اچھا ____ دراصل مجھے مطلبی آدمی سے بڑی چڑ ہے ____ بغیر مطلب کے تو کوئی بات ہی نہیں کرتا۔ مطلب ہو تو سلام ____ ورنہ علیکم السلام" ____ عمران کی زبان چل پڑی اور لڑکیاں بے تحاشا ہنسنے لگیں۔

"ارے بھائی جان! ____ آپ یہاں کھڑے ہیں اور وہاں مہمان آپ کا انتظار کر رہے ہیں" ____ ثریا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"میں تمہاری سہیلیوں کو مطلب بتا رہا تھا ——— بیچاری کند ذہن ہیں جتنا بھی سمجھاتا ہوں یہ ویسے ہی کوری کی کوری ہیں۔ انہیں بادام کھلایا کرو اگر ان کی یہی حالت رہی تو پرائے گھر جا کر کیا کریں گی ——— وہاں یہ شوہر کا مطلب پوچھنے بیٹھ گئیں تو ———" عمران نے کہا۔

"ارے اس کی باتوں میں نہ آنا۔ یہ تو تمہیں چٹکیوں میں اڑا دے گا۔ چلئے بھائی جان! ——— اور میری سہیلیوں کو معاف کر دیجئے۔ یہ آپ جیسی سمجھدار ہوتیں تو ———" ثریا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو قسمت کا حال بتانے والے طوطے بیچتیں" ——— عمران نے فقرہ مکمل کر دیا اور لڑکیاں جو عمران کے ریمارکس پر بُرا سا منہ بنائے کھڑی تھیں بے اختیار ہنس پڑیں اور ثریا عمران کو گھسیٹتی ہوئی بڑے ہال کی طرف بڑھتی گئی۔ جہاں سالگرہ منانے کا انتظام کیا گیا تھا اور جہاں سب مہمان موجود تھے۔

اس کمرے کو ثریا نے انتہائی خوبصورت انداز میں سجایا تھا۔ درمیان میں ایک بڑی میز پر ایک بڑا سا کیک رکھا ہوا تھا جس پر بیس موم بتیاں جل رہی تھیں اور میز کے گرد بہت سی عورتیں اور مرد کھڑے تھے۔ سر رحمان اور عمران کی والدہ بھی ایک طرف موجود تھیں۔ یہ سب ان کے رشتہ دار تھے۔ سر رحمان نے صرف نزدیکی رشتہ داروں کو بلایا تھا تاکہ عمران کی والدہ اور ثریا کھل کر اس فنکشن کو اٹینڈ کر سکیں۔ ورنہ ظاہر ہے وہ پردہ کرتی تھیں۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یا مہمانانِ گرامی قدر" ——— عمران نے کمرے میں داخل ہوتے ہی بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کرتے ہوئے

کہا اور مہمانوں کے چہروں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ ویسے عمران کی وجاہت اور بچپن دیکھ کر ان سب کے چہروں پر پسندیدگی کے آثار اُبھر آئے تھے۔

"ادھر آؤ عمران ——— یہاں آؤ" ——— سر رحمان نے اُسے اپنی طرف بلاتے ہوئے کہا۔ اور عمران ان کی طرف بڑھ گیا۔

سر رحمان نے میز کے قریب اُسے کھڑا کیا۔ اس کی دائیں طرف وہ خود کھڑے تھے جبکہ بائیں طرف اس کی والدہ تھی۔ باقی مہمانوں نے چاروں طرف سے میز کو گھیر رکھا تھا۔

"ڈیڈی! ——— یہ ہمارے رشتہ دار بیچارے بہت ہی غریب لگتے ہیں" ——— اچانک عمران نے اونچے لہجے میں کہا اور سر رحمان کے ساتھ ساتھ سارے مہمان عمران کی بات سُن کر بُری طرح چونک پڑے۔

"کیا بکواس ہے" ——— سر رحمان نے غصیلے لہجے میں کہا انہیں عمران کا یہ ریمارک شاید بے حد بُرا لگا تھا۔

"ڈیڈی ——— غربت بکواس نہیں ہوتی۔ اس دنیا کی اٹل حقیقت ہے ——— اب دیکھیئے نا ——— مجھے میز پر ایک بھی تحفہ نظر نہیں آ رہا۔ اب ایسی بھی کیا غربت کہ دو چار ہزار روپے کا تحفہ ہی نہ خرید سکیں۔ اور خالی ہاتھ لٹکائے سالگرہ مبارک کہنے آدمی آ جائے" ——— عمران نے جواب دیا اور مہمانوں کے چہرے غصے سے بگڑنے لگے۔

"شٹ اپ ——— نان سنس ——— میں نے خود سب کو تحفے لانے سے منع کر دیا تھا" ——— سر رحمان نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ——— آپ نے ان بیچاروں پر بڑا کرم کیا ڈیڈی ——— چلو کچھ دن

اور ان کے کٹ جائیں گے"۔۔۔۔ عمران نے مسمسی صورت بناتے ہوئے کہا۔

"رحمان صاحب! ۔۔۔ آپ نے ہمیں بلا کر ہماری توہین کی ہے"۔ ایک سوٹ میں ملبوس ادھیڑ عمر آدمی نے غصے سے پھنکار کر کہا۔

"تو کیا بذریعہ ڈاک آپ کو توہین بھیج دی جاتی ۔۔۔ آپ بھی کمال کے آدمی ہیں۔ خوامخواہ ڈاک کا خرچ بڑھانا چاہتے ہیں"۔۔۔ عمران نے جھٹ سے جواب دیا۔ اور سر رحمان کا ہاتھ غصے سے گھوم گیا۔ ان کے چہرے پر جلال عود کر آیا تھا لیکن عمران تیزی سے جھک گیا اور سر رحمان کا گھومتا ہوا ہاتھ پوری قوت سے عمران کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک مہمان کے چہرے پر پڑا۔ اور پھر تو ہال میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔

"ارے ارے غریبوں کے تھپڑ بھی مارتے ہیں ۔۔۔ چچ چچ"۔۔۔ عمران نے کہا اور دوسرے لمحے اس نے تیزی سے دوڑ لگائی اور باہر والے دروازے کی طرف بھاگتا چلا گیا۔

عمران کی والدہ اور ثریا حیرت سے بت بنی کھڑی تھیں اور پورا ہال تیز تیز باتوں سے گونج رہا تھا۔ سر رحمان بیچارے ایک ایک سے معذرت کر رہے تھے اور علی الاعلان عمران کو گالیاں دے رہے تھے لیکن مہمان غصے سے جلتے بھنتے بڑبڑاتے تیزی سے واپس جانے لگے اور سر رحمان تو اس بے عزتی پر جیسے غصے سے پاگل ہو گئے۔

"یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے ۔۔۔ کیا ضرورت تھی اس الو کے پٹھے کی سالگرہ منانے کی ۔۔۔ ناخلف۔ ناہنجار ۔۔۔ تمیز نہیں اسے بات کرنے کی ۔۔۔ جاہل ۔۔۔ الو ۔۔۔ احمق ۔۔۔ میں تو اسے گولی

مار دونگا"۔۔۔۔ سر رحمان اپنی بیگم پر الٹ پڑے اور عمران کی والدہ سے اور تو کچھ نہ ہو سکا۔ وہ بے اختیار رونے لگیں۔ ثریا انہیں چپ کرانے میں لگ گئیں اور سر رحمان غصے سے پیر پٹختے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

"چلے گئے سب لوگ ۔۔۔ ہونہہ آجاتے ہیں خالی ہاتھ لٹکاتے تمیز نہیں کہ سالگرہ کیسے منائی جاتی ہے"۔۔۔ اچانک ایک دروازے سے عمران کی آواز سنائی دی۔ وہ شاید کسی کمرے میں چھپ گیا تھا۔

"تو ابھی یہیں ہے ۔۔۔ ٹھہر جا ۔۔۔ میں تمہاری کھوپڑی پلپلی کرتی ہوں"۔۔۔ عمران کی والدہ عمران کی آواز سنتے ہی غصے سے چھٹ پڑیں اور دوسرے لمحے وہ جوتی اتار کر عمران کی طرف لپکیں جو پہلے ہی سر پر پہنی ہوئی کلاہ اتار کر جھک گیا تھا۔ اور پھر ثریا انہیں روکتی رہ گئی۔ مگر انہوں نے غصے اور جھلاہٹ میں پٹاخ پٹاخ عمران کے سر پر جوتیاں برسانا شروع کر دیں اور عمران جس کو انگلی لگنے کی حسرت لئے بڑے بڑے لڑاکے قبروں میں جا گھسے تھے، بڑے اطمینان سے سر جھکائے اپنی ماں کی جوتیاں کھا رہا تھا۔

"بس بس پوری تیس ہو گئی ہیں ۔۔۔ سالگرہ مبارک۔ سالگرہ مبارک"۔۔۔۔ عمران نے اچانک سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔ اور ثریا غصے میں ہونے کے باوجود اس کے اس انداز میں سالگرہ منانے پر بے اختیار ہنس پڑی۔ اور عمران کی والدہ جوتی چھوڑ کر عمران سے لپٹ کر رونے لگیں۔ اب شاید انہیں یہ خیال آگیا تھا کہ انہوں نے اتنی ساری جوتیاں مار دی ہیں۔

"ارے ارے خوشی کے موقع پر رونا کیسا ـــــ میں تو شکر پڑھ رہا ہوں کہ ابھی صرف تیس سال کا ہوں ـــــ اگر ستر سال کا ہوتا تو پوری ستر جوتیاں کھانی پڑتیں ـــــ ویسے بائی دے وے امی! ثریا کی کونسی سالگرہ ہے ـــــ میں ذرا مضبوط سی جوتی کا بندوبست کر دوں" ـــــ عمران نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا۔

"تم پورے شیطان ہو ـــــ بھلا کیا ضرورت تھی ایسے فقرے کہنے کی ـــــ سارے رشتہ دار ناراض ہو کر چلے گئے ہیں اور ابو کو انتہائی تکلیف پہنچی ہے کہ ـــــ" ثریا نے کہا۔

"ارے ثریا آخر تم میری بہن ہو ـــــ پلیز امی کی جوتیاں میں نے کھالی ہیں اب ابو کا غصہ تم اتار دو۔ مگر سر پہ وگ لگا لینا ـــــ ایسا نہ ہو کہ ان کی پشاوری چپل تمہارا سر ہی گنجا کر دے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر انہیں چھوڑ کر تیزی سے سر رحمان کے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"کیا میں اندر آسکتا ہوں ڈیڈی" ـــــ؟ عمران نے دروازے میں رک کر بڑے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

سر رحمان جو ایک آرام کرسی پر لیٹنے کے سے انداز میں آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے اور شاید اس طرح اپنے ہائی بلڈ پریشر کو کم کرنے کی کوشش کر رہے تھے، عمران کی آواز سنتے ہی بری طرح چونک پڑے۔ عمران کو دیکھتے ہی غصے سے ان کا چہرہ پھر بگڑنے لگا۔

"تم ـــ تم ـــ دفع ہو جاؤ یہاں سے ـــ دور ہو جاؤ میری نظروں سے ـــ تم نے مجھے میرے عزیزوں کے سامنے بے عزت کیا ہے ـــ دو کوڑی کا نہیں رکھا" ـــــ سر رحمان غصے سے پھٹ پڑے۔

"ڈیڈی! ـــ میں نے جان بوجھ کر یہ فقرے کہے تھے" ـــ عمران نے بڑے فرمانبردارانہ اور سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"جان بوجھ کر کیوں ـــ آخر تم نے ایسا کیوں کیا" ـــ؟ سر رحمان نے چونک کر پوچھا۔

"ڈیڈی آپ ایک طرف کھڑے تھے ـــ آپ نے شاید سنا نہیں مہمان ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے کہ سر رحمان شاید کنجوس ہیں۔ یا پھر ان کے پلے کچھ نہیں کہ بیٹے کی پہلی سالگرہ کر رہے ہیں اور بس چند آدمیوں کو بلالیا ہے تاکہ دعوت پر زیادہ خرچ نہ ہو" ـــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ کہہ رہے تھے ـــ کون کہہ رہے تھے احمق۔ اُلّو ـــ میں نے صرف تمہاری والدہ اور ثریا کے پردے کا خیال کرتے ہوئے محدود فنکشن کا سوچا تھا" ـــ سر رحمان کا دماغ گھوم گیا۔

"ڈیڈی! ـــ وہ تو کہہ رہے تھے کہ آپ نے اس لئے سالگرہ کا ڈرامہ کیا ہے تاکہ بیٹے کو دکھا کر کسی مالدار عزیز کی بیٹی کا رشتہ مانگیں اور اس طرح ریٹائر ہونے کے بعد غربت سے بچ سکیں ـــ اب بھلا ڈیڈی! میں ایسی باتیں سننے کے بعد خاموش رہ سکتا تھا۔ میں نے آپ کی توہین کا بدلہ سرعام لے لیا" ـــ عمران نے کہا۔

"تم نے بہت اچھا کیا ـــ مجھے پہلے بتا دیتے تو میں ان سب کے سر پہ جوتیاں مار کر انہیں کوٹھی سے نکال دیتا ـــ ہونہہ۔ انہوں

نے کیا سمجھ رکھا ہے مجھے ——— انہیں نہیں معلوم کہ میری آبائی جائیداد کتنی ہے ——— میں ریٹائر ہونے کے بعد بھوکا مروں گا۔ احمق۔ اُلّو کے پٹھے" ——— سر رحمان کا ذہن پوری طرح گھوم چکا تھا انہوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ عمران تو آخری وقت میں آیا تھا۔ اس نے یہ سب باتیں کیسے سُن لیں۔

"ڈیڈی! ——— آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے نا ——— آپ کو تکلیف تو ضرور ہوئی۔ لیکن مجھ سے ان کی باتیں برداشت نہ ہو سکی تھیں ——— آخر آپ کی عزت میری عزت ہے" ——— عمران نے آگے بڑھ کر بڑی نیازمندی سے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم پر غصہ تو بہت آیا تھا ——— لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ لوگ ایسے گھٹیا ثابت ہوں گے ——— میں نے خوامخواہ تمہاری والدہ کو ڈانٹ دیا ——— آہ! ——— ہم خود سالگرہ مناتے ہیں ——— لعنت بھیجو ان رشتہ داروں پر" ——— سر رحمان نے نرم لہجے میں کہا۔

"وہ تو میں منا بھی چکا ڈیڈی ——— پوری تیس جوتیاں کھائی ہیں۔ تب جا کر سالگرہ مبارک ہوئی ہے" ——— عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"اوہ اچھا اچھا ——— میں سمجھ گیا" ——— سر رحمان، عمران کی بات سُن کر بے اختیار ہنس پڑے۔

"ڈیڈی! ——— کیا اب آپ بھی تیس جوتیاں مارنے کے بعد ہی سالگرہ مبارک کہیں گے ——— یا آپ سمجھداری سے کام لیں گے اور مجھے ویسے ہی تحفہ دے دیں گے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تحفہ! ——— اچھا اچھا سمجھ گیا" ——— سر رحمان نے ہنستے ہوئے کہا۔ ان کا سارا غصہ عمران کی باتوں نے دُور کر دیا تھا اور پھر انہوں نے الماری میں لٹکے ہوئے اپنے کوٹ سے چیک بُک نکالی اور اس پر ایک لاکھ روپے لکھ کر دستخط کر کے چیک عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"ہوں ——— صرف ایک لاکھ روپیہ ——— پھر سچ کہہ رہے تھے بیچارے رشتہ دار کہ ڈیڈی کنجوس ہو گئے ہیں" ——— عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے بھاگتا ہوا دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ اور سر رحمان بے اختیار مسکرا دیئے۔ انہیں عمران پر بے پناہ پیار آ رہا تھا جس نے ان کی عزت کو اپنی عزت سمجھا تھا۔ اب انہیں اصل بات کا علم ہی نہ تھا کہ عمران نے یہ حرکت اس لئے کی تھی تاکہ آئندہ وہ لیسے فنکشن کا سوچیں ہی نہیں کیسے ایسے تکلفات سے چڑ تھی۔

ایک بڑے سے کمرے کے درمیان میں رکھی ہوئی میز پہ چار افراد کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ پانچویں کرسی خالی تھی۔ ان چاروں کے چہروں پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔ ان کے ٹھوس اور قوی ہیکل جسم اور چہروں پر موجود درشتی صاف بتا رہی تھی کہ ان چاروں کا تعلق زیر زمین دنیا سے ہے۔ میز کے درمیان میں ایک چھوٹا سا باکس رکھا ہوا تھا۔ باکس کا ڈھکن کھلا ہوا تھا اور اس میں انتہائی قیمتی سگار بھرے ہوئے تھے۔ ساتھ ہی ایک قیمتی سگار لائٹر بھی موجود تھا۔ میز پہ پانچ بڑے بڑے ایش ٹرے بھی موجود تھے۔ لیکن ان چاروں میں سے کوئی بھی سگریٹ یا سگار نہ پی رہا تھا۔ وہ بس خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد کمرے میں ہلکی سی سیٹی کی آواز گونجی اور وہ چاروں یوں تن کر سیدھے ہو گئے جیسے ان کے اعصاب کو کلف لگ گیا ہو۔ اسی لمحے کمرے کے دائیں کونے میں موجود چھوٹا سا دروازہ کھلا اور ایک

لمبا تڑنگا دراز قامت جسم کا مالک آدمی ہاتھ میں بریف کیس پکڑے اندر داخل ہوا۔ اس کے سر پہ موجود بال برف کی طرح سفید تھے۔ جب کہ اس کی بڑی بڑی مونچھیں گہرے سیاہ رنگ کی تھیں۔ چوڑے چہرے پر وقار اور تمکنت تھی۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی وہ چاروں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"بیٹھ جاؤ" ——— آنے والے نے میز پہ اپنا بریف کیس رکھتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر خود خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی باقی چاروں بھی اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ لیکن ان کے اعصاب اسی طرح تنے ہوئے تھے۔

"آپ ایزی ہو کر بیٹھیں ——— یہ ہنگامی میٹنگ ضرور ہے لیکن یہ رپورٹنگ میٹنگ نہیں ——— بلکہ ایک نئے کیس کو ڈسکس کرنے کے لئے ہنگامی میٹنگ بلائی گئی ہے" ——— سفید بالوں والے نے مسکراتے ہوئے کہا اور ان چاروں نے طویل سانس لیتے ہوئے اپنے جسموں کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اب ان کے چہروں پر بھی اطمینان کی جھلکیاں نمایاں ہو گئی تھیں۔

"آپ سگار پی سکتے ہیں" ——— سفید بالوں والے نے سگار کے ڈبے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر ڈبے میں موجود سگاروں میں سے ایک سگار اٹھا کر اپنے منہ میں دبا لیا اور لائٹر سے اسے لائٹ دینے لگا۔ اس کے بعد باقی چاروں نے بھی سگار اٹھا لئے اور باری باری سب نے اپنے سگار سلگا لئے۔ اب ان کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔ سگار پینے کی اجازت ملنے کا مطلب تھا کہ یہ میٹنگ

غیر رسمی ہے۔ عام دوستانہ میٹنگ۔ جہاں وہ کھل کر باتیں کر سکتے ہیں اور تنظیمی ڈسپلن اس میٹنگ پر لاگو نہیں ہو سکتا۔

سگار کے دو چار کش لینے کے بعد سفید بالوں والے نے اپنے سامنے رکھا ہوا بریف کیس کھولا اور پھر اس میں سے سُرخ کور والی ایک فائل کھول لی۔ سُرخ کور کا مطلب یہ تھا کہ کوئی اہم ترین مُعاملہ درپیش ہے۔

"آپ سب کو معلوم ہے کہ ہمارے سیکشن کو ایسے کیس دیئے جاتے ہیں جن کی بین الاقوامی اہمیت ہوتی ہے ـــــ چنانچہ صدر مملکت نے ایک اور اہم ترین کیس ہمارے سیکشن کو ریفر کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ ہدایات بھی ہیں کہ ہمیں ہر صورت میں اس مشن کو کامیاب کرنا ہے ہر صورت کا مطلب تم سمجھتے ہو" ـــــ سفید بالوں والے نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"یس باس! ـــ اچھی طرح سمجھتے ہیں" ـــــ ان چاروں نے مسکرا[تے] ہوتے جواب دیا۔

"آپ کو شاید یاد ہو کہ کچھ عرصہ پیشتر پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ایک[ٹ] نے اسرائیل میں تباہی مچادی تھی ـــــ ڈیم ـــ پل ـــ ایٹمی بج[لی] گھر ـــ ایٹمک ریسرچ لیبارٹری ـــ غرضیکہ اہم ترین سب ٹارگٹس انہوں نے بے دریغ تباہی مچائی تھی اور پھر صاف طور پر نکل جانے میں کامیاب ہو گئے تھے" ـــــ سفید بالوں والے نے کہا۔

"یس باس! ـــ ہمیں رپورٹ ملی تھی سر" ـــــ ان میں سے ایک نے سر ہلاتے ہوتے کہا۔

لہ :۔ اس کے لئے پڑھیں "ناقابل تسخیر مجرم" اور "موت کا رقص"

"یہاں ان کا مقابلہ جی۔ پی۔ فائیو اور ریڈ آرمی سے رہا ـــــ ہمارا سیکشن اس وقت لبنان میں مصروف تھا اس لئے ہم ان کے آڑے نہ آ سکے تھے ـــــ اور مجھے آج تک افسوس تھا کہ کاش ایک بار وہ ہم سے ٹکرا جاتے۔ میں نے کوشش بھی کی تھی کہ انتقامی کارروائی کے طور پر ہمارا سیکشن ایسی ہی تباہی مچاتے ـــــ لیکن صدر مملکت نے اس کی اجازت نہ دی کہ بغیر کسی مقصد کے وہ ہمارے سیکشن کو استعمال نہیں کرنا چاہتے تھے ـــــ اب ایک ایسا موقع آگیا ہے کہ ہم ایک بامقصد مشن کے لئے پاکیشیا میں اپنی کارروائیاں کر سکتے ہیں" ـــــ سفید بالوں والے باس نے تمہید باندھتے ہوئے کہا۔

"تو باس مطلب یہ ہوا کہ اس بار ہمارا مشن پاکیشیا میں سرانجام پائے گا" ان چاروں نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں! ـــ اور اب میں آپ کو مشن کی مختصر سی باتیں بتا دیتا ہوں تاکہ پس منظر اور اصل ٹارگٹ آپ کے سامنے رہے ـــــ اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم ایسا پلان بنائیں گے کہ ہمارا مشن بھی مکمل ہو جائے اور ہم اس تباہی کا انتقام بھی پاکیشیا سے لے سکیں" ـــ باس نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"گڈ باس! ـــ ہم خود کتنے عرصے سے ایسے مشن کے خواہشمند تھے تاکہ ہم پاکیشیا والوں کو بتا سکیں کہ اسرائیل میں کتنی طاقت ہے" ـــــ ایک آدمی نے بڑے جوشیلے لہجے میں کہا اور باقی افراد نے سر ہلا کر اس کی تائید کر دی۔

"پاکیشیا ایک اسلامی ملک ہے اور اس کے تعلقات تمام اسلامی

ممالک سے انتہائی قریب ہیں ـــــ باقی اسلامی ممالک خصوصاً عرب اور خلیج وسطیٰ کی حکومتوں کے پاس سرمایہ بہت ہے۔ مگر وہاں کے لوگ محنتی اور ذہین نہیں ہیں ـــــ پاکیشیا ایک ترقی پذیر ملک ہے۔ اس کے پاس سرمایے کی بے پناہ کمی ہے۔ لیکن اس ملک کے افراد بے حد محنتی اور ذہین ہیں ـــــ سرمایے کی شدید ترین کمی کے باوجود وہ اعلیٰ ٹیکنالوجی میں کافی آگے آ گئے ہیں ـــــ اور اسرائیل کو اگر حقیقی معنوں میں خطرہ ہے تو پاکیشیا سے ہے کیونکہ وہ اعلیٰ ٹیکنالوجی حاصل کرنے کے بعد مہلک ہتھیار دیگر اسلامی ممالک کو تقسیم کر سکتے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ہمارا ملک اسلامی ممالک کے درمیان گھرا ہوا ہے اور ہمارا وجود صرف اس لئے قائم ہے کہ ہمارے پاس جدید ترین ہتھیار اور ٹیکنالوجی موجود ہے اسی لئے اسلامی ممالک ہم سے فیصلہ کن جنگ لڑنے سے کتراتے ہیں ـــــ لیکن اگر پاکیشیا کی وجہ سے ان اسلامی ممالک کے پاس وافر مقدار میں جدید ترین ہتھیار اور اعلیٰ ٹیکنالوجی پہنچ گئی تو پھر ہماری تباہی یقینی ہو جائے گی ـــــ چنانچہ ہماری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ پاکیشیا ہماری قرضوں میں جکڑا رہے۔ اس کے پاس وافر سرمایہ اکٹھا نہ ہو سکے جس سے وہ اعلیٰ ٹیکنالوجی کو عملی صورت دے سکے ـــــ آج تک ہماری یہ کوششیں کامیاب رہی ہیں۔ لیکن اب ایک ایسی اطلاع ملی ہے جس نے اسرائیل کی نیند حرام کر دی ہے پاکیشیا کا جغرافیائی محل وقوع ایسا ہے کہ وہ تیل پیدا کرنے والے ممالک کا منبع ہے ـــــ لیکن وہاں سے اتنا تیل برآمد نہ ہوا تھا جس سے وہ اپنے ملک کی ضروریات پوری کرنے کے بعد اسے فروخت کر کے وا

سرمایہ اکٹھا کر سکیں اور اس سے پہلے پاکیشیا میں جو حکومتیں رہی ہیں۔ وہ تیل کی تلاش کے لئے ہمارے حلیف ممالک کی محتاج تھیں۔ چنانچہ ہمارے حلیف ممالک نے دانستہ طور پر تیل کی تلاش کا نام لے کر انہیں ہماری قرضوں میں جکڑ دیا لیکن تیل کی تلاش میں ہمیشہ ناکامی اور مایوسی کی رپورٹ دیتے رہے ـــــ اس طرح ہمارا دوہرا مقصد حاصل ہوتا رہا۔
لیکن نئی حکومت نے ایک ایسی پالیسی اپنائی ہے کہ انہوں نے اپنے دیگر اخراجات میں بچت کر کے اپنے طور پر تیل کی تلاش شروع کر دی۔ اور اب اطلاع ملی ہے کہ پاکیشیا کے دارالحکومت سے دو سو کلومیٹر دور بھر گنڈی کے مقام پر ایسا آئل فیلڈ تلاش کر لیا گیا ہے جہاں اعلیٰ قسم کا تیل انتہائی وافر مقدار میں موجود ہے ـــــ یہاں نیچے درحقیقت اتنا تیل موجود ہے کہ اسے تیل کا سمندر کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا اور ہماری بدقسمتی کہ یہ تیل دنیا بھر میں پائے جانے والے تیل میں سب سے اعلیٰ کوالٹی کا ہے۔ اس کا نتیجہ کیا ہونے والا ہے۔ اس کا اندازہ آپ آسانی سے لگا سکتے ہیں ـــــ اس آئل فیلڈ سے تیل نکلنے لگ گیا ہے اور اب پاکیشیا کے لئے سرمایہ کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔ وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد اتنا تیل برآمد کر سکے گا کہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ تیل برآمد کرنے والے ملکوں کی فہرست میں اس کا پہلا یا دوسرا نمبر ہو جائے گا ـــــ اور پھر وہ اپنے سب قرضے بھی آسانی سے چکا دیں گے اور نہ ہی آئندہ قرضہ لینے کی ضرورت پڑے گی اور نہ آئندہ وہ کسی کے محتاج رہیں گے۔ ملک میں خوشحالی آنے کے ساتھ ساتھ اس وافر سرمایے کو جدید ترین ہتھیار اور اعلیٰ

ٹیکنالوجی کی تیاری میں استعمال کریں گے ـــــ اور پھر ہمارے دشمن اسلامی ممالک کو یہ ہتھیار تقسیم ہو جائیں گے اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اسرائیل کا وجود ہر لمحے خطرے میں رہے گا۔ اور یہ خطرہ یقینی اور حقیقی ہو گا ـــــ چنانچہ حکومت اسرائیل نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس پورے آئل فیلڈ کو اس انداز میں تباہ کیا جائے کہ پاکیشیا پھر اس آئل فیلڈ سے ایک قطرہ تیل بھی حاصل کرنے کے قابل نہ رہے" ـــــ باس نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن باس! ـــ یہ مشن تو ناممکن ہے ـــ زمین کے اندر ہزاروں فٹ کی گہرائی میں موجود تیل کے سمندر کو ہم کیسے تباہ کر سکتے ہیں ہم زیادہ سے زیادہ آئل فیلڈ کے اوپر موجود تنصیبات مشینری کو تباہ کر سکتے ہیں ـــ لیکن اس سے کیا ہو گا۔ وقتی تباہی کے بعد وہ لوگ کچھ عرصہ بعد پھر یہ تنصیبات کھڑی کر لیں گے ـــ مشینری بھی انہیں بہرحال مل جائے گی۔ اس طرح خطرہ تو پھر بھی باقی رہ جائے گا" ـــ باس کے قریب بیٹھے ایک بھوری مونچھوں والے نوجوان نے کہا۔

"تمہاری بات درست ہے نوبل ـــ لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ اسرائیل کے اعلیٰ حکام احمق ہیں" ـــ باس نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سوری باس! ـــ میں نے تو صرف ایک بات کی تھی" ـــ نوبل نے معذرت خواہانہ انداز میں سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"پوری بات سننے سے پہلے کسی قسم کا تبصرہ حماقت ہوتی ہے۔ اور ٹاپ راک میں احمقوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے ـــ یہ تمہارے لئے لاسٹ وارننگ ہے سمجھے" ـــ باس نے غراتے ہوئے کہا۔

"یس باس! ـــ آئندہ یہ غلطی نہ ہو گی" ـــ نوبل نے گھبرائے

ہوئے لہجے میں جواب دیا اور آنکھیں جھکا لیں۔ اس کا رنگ یکلخت زرد پڑ گیا تھا۔

باس چند لمحے اسے گھورتا رہا جیسے اپنے غصے کو کنٹرول کر رہا ہو پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"جو بات ابھی نوبل نے کی ہے ـــ یہی بات اس مشن کی سب سے اہم بات تھی۔ لیکن اس کا کوئی حل نظر نہ آ رہا تھا۔ چنانچہ اعلیٰ حکام کی متعدد میٹنگیں ہوئیں اور پھر ماہرین ارضیات نے ایک اہم رپورٹ دی کہ پاکیشیا کا یہ آئل فیلڈ قریبی ملک کافرستان سے سطح سمندر کے لحاظ سے اونچا ہے اور اس آئل فیلڈ کا رخ شمالاً جنوباً ہے جس جگہ آئل فیلڈ ہے وہاں سے کافرستان کی ملحقہ سرحد تین سو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے اور وہاں دشوار گذار، خشک اور بنجر پہاڑیوں کا ایک سلسلہ ہے جن کے درمیان کہیں کہیں وسیع اور خشک وادیاں بھی ہیں ـــ اگر کافرستان کے اس علاقے میں گہرے کنوئیں کھودے جائیں اور پھر وہاں انتہائی طاقتور سکنگ مشینری نصب کر دی جائے تو پاکیشیا کے اس آئل فیلڈ کا تیل انتہائی تیزی سے کافرستان منتقل کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا بہاؤ اسی طرف ہے ـــ لیکن چونکہ آئل فیلڈ کے بعد پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا ہے اس لئے وہاں عام طور پر تیل نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے لئے انتہائی گہرائی میں تیل کو اپنی طرف کھینچنے والی دوسرے لفظوں میں سکنگ مشینری نصب کی جائے تو تیل کو اپنی طرف کھینچا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ماہرین کو مزید تحقیقاتی رپورٹوں کے لئے کافرستان کے اس علاقے میں بھیجا گیا ـــ وہاں ابتدائی عملی تجربات بھی کئے گئے۔ اور پھر جو رپورٹ

ملی۔ اس نے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ ٹارگٹ انتہائی کامیاب رہے گا۔ اور اس طرح پاکیشیا کے اس تیل کے سمندر کو کافرستان میں کھینچا جا سکتا ہے اور پاکیشیا کا آئل فیلڈ جلد ہی سُوکھ جائے گا اور پاکیشیا اس سے بڑا فائدہ نہ اٹھا سکے گا ——— چنانچہ حکومتِ کافرستان سے خفیہ مذاکرات کئے گئے۔ یہ ملک ہمارا حلیف ملک ہے اور پھر انہیں اتنی بڑی دولت مفت میں مل رہی تھی اور دوسری بات یہ کہ کافرستان اور پاکیشیا کے درمیان ازلی دشمنی موجود ہے ——— چنانچہ حکومت کافرستان فوراً ہی اس پر تیار ہو گئی ——— فیصلہ یہ ہوا کہ اعلیٰ ترین مشینری اور کھدائی کے تمام اخراجات اسرائیل ادا کرے گا ——— اور جو تیل چوسا جائے گا۔ وہ نصف کافرستان کی ملکیت ہو گا اور نصف اسرائیل کی۔ تاکہ مشینری اور کھدائی پر ہونے والے اخراجات نکالے جا سکیں اور اسرائیل اس سے معاشی فائدہ بھی اٹھا سکے ——— اس معاہدے کے بعد اس پر خفیہ طور پر عملدرآمد شروع کر دیا گیا۔ اسرائیل نے پوری دنیا میں پھیلے ہوئے یہودیوں سے بطور چندہ بھاری رقم اکھٹی کی ——— حکومت ایکریمیا نے تعاون کرتے ہوئے اعلیٰ اور طاقتور سکنگ مشینری کی تیاری کے لئے ایک بڑا کارخانہ قائم کیا اور اس طرح انتہائی طاقتور اور دیوپا سکنگ مشینری تیار ہونے لگی۔ ادھر کافرستان کے اس علاقے میں اس مشینری کی خفیہ تنصیب اور کھدائی کا کام زور شور سے شروع کر دیا گیا ——— وہاں بہانہ یہ بنایا گیا کہ تیل کی تلاش کے لئے کام کیا جا رہا ہے۔ لیکن روسیاھی حکومت کی خفیہ ایجنسی کے۔ جی۔ بی کو اصل صورت حال کا علم ہو گیا۔ چنانچہ اس نے کافرستان پر دباؤ ڈالا کہ وہ اس سے معاہدہ کرے اور اسرائیل سے معاہدہ

ختم کر دے تاکہ اس تیل سے روسیاہ بھی فائدہ اٹھا سکے۔ روسیاھی حکومت کے اس طرح درمیان میں کود پڑنے پر معاملات انتہائی تشویشناک رُخ اختیار کر گئے ——— لیکن حکومتِ ایکریمیا نے سفارتی سطح پر روسیاھی حکومت سے مذاکرات کر کے اس مسئلے کو سنبھال لیا اور یہ طے ہوا کہ کھدائی کے اخراجات حکومت روسیاہ ادا کرے گی ——— مشینری اسرائیل سپلائی کرے گا اور زمین کافرستان کی ہو گی اور اس سے ملنے والا تیل تین حصوں میں تقسیم ہو گا ——— ایک حصہ روسیاہ ——— دوسرا اسرائیل ——— اور تیسرا حصہ کافرستان لے گا ——— یہ تیل کافرستانی حکومت ہی فروخت کرے گی۔ صرف آمدنی کے تین حصے ہوں گے۔ چنانچہ اس معاہدے کے بعد زیادہ تیزی سے کام شروع کر دیا گیا۔ حکومتِ پاکیشیا اس سارے منصوبے سے بے خبر اور قطعاً لاعلم رہی اور وہ صرف اپنے آئل فیلڈ سے تیل نکالنے، اُسے صاف کرنے اور پھر اس کی فروخت کے انتظامات اور پائپ لائنیں بچھانے میں مصروف رہی۔ اس سلسلے میں اس نے حکومت ایکریمیا سے مدد کی درخواست کی۔ لیکن حکومتِ ایکریمیا نے اُسے امداد دینے سے انکار کر دیا ——— اسلامی ممالک نے بھی تیل کے لئے امداد دینے سے اس لئے انکار کر دیا کہ اس طرح ان کے اپنے تیل کی فروخت میں کمی آ سکتی تھی ——— لیکن حکومتِ پاکیشیا نے ہمت نہ ہاری اور پھر شوگران حکومت نے اس کی امداد کا فیصلہ کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں ایک وسیع آئل فیلڈ ورکشاپ قائم ہو گئی ——— قریب ہی تیل صاف کرنے کا بڑا کارخانہ حکومت شوگران کی مدد سے تیار ہونا شروع ہو گیا جو اب مکمل ہونے کے قریب ہے ——— پائپ لائنیں بھی بچھائی جا رہی ہیں

اور اعلیٰ ترین مشینری آئل فیلڈ ورکشاپ میں استعمال کے لئے وہاں پہنچا دی گئی ہے ـــــــ غرضیکہ تیل صاف کرنے اُسے نکالنے اور اس کو فروخت کرنے کی تمام تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں ـــــــ ادھر ہمارا پروجیکٹ بھی تیزی سے تکمیل ہو رہا ہے۔ لیکن ابھی حال ہی میں ہمارے اور روسیاہی ایجنٹوں نے دو اہم اطلاعات حاصل کی ہیں ـــــــ ایک اطلاع یہ ہے کہ حکومت پاکیشیا کے ذہین ترین ماہرین ارضیات نے تحقیقی رپورٹ حکومت کو پیش کی ہے کہ اس تیل کو ہمسایہ ملک کافرستان کی دست برد سے بچانے کے لئے کافرستان کی سرحد سے چودہ کلومیٹر پہلے ایک زیر زمین آئل فیلڈ کی چوڑائی میں سوڈ زائم کی گہری تہہ بچھا دی جائے سوڈ زائم میں یہ خاصیت ہے کہ اس میں سے کوئی سیال چیز جذب نہیں ہو سکتی ـــــــ اس رپورٹ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ حکومت پاکیشیا کو ہمارے اصل منصوبے کی بھنک پڑ گئی ہے اور اسی لئے اس نے یہ تحقیقات کرائی ہیں ـــــــ حکومت شوگران نے بھی اس رپورٹ سے اتفاق کیا ہے اور اب حکومت شوگران اور پاکیشیا کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ طے پا گیا ہے کہ حکومت شوگران کی مدد سے کافرستان کی سرحد کے ساتھ آئل فیلڈ کی چوڑائی میں سوڈ زائم کی بھاری اور گہری تہہ بچھا دی جائے گی ـــــــ اگر ایسا ہو گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہمارا پلان یکلخت فیل ہو جائے گا اور ہم سوڈ زائم کی اس تہہ کی وجہ سے تیل کو چوس نہ سکیں گے۔ دوسری رپورٹ یہ ملی ہے کہ حکومت شوگران تیل کے بہاؤ کو شمالاً جنوباً کی بجائے شرقاً غرباً کر دینے کا منصوبہ بنا رہی ہے تاکہ آئل فیلڈ صدیوں تک محفوظ کیا جا سکے۔ شرقاً غرباً اس تیل کو کسی طرح بھی نہیں چوسا جا سکتا۔

اور پھر ہمارے منصوبے کو تکمیل تک پہنچنے کے لئے ابھی دو ماہ کا عرصہ درکار ہے اور ہو سکتا ہے کہ ناگزیر حالات کی بنا پر ایک آدھ ماہ مزید بھی لگ جائے جبکہ پاکیشیا کا آئل فیلڈ ورکشاپ کام کے لئے تقریباً تیار ہو چکا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ بعد بھاری مقدار میں تیل نکال کر فروخت کرنا شروع کر دیں گے ـــــــ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ جب تک ہم تیل چوس کر ان کا آئل فیلڈ سوکھائیں گے اس وقت تک وہ اس قدر سرمایہ بہرحال اکٹھا کر لیں گے کہ جس سے وہ اپنے قرضے فوری طور پر اتار کر اعلیٰ ٹیکنالوجی کو حاصل کر لیں ـــــــ یہ دونوں حقیقی خطرے چونکہ ہمارے لئے تشویش کا باعث تھے اس لئے اعلیٰ سطح کی ہنگامی میٹنگ میں اس کا فوری حل سوچا گیا اور پھر طویل بحث مباحثے کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ فوری طور پر پاکیشیا کا آئل فیلڈ ورکشاپ ـــــــ تیل صاف کرنے والا کارخانہ اور پائپ لائنیں تباہ کر دی جائیں۔ اس فیصلے کے بعد یہ فیصلہ ہونا باقی تھا کہ یہ کام کس کے ذمہ لگایا جائے ـــــــ ہم کافرستان کے پاس ایسی تنظیمیں تو موجود ہیں جو یہ کام کر سکتی ہیں۔ لیکن وہ سامنے نہ آنا چاہتے تھے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح کافرستان میں مکمل ہونے والا منصوبہ جسے "سکنگ آئل پلان" کا نام دیا گیا اور جس کا کوڈ نام ایس۔ او۔ پی ہے، ظاہر ہو جاتے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس اس کی تباہی کے لئے کام شروع کر دے ـــــــ ایکریمیا کی سی۔ آئی۔ اے اور روسیاہ کی کے۔ جی۔ بی بھی سیاسی وجوہ کی بنا پر سامنے نہ آنا چاہتی تھیں اور اس اہم ترین منصوبے کے لئے کسی غیر متعلق مجرم تنظیم کو بھی راز دار نہ بنایا جا سکتا تھا۔ چنانچہ اس مشن کی تکمیل کا کام اسرائیل کو سونپ دیا گیا اور

اسرائیل نے بڑے فخر سے اس کی حامی بھر لی ۔۔۔۔ اسرائیلی حکام نے صورت حال کی سنگینی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ یہ مشن ٹاپ راک سیکشن کے ذمے لگایا جائے۔ کیونکہ اسرائیلی حکام کی نظر میں ٹاپ راک ہی ایک ایسا سیکشن ہے جس کی کامیابی یقینی ہے۔ چنانچہ اس طرح یہ مشن ٹاپ راک کے ذمہ لگایا گیا اور مجھے اعلیٰ سطح کی میٹنگ میں بلا کر اس سلسلے کی ساری تفصیلات بھی بتائی گئیں اور ہدایات بھی دی گئیں چنانچہ میں نے یہ ہنگامی میٹنگ بلائی تاکہ اس سلسلے میں فوری کام کا منصوبہ تیار کیا جا سکے ۔۔۔۔ اب میرے خیال میں نوبل کو اپنے سوال کا جواب مل گیا ہوگا" ۔۔۔۔ باس نے طویل سانس لیتے ہوئے تقریر ختم کی ۔

"بالکل باس" ۔۔۔ نوبل نے ایک بار پھر باس کی تائید کرنے کو ضروری سمجھا۔

"اب یہ مشن ہمارے سامنے ہے ۔۔ اب آپ اس پر گفتگو کر سکتے ہیں ۔۔ تبصرہ اور رائے دے سکتے ہیں" ۔۔۔ باس نے کہا۔

"باس ! ۔۔۔ سوڈزائم کی تہہ بچھانے والے مشن کو رد کرنے کے لئے کیا سوچا گیا ہے" ۔۔۔ ؟ ایک اور نوجوان نے پوچھا۔

"اس سلسلے کو ابھی پینڈنگ کر دیا گیا ہے ۔۔۔ کیونکہ ابھی یہ مشن کاغذی کارروائیوں پر مشتمل ہے ۔۔۔ دوسری بات یہ کہ جب پاکیشیا کا آئل فیلڈ ورکشاپ ۔ آئل ریفائنری اور پائپ لائنیں تباہ ہو جائیں گی تو ان کو اپنی پڑ جائے گی ۔۔۔ پھر انہیں اس سوڈزائم والے منصوبے کا خیال تک نہ آئے گا ۔ اور ہمارے مشن کے مکمل ہونے کے بعد پاکیشیا

کے لئے دوبارہ آئل فیلڈ ورکشاپ کی تیاری ۔۔۔ نئی آئل ریفائنری کا قیام اور نئی پائپ لائنوں کی تنصیب اول تو ناممکن ہو جائے گی اور اگر وہ کسی طرح دوبارہ اسے پورا کرنے میں کامیاب بھی ہوا تو اس کے لئے اسے کم از کم دو تین سال کا مزید عرصہ چاہیئے اور اس دوران ہمارا منصوبہ مکمل ہو کر کام شروع کر چکا ہوگا اور پاکیشیا کے حصے میں تیل کے شاید چند قطرے بھی نہ آئیں ۔۔۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکومت شوگران اس تباہی کے بعد دوبارہ امداد سے ہاتھ کھینچ لے۔ تب تو معاملہ بالکل ہی صاف ہو جائے گا" ۔۔۔ باس نے جواب دیا۔

"باس ! ۔۔ اس آئل فیلڈ ورکشاپ ۔۔ آئل ریفائنری اور پائپ لائنوں کی حفاظت کے لئے کیسے انتظامات کئے گئے ہیں" ۔۔ ؟ ایک اور نوجوان نے پوچھا۔

"موشے نے اچھا سوال کیا ہے ۔۔۔ یہ سوال ہمارے مشن کی تکمیل کے لئے انتہائی اہم ہے ۔۔۔ ہمارے ایجنٹوں نے اس سلسلے میں جو رپورٹ حکومت کو مہیا کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ انتظامات عام نوعیت کے ہیں جیسے کہ ہونے چاہئیں ۔۔۔ سیکیورٹی گارڈز۔ چیک پوسٹیں ۔۔۔ سائنسی چیکنگ ۔ لیکن عام نوعیت کی ۔ اس لئے یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کے لئے ٹاپ راک سیکشن کو پریشانی لاحق ہو۔ البتہ ایک خدشہ ہمارے سامنے ہے کہ پاکیشیا کی سیکرٹ سروس انتہائی خطرناک اور ذہین افراد پر مشتمل ہے ۔ اگر اسے ہمارے مشن کی بھنک پڑ گئی تو نتیجے میں وہ کود پڑے گی اور اس کے بعد ہمارے مشن کی تکمیل میں رکاوٹیں پیدا ہو سکتی ہیں ۔ اس کے لئے دو راستے تھے ۔ ایک تو

یہ کہ پہلے ایک مشن کے تحت براہِ راست سیکرٹ سروس سے ٹکر لی جائے اور اس کو ختم کر دیا جائے۔ اس کے بعد اصل مشن کی تکمیل کی جائے جبکہ دوسری رائے یہ تھی کہ سیکرٹ سروس کو چھیڑے بغیر مشن مکمل کیا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے سیکرٹ سروس سے براہِ راست ٹکراؤ میں دیر لگ جائے اور دیر ہمارے لئے اور ہمارے مشن کے لئے خطرناک ہے۔ ہمیں تو پوری برق رفتاری سے کام کرنا ہے ـــــ لیکن سیکرٹ سروس کو روکنا بھی ضروری ہے ـــــ چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ اصل مشن پر بھرپور توجہ دی جائے ـــــ اور جب یہ محسوس کیا جائے کہ سیکرٹ سروس کو اس مشن کی بھنک پڑ گئی ہے تو پھر اسے کسی دوسری طرف مصروف کر دیا جائے ـــــ گوریلا کارروائیاں کی جائیں ـــــ ڈیم ـــــ پل ـــــ اور اہم تنصیبات پر حملے کئے جائیں ـــــ اہم شخصیات پر قاتلانہ حملے کئے جائیں۔ اس طرح سیکرٹ سروس کی توجہ اس طرف مبذول ہو جائے گی اور اس دوران اصل مشن تکمیل پا جائے گا" ـــــ باس نے جواب دیا۔

"ویری گڈ! ـــــ یہ بہت اچھا منصوبہ ہے" ـــــ سارے ممبران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو سنو! ـــــ اب میں ٹاپ راک کے اس مشن کی پلاننگ آپ کو بتاتا ہوں۔ ٹاپ راک کا ہیڈ کوارٹر دارالحکومت میں ہو گا ـــــ وہاں ہمارے کارکن پہلے ہی پہنچ کر ابتدائی انتظامات اور معلومات حاصل کر چکے ہیں ـــــ نوبل اور موشے سیکشن اصل ٹارگٹ پر کام کریں گے رچرڈ اور مائیکل سیکشن گوریلا کارروائیوں کے لئے کام کریں گے اور

میرا سیکشن ایک شخص علی عمران کے قتل پر مامور ہو گا۔ جب کہ میں خود ہیڈ کوارٹر میں رہ کر تمام سیکشنوں کو کنٹرول بھی کروں گا اور آپس میں رابطہ بھی قائم کروں گا" ـــــ باس نے کہا۔

"علی عمران! ـــــ کیا یہ سیکرٹ سروس کا چیف ہے" ـــــ چاروں نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں ـــــ اس کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ فری لانسر ٹائپ کا آدمی ہے۔ سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے ـــــ لیکن سیکرٹ سروس کا رکن نہیں ہے۔ بظاہر انتہائی سادہ لوح۔ احمق اور مسخرہ سا نوجوان ہے۔ لیکن اس کا اصل روپ انتہائی عیارانہ ـــــ ذہانت آمیز اور بھیانک ہے۔ اس نے بڑے بڑے جاسوسوں ـــــ مجرم تنظیموں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اسے پاکیشیا کی نمبر ایک شخصیت سمجھا جاتا ہے ـــــ اس لئے اس کی موت کا مطلب آدھی سے زیادہ سیکرٹ سروس کا خاتمہ ہو گا۔ اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میرا سیکشن اس کے خاتمے کے لئے کام کرے گا ـــــ اس کے خاتمہ کے بعد میرا سیکشن جہاں مناسب ہو گا دوسرے سیکشنوں سے تعاون کرے گا" ـــــ باس نے کہا۔

"مگر باس! ـــــ آپ نے جو پلان بنایا ہے اس کے لئے تو بے شمار کارکنوں کی بھیڑ اکٹھی کرنی پڑے گی ـــــ اور ایسی صورت میں تیز رفتاری سے کام ناممکن ہو جائے گا" ـــــ مائیکل نے کہا۔

"تمہاری بات درست ہے۔ اس لئے اس بات کا فیصلہ کیا گیا ہے کہ ہر سیکشن صرف پانچ افراد پر مشتمل ہو گا ـــــ یعنی تمہارے علاوہ چار

افراد ـــــ اب ان چار افراد کا چناؤ تم اپنے سیکشنوں سے خود کرو گے۔ باقی کام وہاں کے مقامی غنڈوں اور مجرم تنظیموں سے لیا جائے گا تاکہ کام کو تیز رفتاری سے کیا جا سکے"ـــــ باس نے جواب دیا۔

"گڈ!ـــــ یہ بہتر رہے گا۔ اس طرح ہم سب انتہائی تیز رفتاری سے کام کر سکیں گے"ـــــ چاروں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو یہ ہے نقشہ دارالحکومت اور آئل فیلڈ ورکشاپ۔ آئل ریفائنری اور پائپ لائنوں کا"ـــــ باس نے بریف کیس سے ایک بڑا نقشہ نکال کر اسے پھیلا کر میز پر رکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب اس نقشے پر جھک گئے۔ اس کے بعد تفصیلی پلاننگ پر غور و فکر شروع ہو گیا۔ اور تقریباً ایک گھنٹے تک پلاننگ کی تفصیلات طے ہوتی رہیں اس کے بعد باس نے سب کو ضروری ہدایات دیں اور پھر یہ ہنگامی میٹنگ برخاست ہو گئی۔

سب سے پہلے باس اٹھا اور بریف کیس اٹھا کر اس چھوٹے دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس کے بعد باری باری وہ چاروں افراد بھی بڑے دروازے سے باہر نکلتے چلے گئے اور ہال نما کمرہ خالی ہو گیا۔ ہال کے خالی ہونے کے دس منٹ بعد ایک خوبصورت سی نوجوان لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا۔ اس نے میز پر پڑا ہوا سگار کا ڈبہ اور لائٹر اٹھا کر اس بیگ میں ڈالا اور اس کے بعد اس نے بیگ کے ایک اور حصے کی زپ کھولی اور میز پر پڑے ہوئے بڑے بڑے ایش ٹرے باری باری اٹھا کر ان میں موجود راکھ کو بیگ کے اس حصے میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔ چاروں ایش ٹرے

خالی کرنے کے بعد اس نے بیگ کا وہ حصہ بند کیا اور پھر تیزی سے اس کا ایک اور تیسرا حصہ کھولا۔ اس نے اس میں سے ایک خالی ایش ٹرے نکالا۔ یہ ایش ٹرے بالکل ایسا ہی تھا جیسے ایش ٹرے میز پر موجود تھے۔ اس نے بڑی پھرتی سے میز پر پڑے ہوئے ایش ٹرے میں سے ایک اٹھا کر اسے بیگ کے اس خفیہ حصے میں منتقل کیا اور بیگ سے برآمد ہونے والا ایش ٹرے اس کی جگہ میز پر رکھ کر اس نے وہ حصہ بند کیا اور پھر بڑے مطمئن انداز میں واپس چھوٹے دروازے کی طرف مڑ گئی۔

عمران نے کار ہوٹل زرتاج کے کمپاؤنڈ کی طرف موڑ دی۔ آج کل وہ فارغ تھا اور ظاہر ہے فراغت میں اس نے ہوٹلوں کی ہی خاک چھاننی تھی۔ اس کے جسم پر وہی لباس تھا جو اسے سالگرہ کے لئے پہنایا گیا تھا اور سالگرہ کا کیک اور فنکشن عمران نے خود خراب کر دیا تھا جب وہ سر رحمان کے کمرے سے ایک لاکھ روپے کا چیک لیکر باہر نکلا تو اچانک کسی نے جھپٹا مار کر اس کے ہاتھ سے چیک چھین لیا اور عمران ہائیں ہائیں ہی کرتا رہ گیا۔ اور ثریا اس کے ہاتھ سے چیک جھپٹ کر بھاگ پڑی۔ وہ شاید دروازے کے باہر کھڑی یہ ساری باتیں سن رہی تھی۔

"تم نے ابو کو بے وقوف بنا کر چیک لے لیا ۔۔۔ اب شرافت سے چلے جاؤ ۔۔۔ ورنہ میں ابو کو اصل بات بتا دوں گی اور پھر ایک لاکھ روپے کی بجائے ایک لاکھ جوتیاں پڑیں گی" ۔۔۔ ثریا نے کہا۔

"مگر یہ تو میری سالگرہ کا تحفہ ہے" ۔۔۔ عمران نے رو دینے والے انداز میں کہا۔

"ہونں ۔۔۔ سارا خرچہ میں نے کیا اور عین موقع پر تم نے کھیل بگاڑ دیا ۔۔۔ اب بھگتو" ۔۔۔ ثریا نے کہا اور پھر تیزی سے دوڑتی ہوئی کسی کمرے میں غائب ہو گئی اور عمران مسکراتا ہوا اپنی والدہ کے پاس گیا۔ اور پھر ان سے ایک ضروری کام کا بہانہ بنا کر وہ جب غسل خانے میں لباس بدلنے کے لئے گیا تو وہاں اس کا لباس غائب ہو چکا تھا۔ یہ بھی شاید ثریا کی شرارت تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کا بھائی یہی لباس پہن کر واپس جائے اور پھر عمران ہنستا ہوا اسی لباس میں ملبوس کار میں بیٹھ کر کوٹھی سے باہر آ گیا۔

کوٹھی سے نکلتے وقت عمران کا خیال تھا کہ وہ واپس اپنے فلیٹ میں جائے گا۔ لیکن راستے میں ہوٹل زرتاج کی عمارت دیکھتے ہی اس کا موڈ بدل گیا اور اس نے کار ہوٹل زرتاج کے کمپاؤنڈ کی طرف موڑ دی کار پارکنگ میں روک کر وہ جب باہر نکلا تو اسی لمحے ایک سیاہ رنگ کی کار بھی اس کے قریب آ کر رکی۔ عمران جیب سے چابیاں نکال کر اپنی کار کا دروازہ لاک کر رہا تھا۔ اس لئے اس نے سرسری طور پر ہی اس سیاہ رنگ کی کار کی طرف دیکھا تھا۔ پھر جیسے ہی وہ کار کا دروازہ لاک کر کے مڑا، اچانک اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اور دوسرے لمحے وہ ایک دھماکے سے اس سیاہ رنگ کی کار کی پچھلی نشست پر جا گرا۔ مضبوط ہاتھوں نے اسے یکلخت اٹھا کر کار کے اندر پٹخ دیا تھا۔ کار کی سیٹ پر گرتے ہی اس نے تیزی سے اچھلنے کی کوشش کی۔ لیکن اس

کے سر پر جیسے یکلخت قیامت سی ٹوٹ پڑی۔ اس نے سر کو جھٹکنا چاہا۔ مگر دوسری بار اس کے سر میں دھماکہ سا ہوا اور اس کے ساتھ ہی حواس اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔

"اس کو وہیں گولی مار دینی تھی ــــ اٹھا کر لے آنے کی کیا ضرورت تھی" ــــ اچانک ایک چیختی ہوئی آواز عمران کے کانوں سے ٹکرائی اور اس کا ذہن ہوشیار ہوتا چلا گیا۔ اس کو جسم کو جس انداز میں ہچکولے لگ رہے تھے اس سے وہ آنکھیں کھولے بغیر ہی سمجھ گیا کہ وہ کسی کار میں سوار ہے۔

"باس! ــــ ہوٹل میں خاصا رش تھا ــــ وہاں اس کے قتل کے بعد ہمارا نکلنا مشکل ہو جاتا۔ اس لئے ہم نے اسے اغوا کرنا زیادہ مناسب سمجھا ــــ اب کسی بھی ویرانے میں لے جا کر اطمینان سے اسے گولی مار دیں گے" ــــ عمران کے قریب ہی ایک شخص کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔ اور عمران سمجھ گیا کہ کار کے ٹرانسمیٹر پر گفتگو ہو رہی ہے۔ لیکن اس کے ذہن میں یہی ہلچل تھی کہ آخر یہ چکر کیا چل پڑا ہے۔ اس کے پاس تو آجکل کوئی کیس نہ تھا۔ پھر اس حد تک آگے بڑھ جانے والے کون ہیں؟

عمران نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں اور پھر ماحول کا جائزہ لے کر اس نے آنکھیں دوبارہ بند کر لیں۔ اس کے خیال کی تصدیق ہو گئی تھی۔ وہ کار کی پچھلی نشستوں کے درمیان فرش پر اوندھے منہ پڑا ہوا تھا اور پچھلی نشست پر دو قوی ہیکل غیر ملکی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں سب مشین گن تھی جب کہ دوسرے کے ہاتھ میں

ریوالور تھا۔ ان دونوں نے اپنے پیر عمران کی پشت پر رکھے ہوئے تھے۔ ٹرانسمیٹر پر بات کرنے والے کی آواز اگلی سیٹ سے آ رہی تھی اور یہ سیٹ ڈرائیور کے پاس والی سیٹ تھی۔ اس سے عمران سمجھ گیا کہ آگے ڈرائیور سمیت دو افراد موجود ہیں۔ وہ سب شاید اسے بیہوش کرنے کے بعد مطمئن ہو گئے تھے کہ کم از کم دو تین گھنٹوں سے پہلے اسے ہوش نہیں آ سکتا۔ اور واقعی جس انداز کی ضربیں اس کے سر پر لگائی گئی تھیں، اس کا نتیجہ یہی نکلنا چاہیئے تھا۔ لیکن وہ عمران کی قوت مدافعت کے بارے میں لاعلم تھے کہ عمران کی قوت مدافعت عام لوگوں جیسی نہ تھی۔ اس لئے عمران شاید دس پندرہ منٹ بعد ہی ہوش میں آ گیا تھا۔ دس پندرہ منٹوں کا اندازہ بھی اس نے اس طرح لگا لیا تھا کہ جس سڑک پر کار دوڑ رہی تھی اس پر ٹریفک کا شور نہ تھا۔ البتہ کبھی کبھار اکا دکا گاڑی قریب سے گزر رہی تھی۔ اور عمران جانتا تھا کہ ہوٹل زرتاج شہر کے وسط میں ہے۔ ظاہر ہے وہاں سے نکل کر کسی بھی ویران سڑک پر پہنچنے میں دس پندرہ منٹ تو لگ ہی جاتے ہیں۔ اور شاید انہوں نے بھی ٹرانسمیٹر پر بات چیت شہر سے باہر نکلنے کے بعد ہی شروع کی تھی۔ تاکہ اطمینان سے بات چیت ہو سکے۔

"باس! ــــ ہم جب اس کے فلیٹ پر پہنچے تو یہ اس وقت کار میں سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا ــــ سڑک پر ٹریفک بے پناہ تھا۔ اس لئے ہم نے اس کا تعاقب کیا تو یہ ایک سرکاری کوٹھی میں چلا گیا۔ کافی دیر بعد یہ باہر نکلا تو اس کا لباس بدلا ہوا تھا۔ اس لئے ہم سے فوری طور پر پہچانا نہ گیا۔ لیکن ہم اس کا تعاقب کرتے رہے۔ جب یہ ہوٹل کے

کمپاؤنڈ میں کار روک کر باہر نکلا تو ہم نے اسے بخوبی پہچان لیا۔ اور اب یہ کار میں بیہوش پڑا ہوا ہے۔ اوور" ـــــــ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے غیر ملکی نے جواب دیا۔

"او۔کے ـــــ اسے فوراً کسی ویران مقام پر لے جاکر گولیوں سے چھلنی کر دو۔ اور اس کے بعد اس کی لاش لے کر میرے پاس پہنچ جاؤ لیکن اسے مُردہ حالت میں ہونا چاہیئے ـــــ اور سنو! ـــــ انتہائی احتیاط سے کام ہونا چاہیئے۔ اوور" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"او۔کے باس ـ اوور" ـــــ فرنٹ سیٹ سے جواب دیا گیا۔

"اوور اینڈ آل" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی کلک کی آواز کے ساتھ خاموشی طاری ہو گئی۔

"اب کیا پروگرام ہے ـــــ؟ میرا خیال ہے جتنی جلد اس کا خاتمہ ہو سکے اتنا ہی بہتر ہے" ـــــ فرنٹ سیٹ سے کہا گیا۔

"یس باس! ـــــ جگہ تو یہ اچھی ہے ـــــ سائیڈ پر درختوں کا ذخیرہ ہے" ـــــ پچھلی نشست پر بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے ـــــ سائیڈ میں روک لو کار" ـــــ باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی کار کو جھٹکا لگا اور پھر وہ آہستہ ہو کر تیزی سے بائیں ہاتھ کو مڑتی چلی گئی۔ اور چند لمحوں بعد کار ایک جھٹکے سے رُک گئی دروازے کھُلے اور پھر وہ چاروں ہی باہر نکل گئے۔ صرف عمران اندر موجود تھا۔

"اسے اٹھا کر درختوں میں لے چلو" ـــــ باس کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی عمران کے جسم کو باہر کی طرف گھسیٹ لیا گیا۔

دوسرے لمحے وہ ایک آدمی کے کاندھے پر لٹکا ہوا تھا۔ اس نے نیم وا آنکھوں سے دیکھا کہ ڈرائیور وہیں کار کے قریب ہی کھڑا تھا جب کہ سب مشین گن والا اس کے پیچھے چل رہا تھا اور ظاہر ہے باس آگے جا رہا ہو گا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ درختوں کے گھنے ذخیرے کے اندر پہنچ گئے۔

"یہ جگہ ٹھیک ہے ـــــ اسے نیچے پھینکو اور اس پر گولیوں کی بارش کر دو" ـــــ باس نے کہا اور دوسرے لمحے عمران کو اٹھائے ہوئے شخص نے اُسے نیچے پھینکنے کے لئے جسم کو حرکت دی۔ لیکن اسی لمحے عمران یکلخت نیچے کھسکا اور پلک جھپکنے میں وہ آدمی جس نے عمران کو اٹھایا ہوا تھا اس کے سر پر سے ہوتا ہوا باس پر جا گرا۔ اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی تھی اور عمران نے اُسے گراتے ہی ایک زوردار چھلانگ لگائی اور سامنے کھڑے ہوئے سب مشین گن بردار سے جا ٹکرایا۔ دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور اب وہ سب مشین گن اس کے ہاتھ میں تھی اور باس اور عمران کو اٹھا کر لے آنے والا اچھل کر کھڑے ہو گئے تھے جب کہ سب مشین گن بردار زمین سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"خبردار! ـــــ کوئی حرکت نہ کرے" ـــــ عمران نے تیزی سے پیچھے ہٹ کر تیز لہجے میں کہا۔

مگر اسی لمحے باس کے ہاتھ سے شعلہ سا نکلا۔ مگر عمران بجلی کی سی تیزی سے ایک طرف ہٹا اور پھر سب مشین گن کی تڑتڑاہٹ گونج اٹھی اور باس اور عمران کو لے آنے والا دونوں لٹو کی طرح گھومتے ہوئے زمین پر

جاگر سے۔

عمران تیزی سے اس طرف مڑا جدھر تیسرا آدمی گرا ہوا تھا اور پھر
عمران کو ایک بار پھر ٹریگر دبانا پڑا۔ کیونکہ وہ عمران پر چھلانگ لگا چکا
اور وہ اتنا نزدیک پہنچ چکا تھا کہ عمران ایک طرف بھی نہ ہٹ سک
تھا۔ مشین گن کی گولیوں کا پورا سرکٹ اس آدمی کے پیٹ میں پڑا
وہ بے چارہ چیخ بھی نہ سکا اور وہ چھپکلی کی طرح عمران کے قدمو
میں آگرا۔ وہ بھی ہلاک ہو چکا تھا۔

عمران نے ایک طویل سانس لیا۔ وہ دراصل ایک آدمی کو زندہ ر
چاہتا تھا تاکہ اس سے معلومات حاصل کر سکے۔ لیکن صورت حال
ایسی ہو گئی تھی کہ اُسے تینوں کا ہی خاتمہ کرنا پڑا۔ اب صرف ڈرائ
باقی رہ گیا تھا۔ چنانچہ عمران تیزی سے واپس پلٹا۔ وہ مطمئن تھا
ڈرائیور اپنی جگہ موجود ہوگا۔ کیونکہ اس نے تو یہی سمجھا ہوگا کہ عمران
خاتمہ کیا جا رہا ہے۔

لیکن جیسے ہی عمران ایک درخت کی آڑ سے نکلا۔ اس نے
سڑک پر کھڑے ہوئے ڈرائیور کو تیزی سے کار میں بیٹھتے ہوئے
وہ شاید لباس کی چمک کی وجہ سے عمران کو پہچان گیا تھا عمران
پھرتی سے مشین گن سیدھی کی اور کار کے ٹائروں پر فائرنگ کر
مگر دوسرے لمحے کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ اور اس
اچانک آگے بڑھنے کی وجہ سے گولیاں صحیح نشانے پر نہ لگیں۔
باڈی سے ٹکرا کر پیچھے گر پڑیں اور کار سائیں کرتی ہوئی درختوں کی
میں غائب ہو گئی۔ اب کار کے پیچھے بھاگنا فضول تھا۔ اس لئے عم

ایک طویل سانس لیتا ہوا واپس مڑا۔ اس نے ان تینوں کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ مگر ان تینوں کی جیبوں سے کچھ بھی نہ نکلا۔ سوائے ایک خنجر اور ایک چاقو کے اور کوئی کاغذ تک ان کی جیبوں میں نہ تھا۔ عمران نے تلاشی سے فارغ ہو کر مشین گن ایک طرف پھینک دی۔ کیونکہ جو لباس اس نے پہن رکھا تھا اس میں مشین گن چھپائی نہ جا سکتی تھی اور مشین گن ہاتھ میں پکڑ کر وہ سڑک پر نہ جا سکتا تھا۔ اور ویسے بھی اس کے لئے اب مشین گن بیکار تھی۔ چنانچہ مشین گن پھینک کر وہ بجائے سڑک پر جانے کے لئے تیزی سے دائیں طرف درختوں کے اندر بڑھتا چلا گیا۔ وہ کافی فاصلہ دے کر سڑک پر پہنچنا چاہتا تھا تاکہ اس پر بے خبری میں دوبارہ حملہ نہ کیا جا سکے۔

کافی دُور آنے کے بعد وہ مڑا اور پھر تھوڑی دیر بعد سڑک پر پہنچ گیا۔ سڑک خالی تھی۔ اس لئے وہ سڑک کراس کر کے دوسری طرف موجود کھیتوں میں بڑھتا گیا۔ اس نے سڑک پر چلتے ہوئے آگے بڑھنے کا فیصلہ بدل دیا تھا۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ اس سڑک پر کافی طویل فاصلے تک اُسے ٹیکسی نہ مل سکے گی۔ جب کہ کھیتوں کو پار کر کے وہ ایک اور سڑک پر آسانی سے پہنچ سکتا ہے جو زیادہ مصروف تھی اور جہاں ٹیکسی ملنے کا امکان موجود تھا۔ چنانچہ فصلوں کے درمیان چلتا ہوا وہ تھوڑی ہی دیر میں سڑک پر پہنچ گیا اور پھر توقع کے مطابق اُسے ٹیکسی مل گئی اور عمران نے اُسے دانش منزل والے روڈ کا پتہ بتا دیا۔ وہ اب واپس فلیٹ میں نہ جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ فلیٹ مجرموں کی نظروں میں آ گیا تھا۔ البتہ عمران ٹیکسی میں بیٹھا یہی سوچ

رہا تھا کہ آخر اس پر حملہ کرنے والے کون ہیں۔ وہ چونکہ چاروں غیر ملکی تھے اس لئے عمران اتنی بات تو سمجھتا تھا کہ کوئی غیر ملکی تنظیم ملک میں پہنچ چکی ہے۔ لیکن یہ کونسی تنظیم ہے اس کا پتہ اُسے نہ تھا۔ اور ظاہر ہے نہ فوری طور پر پتہ چل سکتا تھا۔ کار کی نمبر پلیٹ بھی وہ نہ دیکھ سکا تھا۔ اس لئے اب تو صرف ایک سراغ باقی رہ گیا تھا کہ ایسی کار تلاش کی جائے جس پر گولیوں کے نشان ہوں۔ لیکن ظاہر ہے اتنے وسیع شہر میں جہاں بلامبالغہ لاکھوں کی تعداد میں کاریں موجود ہوں ایسی کار تلاش نہ کی جاسکتی تھی اور پھر یہ ضروری بھی نہ تھا کہ آئندہ بھی مجرم اسی کار کو استعمال کریں گے۔ ہوسکتا ہے وہ اسے گیراج ہی بند کر دیں۔ یا کسی بھی ورکشاپ سے فوری طور پر اس کی ڈینٹنگ اور پینٹنگ بھی ہو سکتی تھی۔

"جناب آصف روڈ کا پہلا چوک آگیا ہے" ــــ اچانک ٹیکسی ڈرائیور کی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے ــــ یہیں روک دو" ــــ عمران نے کہا اور پھر ٹیکسی ایک طرف رکتے ہی وہ نیچے اترا اور پھر کرایہ دینے کے بعد وہ اس وقت تک وہیں رکا رہا جب تک ٹیکسی موڑ مڑ کر اس کی نظروں سے غائب نہ ہوگئی۔ اس کے بعد وہ تیز تیز قدم اٹھاتا دانش منزل کی طرف بڑھتا گیا۔

سرخ رنگ کی لمبی سی کار جس کے آگے ایک مغربی ملک کا جھنڈا لہرا رہا تھا، خاصی تیز رفتاری سے بھرکنڈی آئل فیلڈ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ باوردی ڈرائیور ہاتھوں میں سفید دستانے پہنے بڑے محتاط انداز میں کار چلا رہا تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک خوبصورت سفید فام لڑکی نیلا اسکرٹ پہنے بیٹھی ہوئی تھی جب کہ پچھلی سیٹ پر ایک لمبا تڑنگا آدمی تھری پیس سوٹ میں ملبوس اکڑا بیٹھا تھا۔ اس کی کنپٹیوں کے بال سفید تھے اور چہرے پر وقار اور تمکنت نمایاں تھی۔ کار کے آگے اسی مغربی ملک کے سفارت خانے کی پلیٹ موجود تھی۔

"ڈریسی! ــــ تم نے اپنے کام پر غور کر لیا ہے نا ــــ کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہونی چاہیئے" ــــ پیچھے بیٹھے ہوئے نوجوان نے کرخت لہجے میں لڑکی سے کہا۔

"یس باس ! ___ آپ بے فکر رہیں۔ سب کام بالکل درست انداز میں ہو جائے گا" ___ لڑکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور کار میں ایک بار پھر خاموشی طاری ہو گئی۔

وہ جس سڑک پر سے گزر رہے تھے وہ سڑک ریت کے ٹیلوں کے درمیان سے ہو کر گزرتی تھی اور اس پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ کبھی کبھار اس پر سے کوئی ٹرک یا کار گزر جاتی تھی ورنہ وہاں سکوت ہی طاری رہتا تھا۔

سڑک کھلی اور نئی نئی سی لگتی تھی۔ کار خاصی تیز رفتاری سے مسلسل آگے بڑھی چلی جا رہی تھی اور پھر تھوڑا سا اور فاصلہ طے کرنے کے بعد سڑک نے جیسے ہی ایک موڑ کاٹا، ڈرائیور نے بریک پر پیر رکھ دیا اور کار آہستہ ہوتی ہوئی سڑک کے درمیان موجود بیریر کے سامنے رک گئی۔

بیریر کے دونوں اطراف میں کمرے بنے ہوئے تھے اور چار مسلح سپاہی بیریر کے سامنے بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے جیسے ہی کار بیریر کے سامنے رکی۔ ایک کمرے میں سے ایک باوردی نوجوان نکل کر تیزی سے کار کی طرف بڑھا۔ ٹریسی نے کھڑکی میں سے ہاتھ باہر نکال کر ایک سرخ رنگ کا کارڈ اس کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ نوجوان کارڈ لے کر واپس کمرے میں چلا گیا۔

چند لمحوں بعد ہی وہ تیز تیز قدم اٹھاتا باہر آیا اور اس نے ٹریسی کو وہ کارڈ واپس کر کے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی بیریر اوپر اٹھتا چلا گیا۔ ڈرائیور نے کار آگے بڑھا دی۔

تقریباً ایک میل بعد ہی اس قسم کی دوسری چیک پوسٹ آ گئی۔

یہاں بھی یہی عمل دوہرایا گیا اور اس کے بعد کار آگے بڑھی تو عمارتوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا یہ بھر کنڈی آئل فیلڈ کے مین دفاتر تھے۔ ڈرائیور نے کار ایک بڑی سی عمارت کے سامنے جا کر روک دی اور پھر نیچے اتر آیا۔

اسی لمحے عمارت کے دروازے سے ایک ادھیڑ عمر آدمی باہر آیا۔ اس کے ساتھ دو اور نوجوان بھی تھے۔ اور وہ تینوں بڑی تیزی سے چلتے ہوئے کار سے نکلنے والے شخص کی طرف بڑھے۔

"خوش آمدید مسٹر رچرڈ ! ___ ہم آپ ہی کے منتظر تھے" ___ ادھیڑ عمر شخص نے آگے بڑھ کر کار سے برآمد ہونے والے شخص سے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"تھینک مسٹر خورشید ! ___ میرے خیال میں ہم صحیح وقت پر پہنچے ہیں ___ یہ میری سیکرٹری ٹریسی گالبتھ ہے" ___ رچرڈ نے جواب دینے کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھ کھڑی ہوئی ٹریسی کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اوہ خوش آمدید مس ٹریسی ___ آپ شاید پہلی بار تشریف لائی ہیں ___ میرا نام خورشید ہے اور میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہوں۔ یہ میرے ساتھی افضل اور عالم ہیں سیکشن آفیسرز" ___ خورشید نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا تعارف ٹریسی سے کراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں ! ___ میں ابھی ٹرانسفر ہو کر مسٹر رچرڈ کے پاس آئی ہوں ___ اور مسٹر رچرڈ جس انداز میں آپ کی تعریف کرتے ہیں اس سے مجھے آپ سے ملاقات کا بے حد شوق تھا" ___ ٹریسی نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

" اوہ ان کی مہربانی ہے " ــــ خورشید نے دانت نکالتے ہوئے کہا، ویسے اس کی نظریں ٹریسی کے سراپے پر جمی ہوئی تھیں اور نظروں سے ہوس کے آثار نمایاں تھے۔

" خورشید صاحب! ــ کیا آج ہمیں یہیں کھڑے رکھنا ہے " ــ رچرڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اوہ سوری ــ ویری سوری ــ آیئے تشریف لایئے " ــ خورشید نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا اور اس کے ساتھی اور رچرڈ بیک وقت مسکرا دیئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب ایک سجے سجائے دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ٹریسی کو خورشید نے خاص طور پر اپنے ساتھ والی کرسی پر بٹھایا ہوا تھا۔

" میرے خیال میں پہلے کام ہو جائے۔ اس کے بعد باتیں ہوں گی " رچرڈ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

" افضل! ــ فائل لے آؤ " ــــ خورشید نے افضل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

" یس سر " ــــ افضل نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور وہ اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا دفتر سے باہر نکلتا چلا گیا۔

" اس بار آپ کو ہم سے خصوصی رعایت کرنی ہو گی مسٹر رچرڈ " خورشید نے آگے جھک کر قدرے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

" وہ کیسے ــ ؟ میرا خیال ہے کہ ہمارے ریٹس تو طے شدہ ہیں "

رچرڈ نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

" جی ہاں طے تو ہیں ــ لیکن ایک افریقی ملک نے چیئرمین کو خصوصی پیشکش کی ہے اور چیئرمین اس پیشکش پر غور کرنا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے مداخلت کی کہ ہم آپ سے خصوصی رعایت کرا لیں گے ــ آخر آپ ہماری پرانی پارٹی ہیں " ــــ خورشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" سوری مسٹر خورشید! ــ میں خود تو یہ فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اس کا فیصلہ تو سفیر صاحب ہی کر سکتے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ وہ ان معاملات میں کتنے سخت ہیں " ــــ رچرڈ نے قدرے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے افضل ایک بڑی سی فائل اٹھائے اندر داخل ہوا اور اس نے فائل کھول کر ایک ٹائپ شدہ کاغذ رچرڈ کے سامنے رکھ دیا۔

" کچھ نہ کچھ تو کیجئے ــ میں چیئرمین سے وعدہ کر بیٹھا ہوں کہ آپ سے رعایت کرا لوں گا اور یہ بات میں بھی جانتا ہوں کہ آپ کتنے بااثر ہیں ــ جناب سفیر صاحب آپ کی بات نہیں ٹال سکتے ــ دوسری بات پرسنل ہے کہ اگر آپ نے کچھ رعایت کرا دی تو میری ترقی بھی ہو سکتی ہے " ــــ خورشید نے جواب دیا۔

" لیکن آپ نے ریٹس بہت کم لگائے ہیں ــ ان ریٹس پر تو ہم مال سپلائی نہیں کر سکتے ــ ویری سوری ــ یہ تو بہت فرق ہے " رچرڈ نے بُرا سا منہ بنا کر سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کی نظریں کاغذ پر جمی ہوئی تھیں۔

" آپ کے لئے کیا فرق پڑتا ہے جناب! ـــ آپ کا ملک تو اتنا امیر ہے کہ وہ چاہے تو ہمیں مفت بھی مال سپلائی کر سکتا ہے" ـــ خورشید نے کہا۔

" یہ بات اپنی جگہ درست ہے ـــ لیکن ویری سوری! ـــ اتنا فرق نہیں ہو سکتا۔ ہمیں یہ سودا کینسل کرنا ہوگا ـــ آپ بے شک اس افریقی ملک سے بات کر لیں۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارا ملک آپ کو مزید کتنی سہولیات دے رہا ہے اور سودا کینسل ہونے کے بعد یہ تمام سہولیات بھی ختم ہو جائیں گی" ـــ رچرڈ نے سخت لہجے میں کہا۔

" کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس بار آپ پرانے ریٹس پر سودا طے کر لیں اور آئندہ کے لئے مسٹر رچرڈ آپ کے نئے ریٹس کے بارے میں کوشش کریں ـــ مسئلہ تو صرف ایک ماہ کا ہے" ـــ ٹریسی جو اب تک خاموش بیٹھی تھی بول پڑی۔

" نہیں مس ٹریسی! ـــ آپ نہیں سمجھتیں۔ میں آئندہ کے لئے بھی حتمی وعدہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے یہ سودا کینسل ہی کرنا پڑے گا" ـــ رچرڈ نے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

" اوہ آپ تو بالکل ہی ناراض ہو گئے مسٹر رچرڈ! ـــ کوئی بات نہیں میں چیئرمین صاحب سے بات کر لونگا ـــ آپ پرانے ریٹس پر ہی معاہدہ سائن کر دیجئے" ـــ خورشید نے اچانک پینترا بدلتے ہوئے کہا اور رچرڈ اور ٹریسی کے چہروں پر مسکراہٹ آ گئی۔

" یقین کیجئے مسٹر خورشید! ـــ میں مجبور ہوں ورنہ یہ کوئی ایسی بات

نہ تھی" ـــ رچرڈ نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

" کوئی بات نہیں جناب! ـــ مس ٹریسی پہلی بار تشریف لائی ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ وہ ناکام واپس جائیں" ـــ خورشید نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور اس نے افضل کو اشارہ کیا تو اس نے فائل میں سے وہ صفحہ کھینچ لیا۔ اب نیچے ایک اور ٹائپ شدہ کاغذ تھا۔

" اوہ تو آپ نے دونوں کاغذ لگا رکھے تھے" ـــ رچرڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" کیا کریں جناب! ـــ کوشش کرنا تو ہمارا فرض ہے" ـــ خورشید نے کہا اور رچرڈ نے مسکراتے ہوئے جیب سے قلم نکالا اور کاغذ پر سائن کر دیئے۔ ٹریسی نے اپنے ہینڈ بیگ سے ایک اسٹمپ نکالی اور اس نے اٹھ کر رچرڈ کے دستخطوں کے نیچے وہ اسٹمپ لگا دی۔

" تھینک یو" ـــ خورشید نے کہا اور پھر اس نے افضل اور عالم کو جانے کا اشارہ کیا۔ دوسرے لمحے ایک چپڑاسی اندر داخل ہوا۔ اور اس نے شراب کی ایک بوتل اور تین گلاس میز پر رکھ دیئے اور پھر خورشید نے خود ہی بوتل کا کارک ہٹا کر گلاس بھرے اور پھر ایک گلاس رچرڈ کی طرف کھسکانے کے بعد اس نے دوسرا گلاس مس ٹریسی کی طرف بڑھا دیا۔

" تھینک یو" ـــ ٹریسی نے کہا۔

" مسٹر خورشید کے پاس بہت پرانی شراب کا بڑا شاندار ذخیرہ ہے مس ٹریسی" ـــ رچرڈ نے گلاس اٹھاتے ہوئے ٹریسی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ اچھا واقعی" ــــــ ٹریسی نے حیرت بھرے انداز میں آنکھیں پھاڑتے ہوتے کہا جیسے اُسے یقین نہ آرہا ہو۔

"بس شوق کی بات ہے مس ٹریسی! ــــــ اگر آپ یہ شراب پینا چاہیں تو میری طرف سے دعوتِ عام ہے۔ مجھے آپ کی خدمت کر کے مسرت ہو گی" ــــــ خورشید نے فوراً ہی دعوت دیتے ہوئے کہا۔

"تو منگوا لیجئے ضرور پیونگی ــــــ مجھے تو پرانی شراب چکھنے کا جنون ہے" ــــــ ٹریسی نے کہا۔

"لیکن وہ یہاں دفتر میں تو نہیں آسکتی۔ یہاں تو شراب ویسے ہی ممنوع ہے ــــــ صرف آپ جیسے صاحبان کے لئے سرکار نے اجازت دے رکھی ہے" ــــــ خورشید نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو وہ پرانی شراب آپ نے کہاں چھپا کر رکھی ہوئی ہے" ــــــ؟ ٹریسی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ میری کوٹھی کی ایک خفیہ تجوری میں محفوظ ہے مس ٹریسی۔ اگر آپ دونوں دعوت قبول فرمائیں تو آج رات میرے پاس بطور مہمان رہ لیں اور جتنی جی چاہے شراب پی لیں" ــــــ خورشید نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"اوہ شکریہ! ــــــ میری تو ایک اہم میٹنگ ہے ورنہ میں آپ کی یہ دعوت ضرور قبول کرتا ــــــ لیکن مس ٹریسی اگر قبول کرنا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے" ــــــ رچرڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مگر مسٹر رچرڈ! ــــــ میٹنگ میں میری شرکت بھی تو ضروری ہے"۔ ٹریسی نے مایوس سے لہجے میں کہا۔

"اگر آپ دعوت قبول کرنا ہی چاہتی ہیں تو اس کا فکر نہ کریں۔ میں سنبھال لُوں گا" ــــــ رچرڈ نے ٹریسی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بہت بہت شکریہ مسٹر رچرڈ! ــــــ دراصل مجھے پرانی شراب کا جنون ہے آپ جانتے تو ہیں ــــــ لیکن مسز خورشید تو بُرا نہیں منائیں گی" ــــــ ٹریسی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے کیسی مسز خورشید ــــــ میں نے تو آج تک شادی ہی نہیں کی" ــــــ خورشید نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"اوہ پھر تو ٹھیک ہے ــــــ لیکن ــــــ" مس ٹریسی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"لیکن ویکن کچھ نہیں ــــــ اب آپ کو یہ دعوت قبول کرنا ہی ہو گی کل ویسے بھی دفتر بند ہے۔ میں آپ کو خود سفارت خانے ڈراپ کر دُونگا" ــــــ خورشید نے زور دے کر کہا۔ اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک اُبھر آئی تھی۔ اور اس کی نظریں ٹریسی کے حسین سراپے پر جیسے جم سی گئی تھیں۔

"اچھا اگر آپ مجبور کرتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں" ــــــ ٹریسی نے ایک طویل سانس لیتے ہوتے کہا۔

"گڈ ــــــ مس ٹریسی گڈ ــــــ آپ یقیناً اس خوبصورت دعوت کو ہمیشہ یاد رکھیں گی ــــــ تھینک یُو" ــــــ خورشید نے باچھیں پھاڑتے ہوتے کہا اور رچرڈ کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ تیرنے لگی۔

"اچھا پھر مجھے اجازت دیجئے" ــــــ رچرڈ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ابھی تو شام ہے ــــــ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ خورشید صاحب ہمارے

ساتھ چلیں ـــــ ہم کچھ تفریح کرنے کے بعد رات کو واپس آجائیں گے" ـــــ
ٹریسی نے کہا۔

" آپ مسٹر رچرڈ کو جانے دیں ـــــ دفتر بند ہونے میں صرف آدھ
گھنٹہ رہ گیا ہے ـــــ آدھے گھنٹے بعد میں آپ کو اپنی کار میں لے چلوں
گا۔ پھر جیسی تفریح آپ چاہیں گی کر کے واپس آجائیں گے" ـــــ
خورشید نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

" تب ٹھیک ہے ـــــ دراصل میں اپنے گھر سے نائٹ بھی لے
چاہتی تھی" ـــــ ٹریسی نے کہا۔

" او۔ کے! ـــــ پھر مجھے اجازت" ـــــ رچرڈ نے مصافحہ کے لئے
ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور خورشید نے بڑی گرمجوشی سے اس کے ساتھ
مصافحہ کیا اور پھر وہ ٹریسی سمیت اُسے باہر کار تک چھوڑنے آیا۔
ٹریسی نے بھی رچرڈ کو گڈ بائی کہا اور رچرڈ مسکراتا ہوا کار میں بیٹھا اور
ڈرائیور نے اشارہ ملتے ہی کار واپس موڑ دی۔

دونوں چیک پوسٹوں سے گزرنے کے بعد جب کار کھلی سڑک
پہنچی تو رچرڈ نے سامنے والی نشست کے عقب میں موجود ایش ٹرے
کو باہر کھینچا اور پھر اُسے ایک جھٹکے سے نیچے کی طرف دبایا تو دوسرے
لمحے کھٹک کی آواز سے نشست کے عقب میں ایک بڑا سا خانہ کھل
اور ایک ٹرانسمیٹر نظر آنے لگا۔ رچرڈ نے اس کی ناب کو گھمایا اور جب
درمیان میں لگے ہوئے ڈائل کی سوئی ایک مخصوص ہندسے پر پہنچی تو
اس نے ایک بٹن دبا دیا۔

بٹن دبتے ہی ایک بلب جل اٹھا۔ اس کا رنگ سُرخ تھا۔

" ہیلو۔ ہیلو رچرڈ کالنگ سوڈیو۔ اوور" ـــــ رچرڈ بار بار یہی
فقرہ دوہرا رہا تھا۔

" یس سوڈیو سپیکنگ اوور" ـــــ اچانک ٹرانسمیٹر سے ایک
آواز گونجی۔ اور اس کے ساتھ ہی سُرخ بلب سبز ہو گیا۔

" ٹریسی رات کو اسسٹنٹ ڈائریکٹر کے پاس رہے گی۔ بندوبست
ہو گیا ہے ـــــ وہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر کو لے کر کوٹھی پہنچے گی ـــــ تم
ہوشیار رہنا۔ اوور" ـــــ رچرڈ نے کہا۔

" اسسٹنٹ ڈائریکٹر کو کوئی شک تو نہیں ہوا رچرڈ ـــــ؟ وہ بے حد
کائیاں شخص ہے۔ اوور" ـــــ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

" شک کیسا ـــــ ٹریسی کا جسم ہی ایسا ہے کہ اچھے اچھے جوکری بھول
جاتے ہیں ـــــ اس کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ نظروں ہی نظروں میں
ٹریسی کو کھا جائے۔ اوور" ـــــ رچرڈ نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

" ہاں یہی ایک خامی ہے اس میں ـــــ بہرحال ٹھیک ہے۔ میں
ہوشیار رہوں گا۔ اوور" ـــــ سوڈیو نے جواب دیا۔

" کوشش کرنا کہ آج رات بنیادی کام مکمل ہو جائے۔ کیونکہ ہم
ٹریسی کو زیادہ دیر وہاں نہیں رکھ سکتے ـــــ ورنہ سیکورٹی والے مشکوک
بھی ہو سکتے ہیں۔ ایک رات کا کوئی مسئلہ نہیں۔ اوور" ـــــ رچرڈ
نے کہا۔

" میں سمجھتا ہوں رچرڈ! ـــــ تم بے فکر رہو۔ کام ہو جائے گا۔ اور
کل تمہیں کامیابی کی رپورٹ مل جائے گی۔ اوور" ـــــ سوڈیو نے
جواب دیا۔

"او۔کے ۔۔۔ اوور اینڈ آل" ۔۔۔۔۔ رچرڈ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن دبا کر رابطہ آف کر دیا اور ٹرانسمیٹر کو اندر کی طرف دھکیل کر ایش ٹرے کو اوپر کر کے خانہ بند کر دیا۔ اب وہ بڑے مطمئن انداز میں پچھلی نشست سے پشت لگا کر بیٹھ گیا اور کار تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

دارالحکومت سے پچاس کلومیٹر دُور تاجدار ڈیم تھا۔ یہ دریائے اوگھا پر بندھا ہوا ایک ڈیم تھا جس سے پن بجلی پیدا کی جاتی تھی اور اس پن بجلی سے دارالحکومت کے ایک حصے اور دُور دراز کے دیہاتوں کو بجلی سپلائی کی جاتی تھی۔ اور ڈیم کی وجہ سے جو پانی ذخیرہ کر لیا جاتا تھا اس سے کئی نہریں نکلتی تھیں جن سے ارد گرد کا علاقہ سیراب کیا جاتا تھا۔ یہ ڈیم فوجی نقطۂ نظر سے خاصا اہم تھا کیونکہ اس ڈیم کی وجہ سے دارالحکومت ایک اچھا دفاعی کور مہیا ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ڈیم کی خصوصی حفاظت کی جاتی تھی۔ اس پر مسلح افواج کا ایک چاق و چوبند دستہ ہر وقت پہرہ د رہتا تھا لیکن یہ فوجی دستہ دراصل صرف ان لوگوں پر نظر رکھنے کے

یہاں تعینات کیا گیا تھا جن پر غیر ملکی جاسوس ہونے کا شک گزر سکتا تھا ورنہ اصل ڈیم کی حفاظت کے لئے باقاعدہ سیکورٹی گارڈز موجود تھے۔ ڈیم کے ساتھ ہی وہاں کام کرنے والوں کے لئے ایک بہت بڑی کالونی موجود تھی جسے وَن یونٹ کالونی کہا جاتا تھا۔ ڈیم کے ساتھ ہی بجلی بنانے کا ایک چھوٹا سا یونٹ موجود تھا اور اس یونٹ کے عقب میں ایک خاصی بڑی جھیل تھی جس میں دریا کا پانی ذخیرہ کیا جاتا تھا اور اس کے شمال اور مشرق کی طرف سے دو بڑی نہریں اس میں سے نکل کر دُور تک چلی جاتی تھیں۔

اس وقت آدھی رات سے زیادہ کا وقت ہو چکا تھا اور ایک بڑی نہر کی پٹڑی پر ایک سیاہ رنگ کی جیپ تیزی سے جھیل کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ جیپ میں چار افراد موجود تھے جنہوں نے سیاہ رنگ کے چُست لباس پہن رکھے تھے اور انہوں نے اپنی پُشت پر سیاہ رنگ کے بڑے بڑے تھیلے باندھے ہوئے تھے۔ وہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے جیپ کی ہیڈ لائٹس بند تھیں اور وہ صرف ہلکی سی قدرتی روشنی میں ہی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔

"آگے چیک پوسٹ ہے ۔۔۔۔ جیپ آگے نہیں جا سکتی۔ اسے ہمیں یہیں کسی طرف روکنا ہو گا" ۔۔۔۔۔ اچانک ڈرائیور نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔ اسے کسی محفوظ جگہ چھپا دو۔ آگے ہم پیدل ہی چلے جائیں گے" ۔۔۔۔ ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا۔ اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے ذرا آگے جا کر جیپ کا رُخ یکلخت بائیں طرف موڑا اور جیپ یکلخت نیچے کی طرف جھکی۔ ایک لمحے کے لئے ہی

محسوس ہوا جیسے وہ کہیں خلا میں گر رہی ہو۔ مگر دوسرے لمحے وہ سنبھل گئی اور پھر ہچکولے کھاتی ہوئی اور اچھلتی ہوئی گہرائی میں اترتی چلی گئی اور کافی نیچے آکر اس کا توازن قدرے درست ہوا اور پھر وہ آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی گھنی جھاڑیوں میں گھستی چلی گئی۔ یہ جھاڑیاں دور تک پھیلی ہوئی نظر آرہی تھیں۔

ایک بڑی جھاڑی کی آڑ میں پہنچ کر جیپ رک گئی اور پھر ڈرائیور سمیت سب چھلانگیں لگا کر نیچے اتر آئے۔ انہوں نے چند لمحے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر وہ سب تیزی سے انہی جھاڑیوں میں چلتے ہوئے جھیل کی طرف بڑھنے لگے۔ کافی دور انہیں پٹڑی کے اوپر کئی بلب جلتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ یہ چیک پوسٹ تھی۔ وہ سب جھاڑیوں کی آڑ لیتے ہوئے اس چیک پوسٹ کی طرف بڑھتے چلے گئے چونکہ وہ نہر کی پٹڑی سے خاصی گہرائی میں تھے اس لئے اوپر سے ان کا نظر آجانا مشکل تھا۔ چیک پوسٹ کے قریب پہنچ کر وہ اور زیادہ محتاط ہو گئے۔

چیک پوسٹ پر دو مسلح سپاہی ہاتھوں میں سب مشین گنیں اٹھائے بڑے محتاط انداز میں کھڑے تھے۔

"چیک پوسٹ پر کتنے افراد ہیں سڈنی" ——— ایک سیاہ پوش نے دوسرے سے سرگوشیانہ انداز میں پوچھا۔

"چار افراد ہیں باس ——— دو اندر کمرے میں ہوں گے" ——— دوسرے نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے" ——— پوچھنے والے نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور

پھر اس نے پشت پر لدے ہوئے بیگ میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹی نال کی ایک گن نکالی۔ گن کی نال کا سرا انتہائی باریک تھا۔ اس نے گن کا کلپ کھینچا اور پھر اسے اپنے کاندھے سے لگا کر اس نے نال کا رخ چیک پوسٹ پر کھڑے ہوئے ایک سپاہی کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ گن سے ہلکی سی ٹرچ کی آواز نکلی اور دوسرے لمحے اس سپاہی نے ایک جھٹکا کھایا اور اچھل کر زمین پر جا گرا۔ اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی تھی۔ اس کے اس طرح اچانک گرنے سے ساتھ کھڑا ہوا دوسرا سپاہی چونک کر اس کی طرف بڑھا اور سیاہ پوش نے دوسری بار ٹریگر دبا دیا۔ ایک بار پھر ٹرچ کی آواز سنائی دی اور دوسرا سپاہی بھی جھٹکا کھا کر زمین پر گر گیا۔ اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی تھی۔ لیکن زمین پر گرتے ہی وہ ساکت ہو گیا تھا۔

اسی لمحے کمرے میں سے ایک اور سپاہی بھاگتا ہوا باہر آیا اور پھر سیاہ پوش نے تیسری بار ٹریگر دبا دیا اور آنے والا لٹو کی طرح گھومتا ہوا فرش پر ایک دھماکے سے گرا۔ چند لمحوں بعد ہی دروازے سے چوتھا سپاہی نمودار ہوا اور اسے دروازے سے باہر نکلنے کی بھی مہلت نہ ملی اور وہ وہیں دروازے میں ہی ڈھیر ہو گیا۔

"آؤ" ——— سیاہ پوش نے اس کے گرتے ہی کہا اور وہ سب تیزی سے دوڑتے ہوئے اونچائی پر چڑھ کر چیک پوسٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ چیک پوسٹ خالی پڑی ہوئی تھی اور وہ چاروں سیاہ پوش چیک پوسٹ کے کمرے سے نکل کر تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے۔

"اب یہاں سے پانی کے اندر آسانی سے ہم بڑھ سکتے ہیں" ——— دوسری

طرف پہنچتے ہی سیاہ پوش نے نہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور باقی تینوں نے بھی سر ہلا دیئے اور پھر انہوں نے تیزی سے کمر پر لدے ہوئے بیگ نیچے اتارے اور اس میں سے غوطہ خوری کا لباس نکال لیا۔ ساتھ ہی چھوٹے میزائلوں جیسے آکسیجن سلنڈر بھی انہوں نے اپنے سینے پر بیلٹوں سے باندھ لئے اور پھر واٹر پروف تھیلے دوبارہ کمر پر باندھ کر ان سب نے نہر میں چھلانگیں لگا دیں۔

نہر کی تہہ میں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ جس جگہ چیک پوسٹ تھی وہاں تاروں کا ایک جال سا پانی کے اندر نہر کی چوڑائی میں نصب تھا۔ اور اس جال کی وجہ سے ان کو چیک پوسٹ کراس کرنا پڑی تھی ورنہ وہ پہلے ہی نہر میں چھلانگیں لگا کر پانی کے اندر سے ہی چیک پوسٹ کراس کر سکتے تھے۔

پانی میں کودتے ہی وہ تیزی سے جھیل کی طرف بڑھتے چلے گئے پانی کا بہاؤ خاصا تیز تھا لیکن وہ ماہر تیراکوں کی طرح آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ جوں جوں وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ نہر کی سطح اونچی ہوتی جا رہی تھی اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ اس جگہ پہنچ گئے۔ جہاں جھیل میں سے پانی نہر میں گر رہا تھا۔ جھیل کی سطح خاصی بلند تھی اور زمین اس جگہ باہر ایک بڑا سا دفتر موجود تھا جس کے باہر ایک چیک پوسٹ بھی بنی ہوئی تھی۔ شاید یہ اس جگہ کو چیک کرنے کے لئے بنائی گئی تھی تاکہ کسی قسم کے خطرے کی صورت میں پانی کو کنٹرول کیا جا سکے۔ اب یہاں سے اوپر جھیل تک پہنچنا ناممکن تھا کیونکہ پانی پوری قوت سے نیچے گر رہا تھا۔ سیاہ پوش نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ تیزی سے نہر کے دوسرے کنارے کی طرف ہٹتے چلے گئے۔ یہ چیک پوسٹ کی مخالف سمت تھی اور پھر سیاہ پوش آہستگی سے اوپر چڑھتا چلا گیا اور اس کے باقی ساتھی بھی اس کی پیروی کر رہے تھے۔

چند لمحوں بعد وہ سب نہر کے دوسرے کنارے پر زمین سے چمٹے ہوئے پڑے تھے۔ نہر کی چوڑائی چونکہ خاصی زیادہ تھی اس لئے چیک پوسٹ کے بلبوں کی روشنی پوری طرح دوسرے کنارے کو روشن نہ کر رہی تھی اور سیاہ زمین سے چمٹے ہوئے وہ اندھیرے کا ایک حصہ بن چکے تھے۔

وہ چند لمحے زمین سے چمٹے رہے۔ پھر تیزی سے جھیل کی طرف کھسکتے چلے گئے۔ اس طرف ایک پہاڑی سی تھی جس کی ایک طرف جھیل تھی جبکہ دوسری طرف پن بجلی بنانے والے یونٹ کی اونچی دیوار تھی۔ دیوار کے اوپر جگہ جگہ مرکری بلب نصب تھے۔ لیکن چونکہ یہ بلب ٹیڑھے اور کافی آگے کو بڑھے ہوئے پولوں پر نصب تھے۔ اس لئے دیوار سے بالکل ساتھ ساتھ ملگجا سا اندھیرا تھا اس لئے وہ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ لیکن ابھی انہوں نے آدھا فاصلہ ہی طے کیا ہو گا کہ اچانک ایک سیاہ پوش کا پیر زمین پر بچھی ہوئی ایک پتلی سی تار پر پڑا اور دوسرے لمحے ارد گرد کا علاقہ تیز سائرنوں سے گونج اٹھا اور سائرن بجنے کے ساتھ ہی ہر طرف تیز سرچ لائٹیں روشن ہوتی چلی گئیں۔

"دوڑو ڈیم کی طرف" ۔۔۔۔ باس نے چیختے ہوئے کہا اور وہ چاروں انتہائی برق رفتاری سے دوڑتے ہوئے ڈیم کی طرف بڑھنے لگے۔

ابھی انہوں نے چند ہی قدم اٹھائے ہوں گے کہ اچانک فضا میں تڑتڑاہٹ کی آوازیں گونجیں اور اس کے ساتھ ہی دو سیاہ پوش اپنی جگہ سے اچھلے اور فضا میں ہی ہاتھ پیر مارتے ہوئے زمین پر گر پڑے۔ یہ دونوں قطار کے آخر میں تھے۔ اگلے دو نے تڑتڑاہٹ کی آواز گونجتے ہی تیزی سے چھلانگیں لگائیں اور وہ اڑتے ہوئے جھیل کے پانی میں جا گرے۔

لیکن اسی لمحے تڑتڑاہٹ کی آواز ایک بار پھر گونجی اور تیسرا سیاہ پوش جو ابھی پانی کی سطح کے اوپر تھا چھپاکے سے پانی میں گرا اور چوتھے سیاہ پوش نے جو ان کا باس تھا مڑ کر دیکھا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے پانی کی گہرائی میں بیٹھتا چلا گیا۔ جس جگہ تیسرا نقاب پوش گرا تھا وہاں پانی کا رنگ سرخ ہونا شروع ہو گیا تھا جس سے وہ سمجھ گیا کہ تیسرا بھی ہٹ ہو گیا ہے۔ اب وہ اکیلا رہ گیا تھا اور پھر پانی کی تہہ میں پہنچتے ہی وہ تیزی سے نیچے ہوتا ہوا ڈیم کی طرف بڑھتا چلا گیا اور تھوڑی سی کشمکش کے بعد وہ ڈیم کے نیچے پہنچ گیا جہاں بڑے بڑے دروازوں میں سے لاکھوں مکعب فٹ پانی اوپر سے نیچے گر رہا تھا۔ اس کے قریب پہنچتے ہی سیاہ پوش رکا اور اس نے ہاتھ پیچھے موڑ کر تھیلے کو کمر سے اتار کر آگے کیا اور اسے کھول کر اس میں سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا۔ جس کے پیچھے ایک بڑا سا سپرنگ اور آخر میں دستہ لگا ہوا تھا۔ سپرنگ سمٹا ہوا تھا۔

سیاہ پوش نے بڑی پھرتی سے ڈبے کا رخ ڈیم کے دروازے کی اوپر والی سطح کی طرف کر کے دستے کے پیچھے لگا ہوا ایک بٹن

کر دیا۔ سرسراہٹ کی تیز آواز سے اس کے ہاتھ کو زبردست جھٹکا لگا اور سپرنگ کھلتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ ڈبہ گولی کی رفتار سے اوپر کی طرف گیا اور پھر چند لمحوں بعد کھٹاک کی آواز سنائی دی اور سیاہ پوش نے اطمینان کا سانس لیا۔ ڈبہ دروازے کی نچلی سطح سے چمٹ چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سیاہ پوش نے وہ سپرنگ نما گن واپس تھیلے میں ڈالی اور تیزی سے واپس مڑنے لگا۔ تھیلا دوبارہ اس نے اپنی کمر سے باندھ لیا تھا۔ اب وہ انتہائی تیز رفتاری سے واپس تیر رہا تھا۔ اور چونکہ پانی کا بہاؤ اب اس کے موافق تھا اس لئے اس کے تیرنے کی رفتار خاصی تیز تھی۔ اس کے سینے پر بندھے ہوئے میزائل نما آکسیجن سلنڈر کی وجہ سے اسے سانس لینے میں تکلیف نہ ہو رہی تھی یہ سلنڈر انتہائی جدید انداز میں بنایا گیا تھا۔ بظاہر تو یہ چھوٹا سا تھا لیکن اس کے اندر ایسا سسٹم لگایا گیا تھا کہ یہ از خود پانی کے اندر موجود آکسیجن کو کھینچ کر اور صاف کر کے آگے پہنچاتا تھا۔ اس لئے اسے قطعاً آکسیجن کی طرف سے فکر نہ تھی۔ اسے معلوم تھا کہ جب تک وہ پانی میں رہے گا سلنڈر اسے آکسیجن وافر مقدار میں فراہم کرتا رہے گا اور پھر وہ زبردست بہاؤ کے ساتھ کسی تنکے کی طرح بہتا ہوا جھیل سے نہر میں جا گرا۔ لیکن اس نے اپنے حواس سلامت رکھے اور تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ چونکہ وہ خاصی گہرائی میں سفر کر رہا تھا اس لئے اسے قطعاً معلوم نہ تھا کہ اوپر کیا ہو رہا ہے اور نہ ہی اسے معلوم کرنے کی ضرورت تھی۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس کے تینوں ساتھی ہلاک ہو چکے ہیں۔ اگر وہ صحیح سلامت ہوتے تو تب چار ڈبے ڈیم کے چاروں

دروازوں کے نیچے فٹ ہو جاتے۔ لیکن چونکہ وہ تینوں ہلاک ہو چکے تھے اس لئے اب اُسے ایک پر ہی اکتفا کرنا پڑ رہا تھا۔ لیکن اُسے معلوم تھا کہ یہ ایک ڈبہ ہی آدھے سے زیادہ ڈیم کو تباہ کر سکتا ہے اس لئے وہ مطمئن تھا۔

نہر کی تہہ میں تیر کر آگے بڑھتے ہوئے اچانک اُسے دُور سے نہر کے اندر وہ جال نظر آ گیا۔ اور اس جال کے نظر آتے ہی وہ سمجھ گیا کہ وہ پہلی چیک پوسٹ کے قریب پہنچ گیا ہے۔ وہ چند لمحے رُکا اور پھر اس نے تھیلے میں ہاتھ ڈال کر ایک نلکی سی نکال لی۔ نلکی کو وہ پکڑ کر اوپر کی طرف کھینچتا چلا گیا جیسے ریڈیو کا ایریل کھینچا جاتا ہے اس نلکی کا رنگ سیاہ تھا اور اس کے اندر سوراخ تھا۔ اوپر سے اس کا منہ چپٹا تھا اور اس میں ایک مخصوص قسم کا آئینہ لگا ہوا تھا۔ اس آئینے میں چمک نہ تھی بلکہ وہ مدھم سا تھا۔ جب نلکی پوری لمبائی میں کھینچ گئی تو وہ نلکی کے نچلے سرے کو آنکھ سے لگا کر اُسے دونوں ہاتھوں میں سنبھالے ہوئے آہستہ آہستہ اوپر کی طرف ہونے لگا۔ اس کی آنکھ نلکی کے سوراخ سے لگی ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اُسے سوراخ میں سے روشنی نظر آئی اور اس نے اپنے آپ کو روک لیا۔ اس کے بعد اس نے ایک ہاتھ سے نلکی کو ذرا سا موڑا تو اُسے سوراخ میں سے منظر واضح طور پر نظر آنے لگا۔ اوپر چیک پوسٹ پر بہت سے افراد نظر آ رہے تھے۔ جن میں مسلح افراد بھی تھے اور بغیر مسلح بھی۔ دو جیپیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ وہ کافی دیر تک اس سارے منظر کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے نلکی کو بند کرنا شروع کر دیا۔ اور جب وہ پہلے والی شکل میں آگئی تو اس نے نلکی واپس بیگ میں ڈالا اور پھر بیگ میں سے ایک چھوٹا سا ہینڈ گرنیڈ نکال کر اس نے ہاتھ میں پکڑا اور نہر کے کنارے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کنارے کے قریب پہنچ کر وہ اوپر کی طرف اٹھا اور پھر پانی کی سطح کے قریب جا کر اس نے آہستہ سے سر باہر نکالا۔ کنارے کے اوپر ابھی تک لوگ موجود تھے اور باتوں کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ بم کو ہاتھ میں پکڑے آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگا اور اب وہ نہر کے دلدلی کنارے سے چپکا ہوا تھا۔ اس کے پیر البتہ ابھی تک پانی میں تھے۔ اب کنارہ صرف چند فٹ اوپر رہ گیا تھا۔ سیاہ پوش چند لمحے رُکا اور پھر اس نے بم کے ایک سرے کو انگوٹھے سے دبایا اور دوسرے لمحے اُسے تیزی سے اوپر اچھال دیا۔ اور خود کنارے کے ساتھ چمٹ گیا۔

دوسرے لمحے ایک خوفناک اور کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور چیک پوسٹ کا کمرہ اور کنارے کا بہت سا حصہ ٹوٹ کر پانی میں گرنے لگا۔ سیاہ پوش چونکہ کنارے کے بالکل ساتھ چمٹا ہوا تھا اس لئے اوپر سے گرنے والے ملبے سے محفوظ رہا۔

دھماکے کے ساتھ ہی چیخوں کی آوازیں ابھری تھیں اور چند لمحوں بعد جیسے ہی دھماکے کی بازگشت ختم ہوئی۔ سیاہ پوش انتہائی تیز رفتاری سے گھسٹتا ہوا اوپر کنارے پر چڑھتا چلا گیا۔ اوپر ہر طرف ملبہ اور لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ البتہ دو چار زخمیوں کی کراہیں بھی سنائی

دے رہی تھیں۔

سیاہ پوش اوپر پہنچتے ہی بجلی کی سی تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا ملبے کو کراس کر کے چیک پوسٹ کی دوسری طرف پہنچا اور اس نے ایک بار پھر نہر میں چھلانگ لگا دی۔ اب وہ نہر میں موجود جال کو کراس کر آیا تھا۔ نہر میں پہنچتے ہی وہ تیزی سے تیرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور جب اُسے یقین ہو گیا کہ اب وہ اس جگہ پہنچ گیا ہے جہاں اس کی جیپ موجود ہے تو وہ دوبارہ کنارے کی طرف بڑھا اور چند لمحوں بعد وہ کنارے پر پہنچ چکا تھا۔ چیک پوسٹ کافی دور تھی اور ہر طرف سائرنوں کی تیز آوازوں کے ساتھ دوڑتی ہوئی جیپوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پورے ڈیم پر سرچ لائٹیں جل رہی تھیں۔ لیکن اب سیاہ پوش محفوظ تھا۔ وہ پٹڑی کراس کر کے دوسری طرف نیچے اترتا چلا گیا اور چند لمحوں بعد وہ جھاڑیوں میں دوڑتا ہوا اپنی جیپ کے پاس پہنچ گیا۔

جیپ کے پاس پہنچتے ہی وہ اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور جیپ کا نفیس انجن دوسرے ہی لمحے ہلکی سی غراہٹ کے ساتھ جاگ اٹھا۔ اور پھر جیپ جھاڑیوں میں دوڑتی چلی گئی۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ جیپ کو پٹڑی کے اوپر چڑھا لایا اور پھر پٹڑی پر دوڑتے ہوئے تھوڑی دیر بعد وہ مین روڈ پر پہنچ گیا جہاں خاصی ٹریفک جاری تھی۔ اس نے جیپ اس ٹریفک میں ڈال دی اور خاصا فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے اطمینان سے جیپ ایک سائیڈ روڈ پر موڑ دی۔ اس سائیڈ روڈ کے دونوں اطراف میں بڑے بڑے

درخت تھے۔

سیاہ پوش نے جیپ سائیڈ روڈ سے ہٹا کر درختوں کی آڑ میں روکی اور پھر اس نے بڑی پھرتی سے اپنا لباس اتارنا شروع کر دیا۔ لباس کو ایک بڑے تھیلے میں ڈال کر اس نے تھیلا جیپ کی سیٹ کے نیچے بنے ہوئے ایک خفیہ خانے میں ڈال دیا۔ اب اس کا نیچے پہنا ہوا اصل لباس ظاہر ہو گیا تھا۔ اب وہ عام سے سوٹ میں ملبوس تھا۔ ڈیش بورڈ کے خانے سے کنگھی نکال کر اس نے بال سیٹ کئے اور پھر اس نے ڈیش بورڈ کے نیچے ہاتھ پھیرا اور ایک ابھری ہوئی جگہ کو دباتے ہی ڈیش بورڈ کی سائیڈ کا ایک حصہ کسی ڈھکن کی طرح کھلتا چلا گیا۔ اس کے اندر ایک چھوٹی سی ٹرانسمیٹر مشین موجود تھی۔ سیاہ پوش نے وہ مشین باہر نکالی اور پھر اس کے اوپر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی مشین پر لگا ہوا ایک چھوٹا سا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا اور ڈائل روشن ہو گیا جس پر ایک سرخ رنگ کی سوئی تھرتھرا رہی تھی۔ سیاہ پوش نے بٹن کے نیچے لگی ہوئی ناب گھمائی تو سوئی تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ جب سوئی ایک مخصوص ہندسے پر پہنچی تو ڈائل کے اوپر موجود ایک اور بلب جل اٹھا۔ اس کا رنگ زرد تھا۔

"تو اب اپنے ڈیم کو سنبھالو" ———— سیاہ پوش نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور سرخ رنگ کے بڑے سے بٹن پر انگوٹھا رکھ کر اس نے دانت بھینچتے ہوئے ایک جھٹکے سے اسے پش کر دیا۔ بٹن پش ہوتے ہی سرخ رنگ کا بلب یکلخت بجھ گیا اور دوسرا بلب بھی ایک جھماکے سے

بجھتا چلا گیا۔

سیاہ پوش نے بڑی پھرتی سے مشین دوبارہ خانے میں ڈال کر بند کیا۔ اسی لمحے اُسے دُور سے ہولناک گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی اور سیاہ پوش کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔ اس نے جیپ رُخ موڑا اور تیزی سے مین روڈ پر آکر بڑے اطمینان سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس کے چہرے پر کامیابی اور فتح کا سکون پھیلا ہوا تھا

وزارت داخلہ کے سیکرٹریٹ میں یوں کھلبلی مچی ہوئی تھی جیسے ہنگامی حالات کا اعلان ہو چکا ہے۔ وزیر داخلہ افضال حسین اپنے دفتر میں انتہائی پریشانی کے عالم میں ٹہل رہے تھے ان کے چہرے پر بے شمار سلوٹیں تھیں اور وہ بار بار مٹھیاں بھینچ لیتے۔

اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک باوقار سی شخصیت اندر داخل ہوئی۔ یہ سیکرٹری وزارت داخلہ سر راشد تھے۔

"آیئے سر راشد! ـــــ میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا ـــــ یہ اچانک کیسی اطلاعات آنی شروع ہو گئی ہیں" ـــــ وزیر داخلہ نے

انتہائی پریشان لہجے میں کہا اور سر راشد کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے انہوں نے خود بھی کرسی سنبھال لی۔

"سر میں خود پریشان ہوں ۔۔۔ میں نے سر رحمان کو کہا ہے کہ وہ فوری طور پر اپنی انٹیلی جنس کو شہر میں پھیلا دیں ۔۔۔ اہم مراکز کی نگ کریں اور مجھے فوری طور پر رپورٹ دیں" ۔۔۔ سر راشد نے کرسی بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ابھی ابھی صدر مملکت کا فون آیا تھا ۔۔۔ وہ تفصیلی رپورٹ مانگ رہے تھے" ۔۔۔ وزیر داخلہ نے کہا۔

"بہتر جناب! ۔۔۔ جیسے ہی تفصیلی رپورٹ تیار ہوئی آپ کو بھجوا جائے گی ۔۔۔ آپ اسے صدر مملکت کو ریفر کر دیں" ۔۔۔ سیکرٹری جواب دیا۔

"آخر یہ کیا ہو رہا ہے ۔۔۔ کیا یہ کوئی دہشت پسندانہ کارروائی میں یا کوئی انقلابی تنظیم میدان میں آگئی ہے" ۔۔۔؟ وزیر داخ نے پریشان لہجے میں سوال کرتے ہوئے کہا۔

"سر! ۔۔۔ سیاسی طور پر تو ہمارا ملک خاصا مستحکم ہو چکا ہے۔ ا ایسی کسی کارروائی کا کوئی جواز ہی نہیں بنتا ۔۔۔ اس لئے یہ بات ابھی واضح نہیں ہے کہ آخر یہ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے ۔۔۔ سر رحمان تحقیقات کر رہے ہیں۔ شاید کوئی بات سامنے آجائے ہی اس بات کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے" ۔۔۔ سیکرٹری نے گول مو سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ بات ویسے ہمارے لئے کتنی شرمناک ہے کہ ڈیم تباہ ہو گیا

ہزاروں ایکڑ رقبہ تباہ ہو گیا ۔۔۔ دارالحکومت کا ایک حصہ تباہ ہو گیا۔ یو۔ کے پوائنٹ بجلی گھر بھی تباہ کر دیا گیا ۔۔۔ اہم پل اڑا دیا گیا ۔۔۔ آخر یہ سب کچھ کیا ہے ۔۔۔؟ ایسا کیوں ہو رہا ہے" ۔۔۔؟ وزیر داخلہ نے میز پر مکے مارتے ہوئے کہا۔

"سر! ۔۔۔ رپورٹ آجانے دیجئے پھر پتہ لگ جائے گا" ۔۔۔ سیکرٹری نے مطمئن سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور وزیر داخلہ نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس" ۔۔۔ وزیر داخلہ نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس سر رحمان بات کرنا چاہتے ہیں" ۔۔۔ دوسری طرف سے پی۔ اے کی آواز سنائی دی۔

"سر رحمان! ۔۔۔ اوہ بات کراؤ فوراً" ۔۔۔ وزیر داخلہ نے چونک کر کہا اور سر رحمان کا نام سن کر سیکرٹری بھی چونک پڑے۔

"ہیلو سر ۔۔۔ میں رحمان بول رہا ہوں ۔۔۔ سر راشد اپنے دفتر میں موجود نہیں ہیں اس لئے ۔۔۔" سر رحمان نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"وہ میرے پاس موجود ہیں ۔۔۔ آپ فرمایئے کیا رپورٹ ہے ۔۔۔؟ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے ۔۔۔؟ کون کر رہا ہے" ۔۔۔؟ وزیر داخلہ نے کہا۔

"سر فی الحال تو سرسری تحقیقات کے نتیجے میں جو باتیں سامنے آئی ہیں ۔۔۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب کچھ کسی غیر ملکی تنظیم کے تحت ہو رہا ہے ۔۔۔ کیونکہ ڈیم کی تباہی کے دوران تین افراد

ہلاک ہوتے تھے۔ وہ تینوں غیر ملکی تھے اور ان کے پاس انتہائی جدید ترین سامان تھا ۔۔۔ بعد میں اچانک ڈیم کی تباہی کی وجہ سے ان لاشوں کے بھی پرخچے اُڑ گئے اور ابھی تک ان کے جسم کا کوئی حصہ نہیں مل سکا ۔۔۔ لیکن یہ بات حتمی ہے کہ وہ غیر ملکی تھے ۔۔۔ یو۔ کے یونٹ بجلی گھر تباہ کرنے والے افراد میں سے ایک فرد کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ وہ آدمی مقامی تھا لیکن بجلی گھر کی تباھی کی وجہ سے اس کی لاش مسخ ہو گئی ۔۔۔ پُل اڑانے والے افراد تو پکڑے نہیں جا سکے البتہ جس بم سے انہوں نے پل کے ایک حصے کو نقصان پہنچایا ہے اس کے چند حصے مل گئے ہیں ۔۔۔ ان کے سرسری تجزیے سے یہ بات عیاں ہے کہ یہ بم انتہائی جدید ترین ایجاد ہے۔ ایسا بم پہلے نہ دیکھنے میں کبھی نہیں آیا ۔۔۔ مزید تفصیلی تحقیقات ہو رہی ہیں۔ میں نے انٹیلی جنس کو شہر میں بھی پھیلا دیا ہے اور اہم مراکز کی بھی سخت نگرانی شروع کر دی گئی ہے" ۔۔۔ سر رحمان نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ آپ کی اس رپورٹ سے کچھ امکانات واضح ہوتے ہیں ۔۔۔ لیکن آپ فوراً اس تنظیم کا سراغ لگائیے۔ انہیں گرفتار کیجئے۔ ورنہ اگر اسی طرح یہ تباھی جاری رہی تو حالات بیحد خراب ہو جائیں گے" ۔۔۔ وزیر داخلہ نے جواب دیا۔

"سر ۔۔۔ ہم پوری کوشش کر رہے ہیں ۔۔۔ مشکوک افراد کی نگرانی اور چھان بین کی جا رہی ہے ۔۔۔ جیسے ہی کوئی ٹھوس ثبوت یا کلیو ہاتھ آیا، تنظیم کو گرفت میں لے لیا جائے گا" ۔۔۔ سر رحمان

نے جواب دیا۔

"او۔ کے ۔۔۔ آپ ایسا کریں کہ اب تک کی رپورٹ تحریری طور پر فوراً مجھے بھجوا دیں تاکہ میں صدر مملکت کو بھجوا دوں" ۔۔۔ وزیر داخلہ نے ھدایت کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب! ۔۔۔ میں بھجوا دیتا ہوں" ۔۔۔ سر رحمان نے جواب دیا۔

"او۔ کے" ۔۔۔ وزیر داخلہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

"یہ غیر ملکی تنظیم آخر کیوں ایسی تباہیاں پھیلا رہی ہے ۔۔۔؟ اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے" ۔۔۔؟ وزیر داخلہ نے رسیور رکھتے ہی سیکرٹری سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے سر کہ وہ ایسی تباہیاں پھیلا کر ہمیں کسی خاص پہلو پر بلیک میل کرنا چاہتے ہوں" ۔۔۔ سیکرٹری سر راشد نے چند لمحے سوچنے کے بعد جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کسی پہلو پر ۔۔۔ کیا مطلب" ۔۔۔؟ وزیر داخلہ نے بُری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"کسی بھی سیاسی ۔۔۔ فوجی پہلو پر ہو سکتا ہے ۔۔۔ بہرحال یہ ایک رائے ہے" ۔۔۔ سیکرٹری سر راشد نے جان چھڑانے کے سے انداز میں کہا۔

"ہونہہ! ۔۔۔ بہرحال دیکھو کیا رنگ نکلتا ہے" ۔۔۔ وزیر داخلہ نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑتے ہوئے کہا۔

"سر — مجھے اجازت دیجئے — میں اس سلسلے میں مزید کام کر لوں" سیکرٹری نے کہا۔

"اوہ ہاں ضرور — اور سنو! — جیسے ہی سر رحمان کی رپورٹ آپ کے پاس پہنچے۔ مجھے فوراً بھجوا دیجئے" — وزیر داخلہ نے کہا۔

"بہتر جناب" — سیکرٹری سر راشد نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتے کمرے سے باہر نکلتے چلے گئے۔

"غیر ملکی تنظیم کونسی ہو سکتی ہے — کیا مقصد ہو سکتا ہے؟" سیکرٹری سر راشد کے جانے کے بعد وزیر داخلہ نے اٹھ کر دوبارہ ٹہلنا شروع کر دیا۔ وہ ٹہلنے کے ساتھ ساتھ بڑبڑا رہے تھے۔

ابھی انہیں ٹہلتے ہوئے چند لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ دروازہ ایک بار پھر کھلا اور وزیر داخلہ نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا دروازے سے ان کا چپڑاسی اندر داخل ہو رہا تھا۔ چپڑاسی کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے کہ وزیر داخلہ اُسے حیرت سے دیکھنے لگے۔

"کیا بات ہے کریم الدین" — ؟ وزیر داخلہ نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"سر ایک اہم بات آپ کو بتانی ہے — ان تباہیوں کے سلسلے میں" — چپڑاسی نے مدھم سے لہجے میں کہا۔

"اوہ کیا بات ہے — کیا بات ہے" — ؟ وزیر داخلہ نے چونک کر کہا اور چپڑاسی تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو وزیر داخلہ بُری طرح اچھلے۔ چپڑاسی کے ہاتھ میں سائلنسر لگا ایک

چھوٹا سا ریوالور تھا۔

"یہ — یہ کیا ہے" — ؟ وزیر داخلہ نے تیزی سے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"سر گھبرائیے نہیں — اسی ریوالور کے متعلق تو میں آپ سے بات کرنے آیا ہوں" — چپڑاسی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ اچھا اچھا — بتاؤ کیا بات ہے — ؟ یہ کہاں سے ملا ہے تمہیں" — ؟ وزیر داخلہ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر پیدا ہونے والی گھبراہٹ ہلکی سی شرمندگی میں تبدیل ہو گئی۔

"سر — یہ دیکھیئے اس پر نشان" — چپڑاسی نے ریوالور کو ہاتھ میں پکڑے ہوئے اُسے وزیر داخلہ کی طرف بڑھا دیا۔

اور پھر جیسے ہی وزیر داخلہ ریوالور پر نشان دیکھنے کے لئے جھکے چپڑاسی نے ٹریگر دبا دیا۔ ٹرچ کی آواز سنائی دی۔ اور وزیر داخلہ ایک جھٹکا کھا کر اچھلے اور دوسرے لمحے دھڑام سے پشت کے بل دبیز قالین پر گرتے چلے گئے۔ گولی عین ان کے دل پر لگی تھی۔ اس لئے ان کو چیخنے کا موقع بھی نہ ملا اور اگر وہ چیخ بھی پڑتے تو ساؤنڈ پروف ایئر کنڈیشنڈ کمرے سے باہر ان کی آواز نہ جاتی تھی۔ ان کے سینے سے خون فوارے کی طرح ابلنے لگا۔ ان کی آنکھوں میں حیرت کا عنصر جیسے منجمد ہو کر رہ گیا تھا۔ ان کے ہاتھ پیر ایک دوبار پھیلے اور سمٹے اور پھر وہ ساکت ہو گئے۔

چپڑاسی نے بڑے اطمینان سے اپنی جیب سے ایک رومال نکالا

اور پھر ریوالور کا دستہ رومال سے اچھی طرح صاف کیا۔ اس کے بعد اس نے ریوالور کو وزیر داخلہ کی میز کی دراز کھول کر اس کے اندر رکھا اور پھر دراز بند کر کے وہ بڑے اطمینان بھرے انداز میں دروازے کی طرف بڑھ گیا اور پھر باہر نکلتا چلا گیا۔

وزیر داخلہ کی لاش ان کی میز کی آڑ میں دبیز قالین پر پڑی ہوئی تھی اور ان کے سینے سے خون نکل کر دبیز قالین میں جذب ہو رہا تھا۔ چونکہ ان کی لاش بڑی میز کی آڑ میں تھی اس لئے دروازے سے فوری طور پر نظر نہ آسکتی تھی۔

چند لمحوں بعد ہی میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ لیکن ظاہر ہے کمرے میں کوئی زندہ فرد موجود ہوتا تو رسیور اٹھاتا۔ گھنٹی بار بار بجتی رہی اور پھر خاموشی طاری ہو گئی۔

تقریباً پانچ منٹ بعد دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا وہ حیرت سے خالی کمرے کو دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ میز کی آڑ میں پڑی ہوئی وزیر داخلہ کی لاش اُسے نظر نہ آ رہی تھی۔ پھر اس نوجوان کی نظریں ملحقہ باتھ روم کے دروازے پر جم گئیں۔ باتھ روم کا دروازہ بند تھا اس لئے اس نے سمجھا کہ وزیر داخلہ صاحب باتھ رُوم میں گئے ہوں گے۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ شائد وہ دروازے پر دستک دینا چاہتا تھا ـــــ لیکن جیسے ہی اس نے قدم آگے بڑھائے اس کی نظریں دائیں طرف پڑیں اور ایک لمحے کے لئے وہ حیرت سے بُت بنا کھڑا رہا۔ اور حیرت کی شدت سے اس کا سانس تک رُک گیا تھا۔ چند لمحے وہ بُت بنا ساکت کھڑا رہا اور

پھر اس کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکل گئی اور وہ بے تحاشا دروازے کی طرف بھاگنے لگا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں ـــــ آنکھیں خوف اور دہشت سے پھٹی پڑ رہی تھیں۔ وہ اسی انداز میں چیختا چلاتا دروازے سے باہر نکلا اور ایک طرف کو بھاگتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد بہت سے لوگ بھاگتے ہوئے وزیر داخلہ کے کمرے میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک دم بے شمار اور بااختیارات افراد جمع ہو گئے تھے اور ان سب کے چہروں پر شدید حیرت کے آثار نمایاں تھے۔

اور پھر تیزی سے ٹیلیفون کھڑکنے لگے۔ وزیر داخلہ کا اس طرح ان کے دفتر میں قتل ہونا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ حکومتی سطح پر یقیناً بھونچال آجانا چاہیئے تھا۔

"جانِ من آج میں تمہیں ایسی شراب پلاؤں گا کہ تم مدتوں اس کا ذائقہ نہ بھولو گی" ——— اسسٹنٹ ڈائریکٹر خورشید نے اپنی کوٹھی میں پہنچتے ہی ٹرلیسی سے مخاطب ہو کر انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"لیکن آپ نے اتنی پرانی شراب لی کہاں سے" ——— ٹرلیسی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت ایئر کنڈیشنڈ ڈرائینگ رُوم میں موجود تھے۔

"ارے یہ میرا شوق ہے ڈیئر ——— شوق ہے" ——— خورشید نے اچھلتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے ساتھ والے کمرے میں گھستا چلا گیا اور اس کے اندر جاتے ہی ٹرلیسی نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور اس میں سے دو گولیاں نکال کر اس نے ہینڈ بیگ کے چھوٹے خانے میں رکھیں اور شیشی دوبارہ گریبان میں رکھ لی۔

تھوڑی دیر بعد خورشید ہاتھ میں ایک بوتل اور دو گلاس اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے بوتل اور گلاس درمیانی میز پر رکھے اور پھر اس نے بوتل کھول کر شراب دونوں گلاسوں میں انڈیلی۔

"کچھ نمکین اگر ہو تو" ——— ٹرلیسی نے شراب کا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

"نمکین ——— اوہ اچھا ——— ابھی لو ڈیئر ——— آج تو تمہاری ہر فرمائش پوری ہو گی" ——— خورشید نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اٹھ کر تیزی سے اندر چلا گیا اور ٹرلیسی نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہینڈ بیگ کو کھولا اور اس میں سے شیشی سے نکالی ہوئی دونوں گولیاں نکال کر اس نے اس گلاس میں ڈال دیں جو خورشید نے اپنے لئے بھرا تھا۔ وہ گولیاں شراب میں فوراً ہی حل ہو گئیں۔

چند لمحوں بعد خورشید ہاتھ میں ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا۔ ٹرے میں نمکین چیزیں موجود تھیں۔

"لو ڈیئر" ——— خورشید نے ٹرے میز پر رکھتے ہوئے کہا اور اپنا گلاس اٹھا لیا۔

"تمہارے پاس نوکر نہیں ہیں" ——— ؟ ٹرلیسی نے ٹرے میں سے نمکین چیز اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ارے دو نوکر تھے ——— آج میں نے ان کی چھٹی کرا دی ہے۔ مسالے رنگ میں بھنگ ڈال دیتے ہیں" ——— خورشید نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے شراب پینی شروع کر دی۔

"کیسی ہے ڈیئر" ——— ؟ خورشید نے پوچھا۔

"ارے پوچھو مت ——— اتنی اچھی شراب میں نے پہلے کبھی نہیں پی" ——— ٹریسی نے مسکراتے ہوئے کہا اور خورشید ——— بڑے پُرہوس انداز میں ٹریسی کو دیکھتے ہوئے ہنس پڑا. وہ پرانا کھلاڑی تھا اس لئے اس نے جان بوجھ کر پہلے کوئی حرکت نہ کی تھی کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ پرانی شراب جیسے ہی ٹریسی کے اندر جائے گی وہ خودبخود پکے ہوئے پھل کی طرح اس کی گود میں آگرے گی.

ایک گلاس پینے کے بعد خورشید نے دوسرا گلاس بھرا. لیکن اس کے ہاتھ کانپنے لگے.

"ارے یہ مجھے کیا ہو رہا ہے ——— میں تو بوتلوں کی بوتلیں پی جاتا ہوں ——— آج ایک گلاس ———" خورشید نے حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا.

"کچھ زیادہ ہی تیز معلوم ہوتی ہے" ——— ٹریسی نے مسکراتے ہوئے کہا.

"ارے ڈیئر! ——— یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے ——— تمہارے حسن نے اس شراب کو کئی گنا تیز کر دیا ہے" ——— خورشید نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا. لیکن ہاتھ میں پکڑا ہوا گلاس تیزی سے تھرتھرانے لگا اور ٹریسی نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ سے گلاس لے لیا. اور خورشید لہراتا ہوا صوفے سے نیچے فرش پر جا گرا. اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا.

ٹریسی نے اپنا گلاس رکھا اور آگے بڑھ کر خورشید کی کلائی تھام لی

وہ اس کی نبض چیک کر رہی تھی. جب اُسے اطمینان ہو گیا تو خورشید کی کلائی چھوڑ کر وہ تیزی سے مڑی اور پھر ڈرائینگ روم کا دروازہ کھول کر باہر برآمدے میں سے ہوتی ہوئی پورچ میں کھڑی کار کی طرف بڑھ گئی.

"سوڈیو! ——— آجاؤ باہر کام ہو گیا" ——— ٹریسی نے کار کے قریب پہنچتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے ڈگی کا ڈھکن تیزی سے کھلا اور ایک نوجوان اچھل کر باہر آگیا. اس کا پورا جسم پسینے سے تر تھا.

"خدا کی پناہ! ——— گرمی نے میری جان نکال دی تھی" ——— نوجوان نے باہر آکر اپنے ہاتھ پیر سیدھے کرتے ہوئے کہا. اور پھر اس نے ڈگی کے اندر موجود ایک چھوٹا سا تھیلا اٹھا لیا.

"آؤ میرے ساتھ ——— دو گولیوں نے ہی اسے لمبا کر دیا ہے" ٹریسی نے مسکراتے ہوئے اندر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا.

"تم دو گولیوں کو کیا سمجھتی ہو ——— وہ تو ہاتھی کو اوندھا کر دیتی ہیں ——— یہ تو پھر ایک آدمی ہے" ——— نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا.

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایئر کنڈیشنڈ ڈرائینگ روم میں داخل ہوئے اور سوڈیو نے خوشگوار انداز میں ایک طویل سانس لیا.

"آہ ——— کتنی اچھی ٹھنڈک ہے ——— وہ ڈگی تو پورا بلیک ہول تھا" ——— سوڈیو نے کہا.

"ہاں ——— پہلے تو اتنا فاصلہ طے کیا ——— اور پھر کافی دیر اسے بیہوش کرنے میں لگی" ——— ٹریسی نے ہنستے ہوئے کہا.

"ٹریسی! ---- تم اندر جا کر اس کی خواب گاہ دیکھو۔ پھر میں کارروائی شروع کروں گا ---- تم نگرانی کے لئے باہر رہنا ---- ہو سکتا ہے کہ اچانک اسے کوئی ملنے آجائے۔ تم اسے سنبھال لینا اور مجھے اشارہ کر دینا" ---- سوڈیو نے کہا۔

"ٹھیک ہے" ---- ٹریسی نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر سے اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

سوڈیو نے آگے بڑھ کر فرش پر پڑے ہوئے خورشید کو اٹھایا اسے صوفے پر لٹا دیا۔ وہ اس کی نبض پکڑے کھڑا تھا۔ چند لمحوں اس نے نبض چھوڑ دی۔ اب اس کے چہرے پر مکمل اطمینان تھا۔

"آؤ اس کی خواب گاہ ساتھ ہی ہے" ---- ٹریسی نے دروازے سے دوبارہ اندر آتے ہوئے کہا اور سوڈیو نے اسے اٹھایا اور کاندھے پر لاد کر اس نے دوسرے ہاتھ سے میز پر پڑا ہوا تھیلا اور ٹریسی کے پیچھے چل پڑا۔ ایک راہداری سے گزر کر وہ ایک دروازے میں داخل ہوئے تو سوڈیو نے سر ہلا دیا۔ یہ واقعی ایک خواب گاہ تھی اور اسے جس انداز میں سجایا گیا تھا اس سے ہی کی عیاش طبیعت کی پوری عکاسی ہوتی تھی۔

"بڑی خوبصورت خواب گاہ بنا رکھی ہے اس نے" ---- نے کاندھے پر لدے ہوئے خورشید کو اس کے بستر پر لٹاتے

"ہاں! ---- اس کی کل کائنات تو یہی خواب گاہ ہے" ---- نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور سوڈیو بے اختیار ہنس پڑا۔

"تم باہر جا کر بیٹھو ---- میں اپنا کام شروع کر دوں" ---- سوڈیو

تھیلے کی زپ کھولتے ہوئے کہا۔

"تم بے فکر ہو کر کام کرو ---- آج کی رات اس نے ایسے انتظامات کر رکھے ہیں کہ یہاں کوئی نہیں آئے گا" ---- ٹریسی نے کہا۔

"اچھا اچھا ---- ہاں اس کا تو مجھے خیال ہی نہ آیا تھا" ---- سوڈیو نے مسکرا کر کہا اور پھر اس نے تھیلے میں سے ایک چھوٹی سی مشین نکال کر بستر کے ساتھ رکھی ہوئی چھوٹی سی میز پر رکھی اور پھر تھیلے میں سے ایک سفید رنگ کا باکس نکالا۔ اس نے باکس کھول کر اس میں رکھی ہوئی ایک باریک سی چمکدار سوئی کو بڑی احتیاط سے اٹھایا اور اسے مشین کے سامنے بنے ہوئے ایک خانے میں ڈال کر خانے کے پیچ کو گھما دیا۔ سوئی اس خانے میں فٹ ہو گئی۔ یہ مشین اب ڈرل مشین سٹائل کی نظر آنے لگ گئی تھی۔ اس کے بعد اس نے تھیلے میں سے ایک میٹر سا نکالا اور اس کی تار کو اس مشین کے ایک سوراخ میں فٹ کر کے میٹر کو میز پر رکھ دیا۔ پھر تھیلے میں سے پلاسٹک کا ایک چھوٹا سا تھیلا برآمد ہوا۔ تھیلے کے اندر سبز رنگ کا محلول بھرا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے تھیلے میں سے چند نشتر ایک باریک پھل والی قینچی اور سرجری کا سامان نکال کر باہر میز پر اس انداز میں سجا دیا جیسے ڈاکٹر آپریشن کے لئے سامان تیار کرتے ہیں۔ سامان نکالنے کے بعد اپنے تھیلے کو زمین پر رکھ دیا اور ایک نظر سامان کو دیکھنے کے بعد وہ آگے بڑھا اور اس نے بستر پر بیہوش پڑے ہوئے خورشید کی پنڈلی ننگی کی اور پھر ایک نشتر اٹھا کر اس نے بڑی مہارت سے خورشید کی پنڈلی کے اندر کی جانب ایک مخصوص جگہ

پر شگاف دے دیا۔ خورشید کا جسم دھیرے سے تڑپا لیکن پھر ساکت ہو گیا۔ اس کی بیہوشی ــــ عام بیہوشی نہ تھی اس لئے تکلیف کے باوجود اُسے ہوش نہ آیا۔ سوڈیو نے بڑی مہارت سے اُس کی پنڈلی میں ایک لمبا سا شگاف ڈالا۔ اس کی پنڈلی سے خون بہہ کر بستر میں جذب ہو رہا تھا۔ لیکن سوڈیو نے اس کی پرواہ نہ کی اور پھر اس نے پلاسٹک کا تھیلا اٹھایا جس میں سبز رنگ کا محلول تھا۔ اس نے قینچی سے اس کا اوپر والا رُخ کاٹ دیا۔ اور پھر ایک چمٹی اس محلول کے اندر ڈال دی۔ چند لمحوں بعد جب چمٹی باہر آئی تو اس میں چھوٹی سی چپٹی سی ایک پتی بھی باہر آگئی۔ اس پتی پر چھوٹے چھوٹے سوراخ بنے ہوئے تھے۔

سوڈیو نے اس پتی کو بڑے آرام سے خورشید کی پنڈلی کے شگاف میں رکھ دیا اور پھر اُسے دباتا چلا گیا۔ پتی گوشت کے اندر غائب ہو گئی۔ پھر جب اُسے اطمینان ہو گیا کہ پتی صحیح جگہ پر پہنچ گئی ہے تو اس نے چمٹی ایک طرف رکھی اور میز پر پڑی ہوئی ایک شیشی اٹھائی اور اس کا ڈھکن کھول کر اس میں موجود محلول خورشید کے زخم پر ڈال کر اسے ہاتھ سے ملنے لگا۔ شیشی میں سے نکلنے والا محلول سنہرے رنگ کا تھا۔ اس محلول کے زخم پر پڑتے ہی خون نکلنا بند ہو گیا۔ سوڈیو بار بار محلول کے قطرے زخم پر ٹپکاتا اور پھر انگلی کی مدد سے اُسے مل دیتا۔ محلول نے اس کے پورے زخم کو ڈھانپ لیا۔ اب خورشید کی پنڈلی پر سنہری سی پٹی نظر آ رہی تھی۔

"لو یہ کام تو ہو گیا ــــ اب برین کنٹرولنگ باقی رہ گئی" ــــ سوڈیو

نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا اور اس نے میز پر پڑی ہوئی وہ ڈرل نما مشین اٹھائی اور خورشید کے سر کی طرف مڑ گیا۔ ٹریسی کرسی پر بیٹھی بڑے اطمینان سے یہ ساری کارروائی دیکھ رہی تھی۔ سوڈیو نے خورشید کو کندھوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ جب خورشید کا سر بستر سے نیچے لٹکنے لگا تو اس نے ایک کرسی گھسیٹی اور اس پر بیٹھ گیا۔ میز پر پڑا ہوا میٹر اُسے صاف نظر آ رہا تھا۔

سوڈیو نے انگلی کی مدد سے خورشید کے سر کے دائیں طرف ایک حصے کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔ ایک جگہ اس کی انگلی رک گئی اور پھر اس نے انگلی کو بار بار دبایا اور پھر مطمئن ہو کر اس نے دوسرے ہاتھ سے مشین اٹھا کر اس کی سوئی عین اس جگہ رکھی جہاں چند لمحے پہلے اس کی انگلی موجود تھی۔ سوئی کو اس جگہ رکھ کر اس نے میز پر نظر ڈالی اور پھر مشین کا ٹریگر نما بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے مشین سے تیز سرسر کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ سوڈیو بڑی مضبوطی سے مشین کو سنبھالے ہوئے تھا۔ البتہ اس کی نظریں میٹر پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر سوئی جیسے ہی ایک سُرخ ہندسے پر پہنچی، سوڈیو نے ٹریگر نما بٹن سے انگلی ہٹالی اور مشین خاموش ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی میٹر پر حرکت کرنے والی سوئی بھی اسی لمحے سُرخ ہندسے پر چپک گئی۔ سوڈیو نے ایک ہاتھ سے مشین کو تھاما اور دوسرا ہاتھ جیب میں ڈال کر اس نے ایک کیپسول نما نلکی نکالی۔ اس نلکی میں نیلے رنگ کے محلول کے چند قطرے صاف نظر آ رہے تھے۔ کیپسول کا ایک سرا ڈراپر کی طرح بالکل باریک تھا۔ سوڈیو نے کیپسول کا باریک سرا مشین

کے اوپر موجود ایک باریک سے سوراخ میں فٹ کیا اور پھر کیپسول یوں دبلنے لگا جیسے ڈراپر کو دبایا جاتا ہے۔ اس کے دباتے ہی تیزی سے کیپسول سے غائب ہونے لگے۔ چند لمحوں بعد کیپسول خالی ہو گیا۔ تو سوڈیو نے کیپسول کو علیحدہ کر کے دوبارہ اپنی جیب میں ڈال لیا۔ اس کے بعد اس نے مشین کے اوپر لگی ہوئی ایک چھوٹی سی چرخی کو گھمایا اور پھر ٹریگر نما بٹن دبا دیا۔ مشین ایک بار پھر چلنے لگی لیکن اس بار اس کا ہاتھ اونچا ہونے لگ گیا اور اس کے ساتھ ہی میٹر کی سوئی بھی تیزی سے واپسی کا سفر کرنے لگی۔ چند لمحوں بعد سوئی ایک جھٹکے سے باہر آ گئی اور اس کے ساتھ ہی میٹر کی سوئی بھی صفر پر پہنچ کر رک گئی۔ سوڈیو نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹریگر نما بٹن سے انگلی ہٹائی اور مشین کو اس نے میز پر رکھ دیا اور خود ایک طرف پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا اور لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

"کام صحیح ہو گیا ہے ناں" ——— ٹرلیسی نے پوچھا۔

"سو فیصد درست ہوا ہے ——— اب خورشید مکمل طور پر ہمارے کنٹرول میں رہے گا" ——— سوڈیو نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر وہ اٹھ کر دوبارہ بستر کی طرف بڑھا۔ اس نے فرش پر پڑا ہوا تھیلا اٹھایا اور تمام سامان اس میں بھرنا شروع کر دیا اور پھر تھیلے کی زپ لگا کر اسے میز پر رکھا اور کرسی اٹھا کر اس نے بستر کے قریب خورشید کے بالکل نزدیک رکھی اور اس نے ایک ہاتھ خورشید کی پیشانی پر اس طرح رکھا جیسے بخار چیک کر رہا ہو۔ خورشید کی پیشانی پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے اور اس کا سانس بھی پہلے سے کہیں زیادہ تیز چل رہا تھا۔

"یہ ابھی ہوش میں آ جائے گا ٹرلیسی! ——— اور اب تم نے اس سے مزید معلومات حاصل کرنی ہیں ——— میں فی الحال سامنے نہیں آنا چاہتا" ——— سوڈیو نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور ٹرلیسی سر ہلاتی ہوئی اٹھی اور سوڈیو والی کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ سوڈیو بیگ اٹھائے ملحقہ کمرے میں چلا گیا۔

"تم ہوش میں آ رہے ہو خورشید ——— تم ہوش میں آ رہے ہو۔ لیکن تمہارا ذہن ہمارے کنٹرول میں رہے گا ——— تم ہوش میں آ رہے ہو خورشید" ——— ٹرلیسی نے منہ آگے کر کے آہستہ آہستہ لیکن باوقار لہجے میں کہنا شروع کر دیا۔ اس کے چہرے پر اس وقت بے پناہ سنجیدگی تھی۔ اور وہ بار بار یہی فقرے دوہراتی رہی۔

چند لمحوں بعد ہی خورشید نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن اسکی آنکھوں کی چمک بے حد مدھم تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ٹرانس میں ہو۔

"خورشید تمہارا ذہن میرے کنٹرول میں ہے" ——— ٹرلیسی نے اس کو آنکھیں کھولتے ہی کہا۔

"ہاں میرا ذہن تمہارے کنٹرول میں ہے" ——— خورشید کی مدھم سی آواز سنائی دی۔

"خورشید! ——— کیا تم نے مین پاور جنریٹر دیکھا ہے" ——— ٹرلیسی نے پوچھا۔

"ہاں میں نے دیکھا ہے" ——— خورشید نے جواب دیا۔

"وہ کہاں نصب ہے" ——— ٹرلیسی نے پوچھا۔

"وہ آئل ریفائنری کے نیچے ایک تہہ خانے میں نصب ہے" ____ خورشید نے جواب دیا۔

"کیا پائپ لائن کا مین مرکز بھی وہیں ہے" ____ ؟ ٹرلیسی نے پوچھا۔

"ہاں ___ وہ بھی وہیں ہے" ____ خورشید نے جواب دیا۔

"اور وہاں سے تیل کے کنوئیں کا فاصلہ کتنا ہے" ____ ؟ ٹرلیسی نے پوچھا۔

"تیل کا مرکزی کنواں بھی نزدیک ہے ___ تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر ہے" ____ خورشید نے جواب دیا۔

"اس تہہ خانے میں ___ اور تیل کے کنوئیں کے درمیان کوئی حفاظتی دیوار ہے" ____ ؟ ٹرلیسی نے پوچھا۔

"ہاں سلاکیم سائیڈ سے ایک دیوار بنائی گئی ہے" ____ خورشید نے جواب دیا۔

"اس مین پاور جنریٹر کا انچارج کون ہے" ____ ؟ ٹرلیسی نے سوال کیا۔

"اس کا انچارج جمشید آغا ہے ___ چیف الیکٹریکل انجنیئر" ____ خورشید نے جواب دیا۔

"کیا وہ تمہارا واقف یا دوست ہے" ____ ؟ ٹرلیسی نے پوچھا۔

"ہاں! ___ وہ میرا دوست ہے ___ وہ میرا کلاس فیلو رہا ہے" خورشید نے جواب دیا اور ٹرلیسی کا چہرہ اس کا جواب سن کر مسرت سے کھل اٹھا۔ جیسے اسے یہ جواب سن کر ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔

"وہ کہاں رہتا ہے" ____ ؟ ٹرلیسی نے پوچھا۔

"کالونی نمبر 1 میں" ____ خورشید نے جواب دیا۔

"کیا تم اسے یہاں بلا سکتے ہو" ____ ؟ ٹرلیسی نے پوچھا۔

"وہ نہیں آئے گا ____ وہ ڈیوٹی چھوڑ کر کبھی نہیں آتا۔ اس کی ڈیوٹی رات کو ہوتی ہے" ____ خورشید نے جواب دیا۔

"کیا تم اسے آئل فیلڈ سے باہر کسی جگہ لے جا سکتے ہو کسی تفریح کے لئے" ____ ؟ ٹرلیسی نے پوچھا۔

"ہاں! ___ وہ اکثر میرے ساتھ جاتا رہتا ہے" ____ خورشید نے جواب دیا۔

"اس کا قد و قامت اور شکل و صورت تفصیل سے بتاؤ" ____ ٹرلیسی نے پوچھا اور جواب میں خورشید نے اس کے قد و قامت اور حلیئے کی تفصیل بتانا شروع کر دی۔

"وہ شادی شدہ ہے" ____ ؟ ٹرلیسی نے پوچھا۔

"ہاں وہ شادی شدہ ہے ___ لیکن آج کل اس کی بیوی ڈلیوری کے سلسلے میں اپنے میکے گئی ہوئی ہے ____ آجکل وہ اکیلا ہی ہے گھر میں" ____ خورشید نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"گڈ" ____ ٹرلیسی نے بے اختیار ہنستے ہوئے کہا۔

"خورشید! ___ اب تم سو جاؤ گے ___ گہری نیند سو جاؤ گے اور صبح چھ بجے خود جاگ جاؤ گے ___ پھر تمہیں کچھ بھی یاد نہ رہے گا ___ تم ویسے پہلے جیسے ہی خورشید ہو گے" ____ ٹرلیسی نے دوبارہ سجیشن دینے شروع کر دیئے اور خورشید نے آنکھیں بند کر لیں۔

ٹریسی یہی فقرہ بار بار دوہراتی رہی۔ جب اس نے محسوس کیا کہ خورشید گہری نیند سو گیا ہے تو وہ ایک طویل سانس لیتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"گڈ! ___ یہ تو بہت اچھا ہوا کہ وہ جمشید آغا آجکل اکیلا رہتا ہے" اسی لمحے سوڈیو نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ وہ شاید ساتھ والے کمرے میں بیٹھا ان دونوں کے درمیان ہونے والی بات چیت سن رہا تھا۔

"اور میرا خیال ہے کہ اس کا قد و قامت باس موشے سے ملتا جلتا ہے" ___ ٹریسی نے کہا۔

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا تھا ___ اور یہ بات اور بھی ہمارے حق میں جاتی ہے ___ اب اس کا کنٹرول بھی تو باس نے سنبھالنا ہے۔ اگر باس خود جمشید آغا بن گیا تو مشن زیادہ آسانی سے پورا ہو جائے گا" سوڈیو نے جواب دیا۔

"اچھا اب گیارہ بج گئے ہیں۔ صبح چھ بجے یہ جاگے گا اور میں اسے مجبور کر دوں گی کہ وہ مجھے فوراً چھوڑ آئے ___ تم چھ بجے سے پہلے ڈگی میں پہنچ جانا" ___ ٹریسی نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ___ لیکن ابھی چھ بجنے میں بڑا وقت ہے ___ آؤ ذرا ڈرائنگ روم میں" ___ سوڈیو نے مسکراتے ہوئے ٹریسی کا بازو پکڑ کر کہا اور ٹریسی ہنستی ہوئی اس کے ساتھ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

عمران کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی تھی۔ اس وقت اگر اسے کوئی دیکھتا تو یقین ہی نہ کر سکتا تھا کہ یہ وہی عمران ہے جس کے چہرے پر ہر وقت حماقتوں کا آبشار سا بہتا رہتا ہے۔ میز کی دوسری طرف بلیک زیرو خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے بلیک زیرو سے پہلے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو" ___ عمران کی غراہٹ آمیز آواز سنائی دی۔

"جولیا سپیکنگ سر" ___ دوسری طرف سے جولیا کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ شاید ایکسٹو کی غراہٹ سے ہی سہم گئی تھی۔

"کیا رپورٹ ہے" ___ عمران کا لہجہ بدستور سخت تھا۔

"سر! ___ صرف تنویر نے رپورٹ دی ہے کہ اس نے تین غیر ملکیوں کو جو ایک سیاہ رنگ کی کار میں تھے۔ کیفے پائنز سے نکلتے

ہوئے دیکھا ۔۔۔ کار پر نمبر پلیٹ موجود نہ تھی جس کی وجہ سے تنویر مشکوک ہوا۔ اس نے ان غیر ملکیوں کا تعاقب کیا۔ لیکن ایک ٹریفک چیکنگ کے دوران وہ پھنس گیا اور کار نکل گئی ۔۔۔ اب وہ اس کار کو تلاش کر رہا ہے" ۔۔۔ جولیا نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"کیفے پائنز سے معلومات کیں تم نے" ۔۔۔؟ عمران نے پوچھا

"یس سر! ۔۔۔ میں نے صدیقی کو وہاں بھیجا تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ کیفے پائنز مجرموں کا گڑھ ہے ۔۔۔ اس کا مالک مشہور غنڈہ فرینکی ہے جسے فرینکی شیطان کے نام سے پکارا جاتا ہے اور وہاں اکثر غیر ملکی آتے جاتے رہتے ہیں ۔۔۔ فرینکی شیطان ہر قسم کے زیر زمین جرائم میں ملوث بتایا جاتا ہے" ۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

"گڈ! ۔۔۔ اچھی رپورٹ ہے ۔۔۔ تمام ممبروں کو کہہ دو کہ وہ مشکوک افراد کی تلاش جاری رکھیں ۔۔۔ خاص طور پر اہم مراکز کی نگرانی کریں"۔ عمران نے کہا۔

"بہتر سر" ۔۔۔ دوسری طرف سے جولیا نے مختصر لفظوں میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور عمران نے بغیر کوئی جواب دیئے رسیور رکھ دیا۔

"اس فرینکی شیطان کو نیک بنانا پڑے گا" ۔۔۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے وہ اس غیر ملکی تنظیم کے لئے کام کر رہا ہو۔ میں نے

بھی اس کا نام سنا ہے۔ خاصا خطرناک آدمی ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"اور کسی مسئلے میں وہ ملوث ہو یا نہ ہو ۔۔۔ وزیر داخلہ کے قتل میں ملوث ہو سکتا ہے۔ کیونکہ چپڑاسی کے روپ میں اندر جانیوالا قاتل یقیناً مقامی تھا ۔۔۔ وہ بڑے صحیح لہجے میں مقامی زبان بول رہا تھا"۔ عمران نے کہا اور پھر وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم ذرا محتاط رہنا ۔۔۔ مجھے بہت بڑے خطرے کی بو آ رہی ہے"۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم سے باہر نکلتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد عمران کی کار دانش منزل سے نکل کر کیفے پائنز کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ گذشتہ دو دنوں سے وہ اپنے اصل حلیے میں شہر کی گشت کر رہا تھا تاکہ اس پر حملہ کرنے والے ملزم دوبارہ سامنے آئیں۔ لیکن اب تک کوئی بھی سامنے نہ آیا تھا۔ اس نے دانش منزل پہنچتے ہی ٹائیگر کو ہوٹل زرتاج سے اپنی کار لیکر آنے کے لئے کہا تھا اور ساتھ ہی صفدر کو کار کی نگرانی کے لئے بھیجا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ مجرم حملے میں ناکامی کے بعد یقیناً اس کی کار کی نگرانی کریں گے۔ لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔ اور پھر پے در پے ملک میں ایسے واقعات رونما ہوئے کہ ملک میں جیسے بھونچال سا آ گیا ۔۔۔ ڈیم۔ یو کے یونٹ بجلی گھر ۔۔۔ پل کی یکے بعد دیگرے تباہی۔ وزیر داخلہ افضال حسین کا بھیانک قتل ۔۔۔ ان سب نے پورے دار الحکومت میں خوف و ہراس پھیلا دیا تھا۔ صدر مملکت نے ہنگامی میٹنگ کال

کی اور اس میٹنگ میں یہ کیس باقاعدہ سیکرٹ سروس کو ٹرانسفر کر دیا گیا۔ سر رحمان کی مرتب کردہ رپورٹ بھی ایکسٹو کے حوالے کر دی گئی۔ اور ہنگامی حالات کی بنا پر انٹیلی جنس اور پولیس کو براہِ راست سیکرٹ سروس کے ماتحت کر دیا گیا۔ لیکن عمران اپنے طور پر کام کرنے کا قائل تھا اس لئے اس نے انٹیلی جنس اور پولیس کو صرف اتنی ہدایت کی کہ وہ اہم مراکز کی نگرانی کرتے رہیں اور بس —— اس کے علاوہ اس نے پوری سیکرٹ سروس کو شہر میں پھیلا دیا تھا۔ چونکہ ڈیم کی تباہی میں غیر ملکی ملوث تھے اس لئے اس نے غیر ملکیوں پر خصوصی نظر رکھنے کی ہدایت کی تھی۔

پاکیشیا کا دارالحکومت چونکہ بین الاقوامی اہمیت کا شہر تھا اس لئے یہاں غیر ملکی کثیر تعداد میں ہر وقت نظر آتے تھے اس لئے یہ کام اور بھی زیادہ کٹھن ہو گیا تھا۔ لیکن عمران کے سامنے اب اس کے سوا اور کوئی صورت بھی باقی نہ رہ گئی تھی کہ وہ نگرانی کرائے۔

کیفے پائنز ایسٹ روڈ کے انتہائی شمالی کونے میں واقع تھا۔ بظاہر یہ ایک معمولی سا کیفے نظر آتا تھا جس پر گندہ اور پرانا سا بورڈ لٹک رہا تھا۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ اس کے نیچے خفیہ تہہ خانوں میں ہر قسم کا غیر قانونی دھندہ کیا جاتا ہے۔ وہ فرینکی شیطان کو بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ غنڈوں کی اس نسل سے ہے جو اپنے مقابل کو تنکے کی حیثیت بھی نہیں دیتے۔ چونکہ آج تک کسی کیس میں فرینکی براہِ راست ملوث ثابت نہ ہوا تھا اس لئے عمران کا ٹکراؤ براہِ راست فرینکی سے نہ ہوا تھا۔ عمران اکثر فارغ اوقات میں وہاں جاتا رہتا تھا اس لئے فرینکی بھی اُسے ایک عام سے مسخرے سے زیادہ نہ جانتا تھا۔

فرینکی دو سال قبل دارالحکومت میں وارد ہوا تھا اور اس نے یہ کیفے پرانے مالک سے خرید کر یہاں غیر قانونی دھندہ شروع کیا تھا اور ان دو سالوں میں اس نے اچھے خاصے پیر جما لئے تھے لیکن چونکہ وہ خود سامنے نہ آتا تھا اس لئے وہ اب تک سیکرٹ سروس کی زد سے بچا رہا تھا اور عمران کی فطرت تھی کہ وہ بغیر کسی مقصد کے کسی کو نہ چھیڑتا تھا۔ لیکن موجودہ حالات میں تنویر کی رپورٹ نے اس کے دل میں یقین ڈال دیا تھا کہ فرینکی جیسا آدمی یقیناً اس بڑے دھندے میں ملوث ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس نے اس بار فرینکی سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ویسے بھی وہ جلد از جلد کوئی ایسا کلیو چاہتا تھا جس پر کام کو آگے بڑھایا جا سکے۔ ورنہ مجرم جس رفتار سے تباہی مچا رہے تھے اس سے تو ظاہر یہی ہوتا تھا کہ اگر انہیں مزید کچھ دنوں کی مہلت مل گئی تو وہ پورے دارالحکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔

کیفے پائنز سے ذرا آگے ایک کمرشل سنٹر کے سامنے موجود پارکنگ میں اس نے اپنی کار روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا واپس کیفے پائنز کی طرف بڑھتا چلا آیا۔ اب اس کے چہرے پر ایک بار پھر حماقتوں کی تہہ چڑھ گئی تھی اور سنجیدگی اس تہہ کے نیچے کہیں چھپ چکی تھی۔ البتہ اس کا لباس اس بار قدرے سلیقے کا تھا۔

کیفے کا بڑا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر تنگ سے ہال میں سے قہقہوں اور باتوں کا بے ہنگم شور باہر تک سنائی دے رہا تھا اور شور کے ساتھ ساتھ منشیات کی مخصوص بو نے بھی پورے علاقے کو اپنے

دائرے میں لیا ہوا تھا۔

عمران سر جھٹکتا ہوا کیفے میں داخل ہوا۔ تنگ اور گھٹے ہوئے ماحول میں بیٹھے ہوئے نچلے درجے کے غنڈے نما لوگ اسے یوں محسوس ہو رہے تھے جیسے بدروحیں ہوں۔ پورے ہال میں ہلکے نیلے رنگ کا دھواں سا پھیلا ہوا تھا۔ یہ منشیات سے بھرے ہوئے سگریٹوں سے نکلنے والا دھواں تھا۔ چہرے پر چونے کی طرح تھوپا ہوا میک اپ کئے بازاری عورتیں تقریباً ہر میز پر موجود تھیں۔ عمران چند لمحے احمقوں کی طرح آنکھیں پھاڑے ہال کو دیکھتا رہا۔ اور پھر کندھے جھٹکتا ہوا کاؤنٹر کی طرف مڑ گیا۔ جہاں سانڈ کی طرح پھیلے ہوئے جسم کا مالک ایک کانا آدمی موجود تھا۔ اس نے ایک آنکھ پہ سیاہ پٹی باندھ رکھی تھی۔ اس کا سر انڈے کی طرح شفاف تھا۔ اور شاید سر کو چمکانے کے لئے اس نے اس پر تیل لگا رکھا تھا۔ کیونکہ اس کے عین سر پر لٹکے ہوئے بلب کی روشنی میں اس کی کھوپڑی سٹین لیس سٹیل کے برتن کی طرح چمک رہی تھی۔

"السلام علیکم جناب یکچشم گل صاحب"۔۔۔۔ عمران نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر احمقانہ انداز میں کہا۔

"کیا چاہیئے"۔۔۔۔ یکچشم گل نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں پوچھا۔ اسے شاید کاڑھی اردو نہ آتی تھی اس لئے وہ یکچشم کا مطلب ہی نہ سمجھ سکا تھا۔ ورنہ اگر عمران اسے یکچشم گل کی بجائے صرف کانا کہہ دیتا تو یقیناً وہ آپے سے باہر ہو چکا ہوتا۔

"کیا آپ شیطان کے چیلے ہیں حضور"۔۔۔۔ عمران نے بڑے سہمے سے لہجے میں پوچھا۔

"کیا بکتے ہو۔۔۔ نکل جاؤ یہاں سے۔۔۔ ورنہ چپت مار کر کھوپڑی توڑ دونگا"۔۔۔۔ یکچشم گل نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"ج ج۔۔۔ ج ج۔۔۔ جناب آپ ناراض ہو گئے ہیں۔۔۔ میرا مطلب فرینکی شیطان سے تھا"۔۔۔۔ عمران کے چہرے اور لہجے سے یکلخت شدید خوف امڈنے لگا تھا۔

"تم۔۔۔ تم نے باس کو شیطان کہا۔۔۔ اور وہ بھی گیری کے سامنے۔ اب موت تمہارا مقدر بن چکی ہے"۔۔۔۔ یکچشم گل جس کا نام شاید گیری تھا، نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس نے کاؤنٹر پر پڑی ہوئی خالی بوتل بجلی کی سی تیزی سے اٹھا کر عمران کے سر پر دے ماری۔ عمران تو بڑی پھرتی سے جھک گیا البتہ اس کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک بیرے کے کاندھے پر بوتل پوری قوت سے پڑی اور بیرہ چیخ مار کر فرش پر گر پڑا۔

"اچھا اچھا۔۔۔ میں سمجھ گیا تو تم بوتل کے جن ہو۔۔۔ تو جناب جن صاحب!"۔۔۔۔ عمران نے سیدھا ہوتے ہی بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔

اور گیری کا غصہ اب آؤٹ آف کنٹرول ہو چکا تھا۔ وہ اچھل کر کاؤنٹر سے باہر آ گیا تھا۔ اس کا بلڈاگ جیسا چہرہ غصے کی شدت سے بری طرح بگڑ گیا تھا۔

"ارے ارے تم پہلے ہی باہر آ گئے۔۔۔ ابھی تو میں نے تمہیں بلایا ہی نہیں"۔۔۔۔ عمران نے تیزی سے پیچھے ہٹتے ہوئے خوفزدہ

لہجے میں کہا۔

وہ بیرہ جس کے کاندھے پر بوتل لگی تھی۔ وہ گیری کو اس طرح غصے میں دیکھ کر خوفزدہ انداز میں اٹھ کر دُور بھاگ گیا۔ ہال میں گونجنے والے قہقہے یکلخت تھم گئے اور تقریباً ہر شخص اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ان سب کے چہرے بتا رہے تھے کہ انہیں عمران کی بھیانک موت کا یقین ہو چکا ہے۔

"اُلو کے پٹھے ــــ تمہاری یہ جرأت" ــــ گیری غراتا ہوا عمران کی طرف جھپٹا۔

"اُلو کا پٹھا ــــ اچھا نام ہے تمہارا ــــ تو فرینکی اُلو ہوا۔ بہت خوب" ــــ عمران نے یوں سادہ لہجے میں کہا جیسے اُسے صورت حال کی نزاکت کا احساس ہی نہ ہو۔

دوسرے لمحے گیری چیختا ہوا عمران پر جھپٹ پڑا۔ عمران اس انداز میں منہ اٹھائے اپنی جگہ کھڑا رہا جیسے اُسے حیرت ہو رہی ہو کہ آخر یہ سانڈ نما شخص آخر کیوں اچھل رہا ہے۔ مگر جیسے ہی گیری اس کے اوپر آیا، عمران کے دونوں ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئے اور سانڈ نما گیری بُری طرح چیختا ہوا اس کے سر کے اوپر سے ہوتا ہوا ہال میں موجود ایک میز پر سر کے بل جا گرا۔ اس کی شفاف کھوپڑی پوری قوت سے میز پر لگی تھی اور میز ایک زوردار کڑاکے سے فرش پر بیٹھتی چلی گئی۔

گیری چیختا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی کھوپڑی پر سے خون کی سی بہہ کر اس کے چہرے کی طرف آنے لگی۔ شاید کوئی کیل لگ گئی

تھا۔ اور اٹھتے ہی گیری نے بڑی پھرتی سے خنجر نکال لیا۔ خنجر کافی بڑے پھل کا تھا۔ اب گیری کا چہرہ غضب اور غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔ اور ہال میں موجود افراد نے سانس روک لیے۔ تمام بیرے ایک طرف سمٹ چکے تھے۔ اور انہوں نے گیری کے لیے خاص جگہ چھوڑ دی تھی۔

"کتے کے بچے میں تمہارے ٹکڑے کر دوں گا" ــــ گیری نے خنجر کو ہاتھ میں تولتے ہوئے چیخ کر کہا۔

"اچھا ــــ اب فرینکی اُلو کی بجائے کتا بن گیا ــــ ابھی تو تمہاری کھوپڑی ایک بار میز سے لگی ہے" ــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور ہال میں موجود ہر فرد کی نظریں عمران کے چہرے پر جم گئیں انہیں یقین نہ آ رہا تھا کہ یہ احمق سا نوجوان گیری کو اس طرح پٹخنے کے بعد اس طرح اطمینان سے کھڑا بھی رہ سکتا ہے۔

اسی لمحے ایک بیرا تیزی سے گیری کے قریب آیا اور اس نے گیری کو کچھ بتانے کی کوشش کی۔ لیکن گیری ــــ بڑے غضب ناک انداز میں مڑا اور بیرا اچھل کر دو قدم دُور جا گرا۔ گیری کا ایک زوردار تھپڑ بیرے کے چہرے پر پڑا تھا۔ اب گیری ہاتھ میں خنجر پکڑے عمران کی طرف بڑھنے لگا۔ اس بار اس کے انداز میں احتیاط تھی۔ اس کے خنجر پکڑنے کا انداز بتا رہا تھا کہ اُسے خنجر زنی میں مہارت کا دعویٰ ہے۔

"اسے یہ خنجر تو تیز نظر آتا ہے ــــ دھیان رکھنا کہیں تمہاری انگلی نہ کٹ جائے" ــــ عمران نے بڑے سادہ لہجے میں گیری کو

سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا اور ہال میں دبے دبے قہقہے گونج اٹھے۔ اور ان قہقہوں نے جیسے جلتی پر تیل کا کام کیا اور گیری کے پیروں میں جیسے سپرنگ لگ گئے ہوں۔ اس نے انتہائی مہارت بھرے انداز میں عمران پر خنجر کا وار کیا۔ لیکن اب بے چارے گیری کو کیا معلوم کہ اس کا مقابلہ عمران سے ہے۔ وہ اُسے حقیقتاً کوئی احمق سا آدمی سمجھ رہا تھا۔

جیسے ہی گیری نے حملہ کیا، عمران نے تیزی سے اپنے جسم کو دو طرف جھکایا اور دوسرے لمحے اس کا بایاں ہاتھ حرکت میں آیا۔ اور گیری چیختا ہوا کسی بپھرے ہوئے سانڈ کی طرح دوڑتا ہوا سیدھا کا سے جا ٹکرایا۔ چونکہ خنجر کا وار کرتے ہوئے وہ جھک چکا تھا اس لئے عمران کے دائیں ہاتھ کی زبردست جھپکی نے اُسے اتنی قوت سے آگے بڑھایا تھا کہ کاؤنٹر سے ٹکرانے تک وہ سنبھل ہی نہ سکا اس کا سر پوری قوت سے کاؤنٹر سے ٹکرایا۔ دوسرے لمحے کاؤ ہارڈ بورڈ کی دیوار اس کے سر کی بے پناہ ضرب سے ٹوٹ گئی گیری کندھوں تک کاؤنٹر کے اندر تک گھستا چلا گیا۔ یہ اتنی دلچسپ صورت حال تھی کہ پورا ہال قہقہوں سے گونج اٹھا جب کہ عمران بڑے اطمینان سے خنجر ہاتھ میں پکڑے اس کی دھار پر انگلی پھیر رہا تھا چیک کر رہا ہو کہ وہ واقعی تیز بھی ہے یا نہیں۔

اور پھر بیک وقت دو دھماکے ہوئے۔ ایک تو کاؤنٹر کے اور اس پر موجود سامان گرنے کا تھا۔ گیری نے بڑے وحشت بھرے انداز میں کاؤنٹر سے نکلنے کے لئے زور لگایا تھا اور نتیجہ یہ ہوا کہ

باہر تو آ گیا۔ لیکن کاؤنٹر سامان سمیت اچھل کر بائیں طرف کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اور دوسرا دھماکہ بلکہ چھناکا خنجر کے فرش پر گرنے کا ہوا عمران نے اُسے یوں یکلخت ہاتھ سے چھوڑ دیا تھا جیسے اس کے ہاتھ میں اچانک بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

"باپ رے ——— یہ تو واقعی تیز اور اصلی خنجر ہے" ——— عمران نے خوفزدہ لہجے میں کہا اور بے اختیار اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ اور اس کا اس طرح پیچھے ہٹنا ہی اس کے لئے بہتر ثابت ہوا۔ کیونکہ گیری ایک بار پھر اس پر چھلانگ لگا چکا تھا۔ اور عمران کے اس طرح پیچھے ہٹنے سے وہ سنبھلے بغیر عمران کے قدموں میں ایک زوردار دھماکے سے آ گرا۔ اس نے دونوں ہاتھ آگے کر کے اپنے چہرے کو تو پچکنے سے بچا لیا لیکن اس انداز میں نیچے گرنے کی وجہ سے وہ تیزی سے اٹھنے کے قابل نہ رہا۔

"ارے یار! ——— کیا تم نے اٹھک بیٹھک لگا رکھی ہے۔ خوامخواہ وقت ضائع کر رہے ہو" ——— عمران نے اس بار بیزار سے لہجے میں کہا۔ اور دوسرے لمحے اس نے تیزی سے جھک کر گیری کی پلی ہوئی گردن پر ہاتھ رکھا اور پھر ہال میں موجود ہر فرد کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ جب انہوں نے سانڈ جیسے گیری کو حقیر کیچوے کی طرح عمران کے ایک ہاتھ میں لٹکتے ہوئے دیکھا۔ اس کے قدم فرش سے اوپر اٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ عمران کے ایک ہاتھ میں لٹکا ہوا یوں تڑپ رہا تھا جیسے اس کی گردن کسی کرین کے خوفناک شکنجے میں پھنس گئی ہو۔ عمران نے اتنے وزنی آدمی کو یوں ایک ہاتھ سے اٹھا لیا تھا

جیسے گیری ہڈیوں اور گوشت پوست کی بجائے ہوا بھرا ہوا غبارہ ہو۔ دوسرے لمحے عمران کا دوسرا ہاتھ حرکت میں آیا اور ہال میں کڑاک کی آواز ابھری۔ عمران کی کھڑی ہتھیلی پوری قوت سے گیری کی اٹھی ہوئی ران پر پڑی تھی اور گیری کے حلق سے چیخ نکلی۔ عمران کی ایک ہی ضرب نے اس کی ران کی ہڈی توڑ دی تھی۔ اور گیری عمران کے ہاتھوں میں یوں پھڑکنے لگا جیسے اس کی جان نکل رہی ہو اور عمران نے جھٹکا دے کر اسے فرش پر پھینک دیا۔

"جتنے موٹے ہو اتنے ہی عقل سے بھی پیدل ہو ---- یہ نہیں دیکھتے کہ مجھ جیسا کمزور آدمی تو دہشت سے ہی مر جائے گا۔ خواہ مخواہ اچھل کود میں لگے ہوئے ہو" ---- عمران نے یوں دونوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا جیسے ان پر لگی ہوئی مٹی صاف کر رہا ہو۔

"یہ تھا ہی اس قابل عمران صاحب ---- سالے کو بڑا زعم تھا اپنے آپ پر ---- کہتا تھا کہ میں ریسلنگ میں ورلڈ چیمپئن بن سکتا ہوں" ---- اچانک کیفے کے کونے میں موجود ایک دروازے سے آواز سنائی دی۔ اور عمران چونک کر ادھر دیکھنے لگا۔

دروازے کے سامنے کھڑا فرینکی مسکرا رہا تھا۔ وہ نجانے کس وقت دروازے سے باہر آیا تھا۔ گیری اب فرش پر بے حس و حرکت پڑا تھا۔ شائد ہڈی ٹوٹنے کی تکلیف نے اسے بیہوش کر دیا تھا۔

"ریسلنگ میں ورلڈ چیمپئن ---- ارے باپ رے ---- مجھے پہلے بتایا ہوتا ---- ارے وہ تو بڑے خوفناک لوگ ہوتے ہیں۔ اور ایسی ایسی ضربیں لگاتے اور کھاتے ہیں کہ جیسے انسان نہ ہوں۔ روئی بھرے گدے

ہوں" ---- عمران نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"اسے اٹھا کر اس کے کمرے میں پھینک آؤ ---- تم نے اسے بتایا نہیں کہ وہ کس سے مقابلہ کرنے کی حماقت کر رہا ہے" ---- فرینکی نے عمران کی بات پر کان دھرنے کی بجائے ہال میں کھڑے بیروں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"باس ---- باس ---- میں نے بتایا تھا مگر ----" ایک بیرے نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تو پھر اس کی اپنی ہی شامت آگئی تھی ---- آؤ عمران میرے دفتر میں آؤ ---- تم یقیناً مجھ سے ملنے آئے ہو گے" ---- فرینکی نے آخری الفاظ عمران سے مخاطب ہو کر کہے۔

"ارے ہاں ---- واقعی مجھے تو یاد ہی نہیں رہا تھا کہ میں تم سے ملنے آیا ہوں" ---- عمران نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا فرینکی کی طرف بڑھنے لگا۔

ہال میں موجود ہر فرد حیرت بھرے انداز میں عمران کو دیکھ رہا تھا ان کی نظروں سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی انسان کی بجائے دنیا کا آٹھواں عجوبہ دیکھ رہے ہوں۔ اور ان کی حیرت بجا بھی تھی۔ اگر یہ سارا واقعہ وہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھتے تو مر کر بھی اس پر یقین نہ کرتے۔

پھر عمران جیسے ہی فرینکی کے دفتر میں داخل ہوا۔ اس نے ہال میں شروع ہونے والی تیز کھسر پھسر سن لی۔ وہ سب شائد عمران کے متعلق ہی بات کر رہے تھے۔

"آؤ بیٹھو! ــ پہلے بتاؤ کیا پیو گے" ____ فرینکی نے دروازہ بند کر کے میز کے پیچھے پڑی ہوئی اونچی نشست کی کرسی کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا پلا سکتے ہو مسٹر فرینکی" ____؟ عمران نے جواب دیا۔ اس کا لہجہ اس قدر سنجیدہ تھا کہ فرینکی بھی بے اختیار چونک پڑا۔

فرینکی درمیانے قد کا ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ جسم خاصا سڈول تھا اور جسم کی بناوٹ ایسی تھی کہ دیکھنے سے ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ اس کا جسم فولاد سے بنا ہوا ہے۔ چہرے پر زخموں کے بے شمار نشانات تھے اور انہی نشانات کی وجہ سے ہی اس کا چہرہ دیکھنے والوں کو ایک ہی نظر میں دہشت زدہ کر دیتا تھا۔ داڑھی مونچھیں صاف تھیں۔ البتہ سر کے بال اتنے سیاہ تھے جیسے اس نے کوئی گھٹیا سا خضاب لگا رکھا ہو۔ لیکن یہ اس کے بالوں کا اصل رنگ تھا۔

"جو تم کہو ____ میرے پاس ہر چیز ہے ____ قانونی بھی اور غیر قانونی بھی" ____ فرینکی نے بغور عمران کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں بلا کا اعتماد تھا۔

"کبھی تم نے بے گناہ انسانوں کا خون پیا ہے" ____؟ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"بے گناہ انسانوں کا خون ____ کیا مطلب ____ تم کہنا کیا چاہتے ہو"؟ فرینکی کے چہرے پر حیرت کے آثار ابھر آئے۔

"تمہیں معلوم ہے کہ وزیر داخلہ کو قتل کر دیا گیا ہے ظاہر ہے ان کی تم سے دشمنی تو نہیں تھی ____ پھر وہ بے گناہ ہی ٹھہرے" ____ عمران

نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تمہارے دماغ میں واقعی خلل ہے ____ تمہارا مطلب ہے کہ وزیر داخلہ کو میں نے قتل کیا ہے" ____ فرینکی نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"کیا نہیں تو کرایا ضرور ہے ____ اور سنو فرینکی! ____ تم شاید پوری طرح مجھ سے واقف نہیں ہو۔ ورنہ تم جیسے چوہوں کو مجھ سے اس انداز میں گفتگو کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی" ____ عمران نے بھی پھنکارتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ اس کے چہرے پر چٹانوں جیسی سنجیدگی تھی۔

فرینکی چند لمحے غور سے عمران کی آنکھوں میں دیکھتا رہا اور پھر اس نے نظریں جھکا لیں۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے عمران ____ میرا وزیر داخلہ کے قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے" ____ اس بار فرینکی کے لہجے میں نرمی تھی۔

"غلط فہمی ____ ایسا کوئی لفظ میری لغت میں نہیں ہے ____ اور سنو فرینکی! ____ تمہارے کیفے کے گرد انٹیلی جنس کا خفیہ پہرہ ہے۔ اور ایک غیر ملکی مجرم تنظیم کے چار افراد کو تمہارے کیفے سے نکلتے دیکھا گیا ہے ____ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے سپرنٹنڈنٹ فیاض سے گہرے تعلقات ہیں اور وہ تم سے حصہ بھی وصول کرتا ہے۔ لیکن یہ معاملہ انتہائی گھمبیر ہے ____ اس بار فیاض بھی تمہاری مدد نہ کر سکے گا۔ ہاں! اگر تم تعاون کرو تو تمہاری ذات کو بچایا جا سکتا ہے" ____ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"یہ سب غلط ہے ____ میرا کسی غیر ملکی مجرم تنظیم سے کوئی تعلق

نہیں ہے اور غیر ملکی تو میرے کیفے میں منشیات کے لئے آتے جاتے رہتے ہیں۔۔۔ میں سچ کہہ رہا ہوں" ۔۔۔۔ فرینکی نے جواب دیا لیکن اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر جھٹکا کھا چکا ہے۔

"دیکھو فرینکی! ۔۔۔ سوپر فیاض میرا دوست ہے اور تمہیں شاید علم نہیں کہ تمہارے دیئے ہوتے حصے میں سے کچھ مجھے بھی ملتا رہتا ہے اور یہ بات بھی بتادوں کہ میرا باپ سنٹرل انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر جنرل ہے اس لئے مجھے انٹیلی جنس کی ٹاپ کارکردگی کی اطلاع مل جاتی ہے چنانچہ مجھے جیسے ہی معلوم ہوا کہ تم پر شک کیا جارہا ہے، میں یہاں آگیا اگر واقعی کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتادو ۔۔۔ میں اپنے باپ سے کہہ کر تمہیں بچوا سکتا ہوں" ۔۔۔۔ عمران نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"اوہ تو یہ بات ہے ۔۔۔ بہرحال یقین کرو میرا کسی غیر ملکی تنظیم سے کوئی تعلق نہیں ۔۔۔ یہ کام میری لائن کا ہی نہیں ہے۔ میں جھوٹ نہیں بول رہا" ۔۔۔۔ فرینکی نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"او۔کے! ۔۔۔ مجھے یقین آگیا ہے ۔۔۔ میں سچ جھوٹ کا پتہ بولنے والے کے لہجے سے ہی چلا لیتا ہوں۔ اب ایک گلاس پانی پلوادو" ۔۔۔ عمران نے یکلخت مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر دوبارہ حماقتوں کی نقاب چڑھ گئی تھی اور فرینکی نے واضح طور پر اطمینان کا ایک طویل سانس لیا اور پھر میز پر پڑا ہوا انٹرکام کا رسیور اٹھا کر کافی لانے کا حکم دیا اور پھر رسیور رکھ دیا۔ لیکن اس دوران عمران کا ہاتھ اپنا کام دکھا چکا تھا۔ اس نے بڑی خاموشی سے ایک چھوٹا سا

بٹن میز کے نیچے چپکا دیا تھا۔ فرینکی آرڈر دینے میں مصروف تھا۔ اس لئے وہ عمران کے ہاتھ کی حرکت کو نوٹ ہی نہ کر سکا تھا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک بیرہ ہاتھ میں کافی کی ٹرے لئے اندر داخل ہوا۔ اس نے بڑے مودبانہ انداز میں ایک پیالی عمران کے سامنے اور دوسری پیالی فرینکی کے سامنے رکھ دی اور پھر سر جھکائے تیزی سے واپس چلا گیا۔

"کیا تم واقعی سچ کہہ رہے ہو کہ مجھ پر شک کیا جارہا ہے" ۔۔۔ ؟ فرینکی نے کافی کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اب سے چند لمحے پہلے تک تو کیا جارہا تھا ۔۔۔ لیکن اب نہیں کیا جارہا ۔۔۔ تم مطمئن رہو۔ اب تم پر شک کا چھینٹا بھی نہ پڑے گا۔ جب تم عمران کو مطمئن کر دو گے تو سمجھ لو کہ ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس بھی مطمئن ہو گئے اور ان کے مطمئن ہوتے ہی پوری انٹیلی جنس بھی مطمئن ہو گئی ۔۔۔ آخر صرف تنخواہ میں ہی تو گذارہ نہیں ہو سکتا" ۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ اچھا اچھا ۔۔۔ میں سمجھ گیا" ۔۔۔۔ فرینکی نے بے اختیار ہنستے ہوئے کہا اور کرسی سے اٹھا۔

"ارے ارے بیٹھو۔ اس طرح نہیں ۔۔۔۔ اس طرح تو میں بھی مشکوک ہو جاؤں گا اور ڈیڈی بھی ۔۔۔ بس اتنا کرنا کہ اس بار جب سوپر فیاض کا حصہ جائے تو کچھ رقم ساتھ بھجوا دینا۔ وہ مجھے پہنچ جائے گی" ۔۔۔۔ عمران نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ گڈ! ۔۔۔ واقعی لاجواب ترکیب ہے ۔۔۔۔ ٹھیک ہے پہنچ

جائے گی ـــــ مجھے تمہاری اس خصوصیت کا تو آج علم ہوا ہے" ـــــ فرینکی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میں تو خصوصیات کا پٹارہ ہوں فرینکی! ـــــ بس تم دیکھتے جاؤ کہ اس پٹارے سے کیسی کیسی خصوصیات نکلتی ہیں۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے ـــــ میرا زیادہ دیر اندر رہنا اچھا نہیں ـــــ ایسا نہ ہو کہ نگرانی کرنے والے کسی بات کا خطرہ محسوس کرتے ہوتے تم پر چڑھ دوڑیں"۔ عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ فرینکی اٹھتا یا کوئی جواب دیتا۔ عمران مڑ کر دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ ہال سے گزر کر وہ بڑے دروازے سے باہر آگیا۔ اسے ہال میں رکنے یا ادھر ادھر دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی تھی۔

باہر آکر عمران بڑے اطمینان سے چلتا ہوا اس کمرشل سنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا جس کی پارکنگ میں اس کی کار موجود تھی۔ چند لمحوں بعد وہ کار میں موجود تھا اور کار آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پارکنگ سے باہر آرہی تھی اس نے کار میں بیٹھتے ہی ڈیش بورڈ کے نیچے لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا تھا اور ڈیش بورڈ درمیان سے کسی الماری کے پٹوں کی طرح کھلتا چلا گیا۔ اب اس کے اندر ایک چھوٹی سی پلیٹ چمکتی ہوئی صاف نظر آرہی تھی۔ اس پلیٹ پر شہر کا نقشہ بنا ہوا تھا جس پر جگہ جگہ دائروں میں نمبر پڑے ہوئے تھے۔ عمران کی کار جیسے ہی سڑک پر پہنچی اچانک ایک ہلکی سی آواز اس پلیٹ کے ساتھ موجود مائیک پر گونجی۔

"باس! ـــــ وہ کار میں بیٹھ کر چلا گیا ہے ـــــ اس کی کار کمرشل سنٹر کے پارکنگ میں موجود تھی" ـــــ بولنے والے کا لہجہ عمران کے لئے

نامانوس تھا۔

"اس نے کسی سے کوئی بات یا اشارہ تو نہیں کیا" ـــــ فرینکی کی آواز گونجی۔

"نہیں باس! ـــــ میں نے اچھی طرح چیک کیا ہے" ـــــ وہی آواز دوبارہ گونجی۔

"ٹھیک جاؤ اور سنو! ـــــ سمنٹ کو کہہ دو کہ وہ فی الحال تہہ خانے بند کر دے" ـــــ فرینکی کی آواز سنائی دی اور پھر کسی کے قدموں کی آواز ابھری جو مدھم ہوتے ہوتے ختم ہو گئی۔

عمران اطمینان سے کار چلا رہا تھا۔ لیکن وہ سیدھا جانے کی بجائے ایک سائیڈ روڈ پر مڑ گیا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ فرینکی کے میز کے نیچے لگا ہوا بٹن کا دائرہ کار دو سو گز سے زیادہ نہیں ہے اس لئے وہ کیفے پاسٹر سے دو سو گز دور نہ جا سکتا تھا۔ اور وہ کمرشل سنٹر کی پارکنگ میں ہی کار میں بیٹھ کر سب کچھ سن لیتا۔ لیکن اس کی ہر طرف سے محتاط رہنے والی عادت کام کر گئی۔ ورنہ ظاہر ہے فرینکی مشکوک ہو جاتا۔ اس لئے فرینکی کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر اس کا تعلق کسی تنظیم سے ہوا تو وہ عمران کے جاتے ہی اسے فون کریگا یا ٹرانسمیٹر پر اس سے بات کرے گا۔ تاکہ انہیں اطلاع دے سکے وہ ایسے نچلے درجے کے مجرموں کی نفسیات کو اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ اس قسم کی اطلاع دے کر اپنی اہمیت بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور فرینکی کے تاثرات دیکھ کر اسے یقین ہو گیا تھا کہ فرینکی اس معاملے میں ملوث ہے لیکن وہ چھوٹی مچھلی پر ہاتھ ڈال کر بڑی مچھلیوں کو چوکنا

نہ کرنا چاہتا تھا۔ اور چند لمحوں بعد اس کا خیال درست ثابت ہوا جب ڈیلش بورڈ سے فرینکی کی آواز گونجی۔

"ہیلو۔ ہیلو فرینکی کالنگ مائیکل۔ اوور" ——— فرینکی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اور عمران نے نقشے پر ایک جگہ سبز رنگ کا نقطہ بار بار چمکتے دیکھا۔ اور یہ نقطہ جہاں چمک رہا تھا یہ ایبٹ روڈ تھا۔ اور اس سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ کیفے پائنز سے کال کی جا رہی ہے۔

"یس مائیکل اٹنڈنگ اوور" ——— چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز گونجی اور عمران نے چونک کر دیکھا۔ اس بار نقشے کے انتہائی شمالی حصے پر ایک اور نقطہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ عمران چند لمحے غور سے اس جگہ کو دیکھتا رہا اور اس کے چہرے پر مسرت بھری مسکراہٹ تیرنے لگی۔ وہ انتہائی سادہ طریقے سے انتہائی اہم کلیو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ دوسرا نقطہ ظاہر ہے وہاں جل بجھ رہا تھا جہاں سے ٹرانسمیٹر کال ریسیو کی جا رہی تھی اور نقشے کے مطابق یہ ایگل ہلز کا علاقہ تھا جہاں امرا کی بڑی بڑی کوٹھیاں تھیں۔ نقطہ جس سپاٹ پر چمک رہا تھا وہاں ایک باریک سے دائرے میں پچیس کا ہندسہ موجود تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ایگل ہلز کی پچیس نمبر کوٹھی سے کال ریسیو کی جا رہی ہے۔

"کیا بات ہے فرینکی! ——— اس وقت کال کیوں کی ہے۔ اوور" دوسری طرف سے غراتی ہوئی آواز میں پوچھا گیا۔

"باس ایک اہم اطلاع ہے ——— سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کا لڑکا علی عمران ابھی مجھ سے ملا تھا۔ اس نے بتایا کہ آپ کے ساتھیوں کو کیفے سے نکلتے ہوئے چیک کر لیا گیا ہے۔ میں نے سوچا کہ آپ کو

اطلاع کر دوں تاکہ آپ محتاط رہیں۔ اوور" ——— فرینکی نے چالاکی سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا کہہ رہے ہو ——— ؟ کیا عمران تمہارے پاس آیا تھا۔ کیوں وہ کیوں آیا تھا۔ تفصیل بتاؤ۔ اوور" ——— بولنے والے کا لہجہ بری طرح چونکا ہوا تھا۔

"وہ دراصل آپ جانتے ہیں کہ میرے ہاتھ یہاں بہت پھیلے ہوئے ہیں اس لئے بچاؤ کے لئے میں انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ کو ہر ماہ ایک بھاری رقم ادا کرتا ہوں۔ عمران اس کا حصے دار ہے۔ وہ مجھے بتانے آیا تھا کہ غیر ملکیوں کی وجہ سے انٹیلی جنس تم سے مشکوک ہو چکی ہے۔ اس لئے آیا تھا۔ اوور" ——— فرینکی نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ تو یہ بات ہے ——— بہر حال اس کا تمہارے تک پہنچ جانا ہمارے لئے خطرناک ہے ——— اس نے وزیر داخلہ کے قتل کے متعلق تو کوئی بات نہ کی تھی۔ اوور" ——— بولنے والے کے لہجے میں غراہٹ تھی۔

"نہیں جناب! ——— بھلا اسے اس بات کا کیسے پتہ چل سکتا ہے۔ اوور" ——— فرینکی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ——— تم ایسا کرو کہ سیون زیرو ایسٹ پوائنٹ تھری ویسٹ پر ٹرانسمیٹر کال کرو اور اپنا نام بتا کر انہیں کہہ دو کہ وہ اپنی سرگرمیاں بند کر دیں ——— اور سنو! ——— یہ ٹرانسمیٹر وہی ہے جو ہم نے تمہیں دیا تھا یا تم اپنے کسی سیٹ سے بات کر رہے ہو۔ اوور" ——— ٹاپ راک نے پوچھا۔

"آپ والا ٹرانسمیٹر ہے ——— کیوں اس میں کوئی خصوصیت ہے کیا۔ اوور" فرینکی کے لہجے میں شک کی پرچھائیاں تھیں۔

"ارے نہیں! ——— صرف اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ اس پر ہونے

والی کال کہیں نہیں کیچ ہو سکتی ـــــ تم اب جلدی سے اس فریکوئنسی پر کرو۔ اوور" ـــ ٹاپ لاک نے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ میں کر دیتا ہوں۔ اوور" ـــــ فرینکی نے مطمئن میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوور اینڈ آل" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے سا دونوں نقطے یکلخت بجھ گئے۔ عمران اسی طرح کار چلاتے جا رہا تھا لمحوں بعد کیفے پائنز والا نقطہ دوبارہ جلنے بجھنے لگا۔

"ہیلو ـــ ہیلو فرینکی کالنگ۔ اوور" ـــــ فرینکی کی آواز دوبارہ بورڈ سے سنائی دی۔ لیکن دوسرے لمحے مائیک سے ایک زوردار دھ اور ایک انسانی چیخ کی آواز گونجی اور کیفے پائنز پر چمکنے والا نقطہ یکلخت بجھ گیا۔ عمران نے ایک طویل سانس لیا۔ وہ سمجھ گیا کہ فرینکی کو مخصوص پر کال کرا کر ٹرانسمیٹر میں موجود بم آن کرایا گیا ہے اور اب ظاہر ہے وہاں ٹرانسمیٹر کے ساتھ ہی فرینکی کا جسم بھی ہزاروں ٹکڑوں میں تبد ہو چکا ہو گا۔ ظاہر ہے فرینکی کی حماقت کا یہی جواب ہو سکتا تھا۔

عمران نے ڈیش بورڈ کا بٹن آف کیا تو خانہ بند ہو گیا۔ اور عمران نے تیزی سے کار کا رُخ موڑا اور اس طرف کار کا رُخ کر دیا۔ جدھر انگل بلزد واقع تھی۔ وہ فوری طور پر اس کوٹھی کو چیک کرنا چاہتا تھا۔

دھماکے کی آواز سنتے ہی نوجوان کے چہرے پر مسکراہٹ آمیز طمانیت چھا گیا۔ اس نے سامنے رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے ٹیلیفون سیٹ کو اپنی طرف کھسکایا اور پھر اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ پہلے چند لمحے تو دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دیتی رہی۔ پھر کسی نے رسیور اٹھا لیا۔

"لیں اسٹاک ایکس چینج پلیز" ـــــ دوسری طرف سے ایک سپاٹ سی آواز سنائی دی۔

"باس! ـــ میں مائیکل بول رہا ہوں ـــ ایک اہم اطلاع ہے"۔ نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اہم اطلاع کیا ہے" ـــــ؟ دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ یکدم بدل گیا۔

"باس! ـــ ہم نے ٹارگٹ نمبر تھری کے لئے یہاں کے مقامی غنڈے

فرینکی کی مدد حاصل کی تھی اور اس نے ایک بڑی رقم کے عوض آسانی سے کام کر دیا ___ اور پولیس اور انٹیلی جنس سر پٹکتی رہ گئی کی اسی طرح کی کامیابی کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ ٹارگٹ نمبر چھ لئے بھی اس کی خدمات حاصل کی جائیں ___ چونکہ اس ٹارگٹ لئے تفصیلی بات چیت ضروری تھی اور میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ کسی پوائنٹ کو دیکھے ___ اس لئے میں خود اس کے کیفے میں اس سے ملا اور اس سے بات چیت کی۔ لیکن میں نے محسوس کیا ٹارگٹ نمبر چھ اس کی سمجھ سے بالاتر ہے اس لئے میں ادھر ادھر کی باتیں کر کے واپس آ گیا ___ ابھی چند لمحے پہلے مجھے اس کال ملی ہے کہ علی عمران اس کے پاس پہنچا ہے اور اس نے ہے کہ غیر ملکیوں کو اس کے کیفے سے نکلتے ہوئے انٹیلی جنس نے چیک کر لیا ہے ___ میں نے ریڈ فریکوئنسی سے اسے ختم کر دیا ہے تاکہ آئندہ وہ ہمارے لئے خطرہ نہ بن سکے" ___ مائیکل نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ عمران کسی لائن آف ایکشن پر کام کر رہا ہے" باس کی سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

"وہ کر رہا ہے ___ ہمارے تک وہ نہیں پہنچ سکتا ___ میں نے تو اس لئے فون کیا تھا کہ آپ کا ٹارگٹ عمران تھا۔ لیکن وہ کھلے عام گھومتا پھر رہا ہے" ___ مائیکل نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں کچھ سا طنز تھا۔

"میں تمہارا مطلب سمجھ گیا ہوں مائیکل ! ___ لیکن میں نے جان بوجھ کر

عمران کو ڈھیل دے رکھی ہے ___ میں اسے چونکانا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اب تمہاری اطلاع کے بعد اس کا خاتمہ ضروری ہو گیا ہے" ___ دوسری طرف سے خشک لہجے میں کہا گیا۔

"اوہ سوری باس ! ___ میں سمجھا کہ وہ آپ کے لئے مشکل ٹارگٹ ثابت ہو رہا ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس پر کام کروں" ___ مائیکل نے بات کا رخ پلٹتے ہوئے جواب دیا۔

"مائیکل ! ___ جو کام تمہارے ذمہ لگایا گیا ہے وہ کرو ___ اور سنو ! تمام کام انتہائی احتیاط سے ہونا چاہئے ___ اور سنو ! میں نے یہاں کے حالات کو چیک کرتے ہوئے پلان بدل دیا ہے ___ چونکہ ہمیں تیزی سے کام کرنا ہے اس لئے رچرڈ اور تم اب اکٹھے کام کرو گے۔ تم دونوں اپنے ٹارگٹس اکٹھے انجام دو ___ میں اسے کہہ دیتا ہوں کہ وہ اپنا پوائنٹ ختم کر کے تمہارے پاس پہنچ جائے" ___ باس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"جیسے آپ کہیں باس ! ___ ویسے بھی مجھے اطلاع ملی تھی کہ ٹارگٹ نمبر ایک میں اس کے تین ساتھی ہلاک ہو گئے ہیں اور اب اس کے ساتھ صرف ایک آدمی رہ گیا ہے۔ اسی لئے تو ٹارگٹ نمبر پانچ سرانجام نہیں دیا جا سکا" ___ مائیکل نے کہا۔

"ہاں ! ___ تمہاری اطلاع درست ہے۔ پہلا ہی ٹارگٹ اس لئے خاصا مشکل ثابت ہوا تھا ___ بہرحال اس نے اپنی فطری دلیری کی بنا پر اکیلے ہی اسے سرانجام دے دیا ہے ___ ٹارگٹ نمبر پانچ کے

لیئے وہ منصوبہ بندی میں مصروف ہے ___ لیکن اب سب
تم دونوں نے مل کر پورے کرنے ہیں" ___ باس نے خشک
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس! ___ میں تیار ہوں ___ رچرڈ کے ساتھ
ہم زیادہ تیزی سے ٹارگٹس کور کر لیں گے۔ لیکن میری ایک اور تجو
مائیکل نے کہا۔

"کیا" ___؟ باس نے پوچھا۔

"باس! ___ اس پلاننگ نے ہمیں ایک دوسرے سے بالکل
اور لاتعلق کر دیا ہے ___ اب دیکھیئے کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ ر
کیا کر رہا ہے ___ یا نوبل اور موسٹے کیا کر رہے ہیں ___
کیا ہم کامیاب بھی ہو رہے ہیں یا نہیں ___؟ اس طرح عمران کے
متعلق پتہ نہ تھا کہ آپ نے اس کے متعلق کیا پروگرام بنایا ہے
اس طرح ہو سکتا ہے کہ علیحدہ علیحدہ ہم مار کھا جائیں ___ میرا خیا
ہے کہ اگر ہم اکٹھے رہ کر کام کریں تو کسی بھی پہلو پہ کمزور پڑتے
دوسرے لوگ اس پہلو پر فوری کنٹرول کر سکتے ہیں" ___ مائیکل نے
تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"نوبل اور موسٹے کی فکر نہ کرو ___ وہ صحیح کام کر رہے ہیں اور
کا مشن ہی اصل مشن ہے۔ تمہارا اور رچرڈ کا مشن تو صرف سا
ورک کا ہے تاکہ حکومت کی مشینری اس میں الجھی رہے ___
مشن تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اکٹھے ہونے کی صورت میں ای
کی وجہ سے دوسرے کا کلیو مل سکتا ہے۔ اس لیئے فی الحال اسی

کام جاری رکھو ___ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو پھر دیکھا جائے گا ___ باقی
باقی ___ دوسری طرف سے باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ
ختم ہو گیا اور مائیکل نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے
پر ہلکی سی ناگواری کے آثار نمایاں تھے۔ رسیور رکھ کر اس نے میز کے کنارے
پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔

"یس سر" ___ دوسرے لمحے دروازے میں موجود ایک نوجوان کی
آواز سنائی دی۔

"فرینک کو بلاؤ" ___ مائیکل نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس باس ___ دروازے میں موجود نوجوان نے سر جھکاتے ہوئے
کہا اور مڑ کر غائب ہو گیا۔ چند لمحوں بعد ایک اور نوجوان دروازے میں
داخل ہوا۔

"یس باس" ___ نوجوان نے اندر آتے ہوئے کہا۔

"فرینک! ___ مسٹر رچرڈ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ یہاں پہنچ رہے
ہیں۔ اب وہ ہمارے ساتھ مل کر ٹارگٹس پر کام کریں گے" ___ مائیکل نے
نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بہتر باس! ___ میں اپنے آدمیوں کو ہدایات کر دیتا ہوں تاکہ انہیں
کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے" ___ فرینک نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ___ اب بتاؤ کہ ٹارگٹ چھ کے متعلق کیا رپورٹ ہے؟
میں آج رات اس ٹارگٹ کو کور کرنا چاہتا ہوں" ___ مائیکل نے سر
ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"باس! ___ اس کی حفاظت کے تمام انتظامات کی رپورٹ مل چکی

ہے ۔ وہ ٹاپ پر ہی ہے ۔۔۔ ابھی آپ کے پاس پہنچ جائے گا
اس کے بعد جیسے آپ حکم کریں گے " ۔۔۔ فرینک نے جواب دیا۔

" او کے ۔۔۔ جلدی اسے ٹاپ کر کے لے آؤ " ۔۔۔ مائیکل نے مطمئن لہجے میں کہا اور فرینک تیزی سے مڑ گیا۔

فرینک کو گئے ہوئے ابھی چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ اچانک کمرے میں تیز سیٹی کی آواز گونج اٹھی اور مائیکل چونک پڑا۔ اس نے ان تیزی سے میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے سامنے دیوار پر لگی ہوئی ایک سکرین روشن ہو گئی۔ سکرین پر ایک دیوار نظر تھی۔ دیوار کے سامنے ایک چھوٹی سی باڑھ تھی اور باڑ اور دیوار کے در ایک نوجوان چھپا ہوا صاف نظر آ رہا تھا۔ نوجوان کے چہرے پر ہلکی داڑھی اور بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔ مائیکل کے چہرے پر اس نوجوان دیکھتے ہی تشویش کے آثار ابھر آئے۔

مائیکل نے تیزی سے پاس پڑے ہوئے انٹر کام کا رسیور اٹھا لیا

" یس ۔ بیکر بول رہا ہوں " ۔۔۔ رسیور سے آواز ابھری۔

" بیکر ! ۔۔۔ بلیک پوائنٹ پر ایک آدمی موجود ہے " ۔۔۔ نے کرخت لہجے میں کہا۔

" یس سر ! ۔۔۔ ہم نے چیک کر لیا ہے " ۔۔۔ بیکر کی آواز سنا

" سنو ! ۔۔۔ اسے ہلاک مت کرو ۔۔۔ بلکہ زندہ گرفتار کر کے تہ میں پہنچا دو " ۔۔۔ مائیکل نے کہا۔

" ٹھیک ہے سر " ۔۔۔ بیکر نے کہا اور مائیکل نے رسیور رکھ اور اس کی نظریں دوبارہ سکرین پر جم گئیں۔ اب وہ آدمی باڑھ سے نکل

بڑے محتاط انداز میں عمارت کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اور پھر جیسے ہی وہ عمارت کے قریب پہنچا، اچانک ایک جال سا اس پر آ گرا۔ اور وہ جال میں الجھا ہوا زمین پر گرا اور پھر تین افراد نے اسے جال سمیت ہی چھاپ لیا۔ آنے والے نے پہلے تو اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی لیکن اسے چھاپنے والوں میں سے ایک نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سٹین گن کا دستہ اس کے سر پر دے مارا اور ایک ہی ضرب کھا کر وہ نوجوان بے حس و حرکت ہو گیا۔ اور اسے پکڑنے والے اٹھا کر دوڑتے ہوئے چلے گئے۔

جیسے ہی وہ موڑ مڑے، مائیکل نے ہاتھ بڑھا کر بٹن آف کر دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی سکرین تاریک ہو گئی۔

" یہ کون ہو سکتا ہے " ۔۔۔؟ مائیکل نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کوئی شخص اس طرح بھی دن دہاڑے کوٹھی میں داخل ہو سکتا ہے۔

جمشید آغا ڈیوٹی سے فارغ ہو کر آرام کرنے کے لئے اپنے بستر پر لیٹا ہی تھا کہ پاس پڑے ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"اب کیا ہو گیا"۔۔۔۔ جمشید آغا نے ناگوار انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ڈھیلے ہاتھوں سے رسیور اٹھا لیا۔

"جمشید بول رہا ہوں"۔۔۔۔ جمشید نے ہلکے سے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"خورشید بول رہا ہوں جناب۔۔۔۔ میرا خیال ہے کہ اب سونے کا پروگرام بن رہا ہو گا تمہارا"۔۔۔۔ دوسری طرف سے اسسٹنٹ ڈائریکٹر خورشید کی آواز سنائی دی۔

"اوہ خورشید خیریت۔۔۔۔ اس وقت کیسے یاد کیا"۔۔۔۔ جمشید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں خیریت ہی ہے۔۔۔۔ بلکہ بالکل ہی خیریت ہے۔۔۔۔ یار ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم بھی تھوڑی سی تفریح کر لو۔۔۔۔ کیا خشک آدمی بن گئے

ہو"۔۔۔۔ خورشید نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تفریح۔۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔۔ میں سمجھا نہیں"۔۔۔۔ جمشید آغا نے بے اختیار آنے والی نیند کو جبراً روکتے ہوئے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے کہ میری ایک دوست ہے ٹریسی۔۔۔۔ ایکریمین سفارت خانے کے ٹیکنیکل اٹاشی مسٹر رچرڈ کی سیکرٹری ہیں۔ بڑی اچھی خاتون ہیں۔۔۔۔ وہ آج کل چھٹی پر ہیں اور یہاں ان کی دوستی کا حلقہ بے حد محدود ہے۔۔۔۔ میں نے انہیں رات پرانی شراب پلانے کی دعوت دی تھی۔ لیکن یار پتہ نہیں میری طبیعت کو کیا ہوا۔۔۔۔ وہ شراب کچھ زیادہ ہی پرانی ثابت ہوئی۔ مجھے نشہ ہو گیا اور تمہیں تو علم ہے کہ نشہ ہونے کے بعد مجھے نیند آجاتی ہے۔ چنانچہ میں سو گیا اور وہ بیچاری اچھی کمپنی سے محروم ہو گئیں۔۔۔۔ اب صبح آنکھ کھلی ہے تو وہ بے حد ناراض ہو رہی ہیں۔۔۔۔ میں بڑا شرمندہ ہوں۔ لیکن کیا کروں۔ میری ڈیوٹی کا ٹائم ہونے والا ہے اور وہ بضد ہیں کہ انہیں سفارت خانے چھوڑ آؤں۔۔۔۔ تم جانتے ہو کہ میں اکیلے ڈرائیور کے ساتھ انہیں بھیج نہیں سکتا۔ ورنہ چیکنگ پوسٹ پر اچھی خاصی چھان بین شروع ہو جائے گی اور خوامخواہ بات کا بتنگڑ بن جائے گا۔۔۔۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اگر میرا یار جمشید ابھی سویا نہیں تو اُسے کہوں۔۔۔۔ یار میری خاطر تھوڑی سی تکلیف کر لو۔ بعد میں سوتے رہنا۔ یقین کرو بڑی اچھی دوست ہیں۔ تم ذرا بھی بوریت محسوس نہیں کرو گے"۔۔۔۔ خورشید نے کہا۔ اس کے لہجے میں عاجزی تھی۔ اور جمشید اس کی مشکل کو سمجھ گیا تھا۔ آئل فیلڈ کی حدود میں کسی بھی غیر ملکی کو بغیر اعلیٰ حکام کی خصوصی

اجازت کے نہیں ٹھہرایا جا سکتا تھا اور خورشید کی عیاش طبیعت کو جمشید اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لئے اُسے معلوم تھا کہ اس نے ٹرلیسی کو کس لئے ٹھہرایا ہو گا اور پھر صبح آنکھ دیر سے کُھلی اور اب اس کے پاس اتنا وقت نہیں ہو گا کہ وہ اُسے خود جا کر چھوڑ آتے اور پھر ڈیوٹی پر بھی پہنچ جاتے۔

"لیکن یار مجھے تو بُری طرح نیند آ رہی ہے اور پھر تمہیں معلوم ہے کہ میں ڈیوٹی ٹائم سے ہٹ کر سرکاری گاڑی استعمال کرنے کا بھی قائل نہیں ہوں اور میری ذاتی گاڑی بچوں کو لے کر گئی ہوئی ہے" جمشید نے کہا۔

"یہ سب باتیں مجھے معلوم ہیں ــــ تم اس کا فکر نہ کرو۔ میری گاڑی موجود ہے۔ ٹینکی فل ہے۔ بس تمہیں صرف آنا جانا ہی پڑے گا۔ اور سنو! اگر زیادہ نیند ستا رہی ہو تو پھر ٹرلیسی کی رہائش گاہ پر ہی سو جانا۔ وہ بڑی اچھی دوست ہے" ــــ خورشید نے جواب دیا۔

"اوہ ایسی کوئی بات نہیں ــــ تمہیں پتہ ہے کہ میں تمہاری جیسی خصوصیات سے محروم ہوں ــــ بہر حال ٹھیک ہے۔ اب تم چھینسے ہوئے ہو تو میں مِس ٹرلیسی کو پہنچا آتا ہوں ــــ لیکن یہ سوچ لو کہ پھر میں شام کو ہی واپس آؤں گا ــــ جب سے بچے گئے ہیں میں فیلڈ سے باہر نہیں گیا۔ آج کچھ دوستوں سے ہی مل آؤں گا" ــــ جمشید نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ! ــــ بہت بہت شکریہ! ــــ واقعی تم نے دوستی کا حق ادا کر دیا ہے۔ لیکن شام کو آؤ گے تو پھر رات کو ڈیوٹی کیسے کرو گے؟"

خورشید نے کہا۔

"تم اس کی فکر نہ کرو ــــ آج رات میرا آف ہے" ــــ جمشید نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ ویری گڈ ــــ ویری گڈ! ــــ پھر ٹھیک ہے۔ تھینک یُو ــــ تھینک یُو" ــــ خورشید نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں ــــ میں آ رہا ہوں" ــــ جمشید نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر رسیور رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ڈریسنگ روم میں جا کر اس نے لباس بدلا۔ اور نوکر کو فیلڈ سے باہر جانے کا کہہ کر وہ پیدل ہی خورشید کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔

پھر جیسے ہی اس نے کال بیل بجائی۔ خورشید خود ہی بھاگتا ہوا آیا اس نے دفتر جانے کے لئے لباس پہنا ہوا تھا۔

"یار بہت بہت مہربانی! ــــ میں تو پھنس گیا تھا ــــ ڈیوٹی سے بھی چھٹی کر لیتا۔ لیکن آج ڈائریکٹر جنرل نے آنا ہے۔ اس لئے مجبوری تھی ــــ آؤ میں تمہیں ٹرلیسی سے ملواؤں" ــــ خورشید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا اور جمشید مسکرا دیا۔

چند لمحوں بعد وہ دونوں ڈرائنگ رُوم میں داخل ہوئے۔

"یہ جمشید آغا ہیں میرے دوست! ــــ چیف الیکٹرک انجنیئر ہیں۔ اور یہ ہیں ایکریمین سفارت خانہ کی مِس ٹرلیسی" ــــ خورشید نے اندر پہنچ کر باقاعدہ تعارف کراتے ہوئے کہا۔ اور جمشید نے صوفے پر بیٹھی ہوئی انتہائی خوبصورت لڑکی سے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے دل

میں مسرت کی انجانی سی لہر محسوس کی۔ ٹریسی واقعی انتہائی خوبصورت اور پرکشش جسم اور شکل کی مالک تھی۔ اور جمشید کو خوامخواہ خورشید سے رشک محسوس ہونے لگا تھا۔

"آپ کو تکلیف تو ہوگی مسٹر جمشید —— میں تو خورشید کو صبح چھ بجے سے تیار ہونے کے لئے کہہ رہی تھی۔ لیکن خورشید صاحب نے تیار ہونے میں ایک گھنٹہ لگا دیا اور پھر انہیں اچانک یاد آگیا کہ انہوں نے ہر صورت میں ساڑھے سات بجے دفتر پہنچنا ہے اور اب صرف پندرہ منٹ باقی رہ گئے ہیں" —— ٹریسی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! —— یہ ہیں ہی ایسے سُست —— بہرحال اب میں تو خورشید کا شکریہ ادا کروں گا کہ اس کی کاہلی کی عادت کی وجہ سے میرا آپ جیسی خوبصورت خاتون سے تعارف کا موقع پیدا ہو گیا" —— جمشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تعریف کا شکریہ" —— ٹریسی نے جواب میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"آیئے پھر چلیں —— خورشید نے بھی ڈیوٹی پر پہنچنا ہوگا" —— جمشید نے کہا۔ اور ٹریسی خورشید سے رخصت لے کر باہر آگئی۔

پورچ میں خورشید کی لمبی چوڑی شیورلیٹ کار موجود تھی۔ چابیاں اگنیشن میں ہی لگی ہوئی تھیں۔ جمشید نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی جب کہ ساتھ والی سیٹ پر ٹریسی بیٹھ گئی اور دوسرے لمحے جمشید نے گاڑی سٹارٹ کی اور خورشید کی رہائش گاہ سے باہر آگیا۔ ٹریسی سے ملنے کے بعد اس کی نیند جیسے یکسر غائب ہو گئی تھی۔

"آپ تو بہت بڑے افسر ہیں —— چیف الیکٹرک انجینئر تو خاصا اہم عہدہ ہے" —— ٹریسی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے اتنا بڑا بھی نہیں —— البتہ ذمہ داری بہت بڑی ہے" —— جمشید نے ہنستے ہوئے جواب دیا اور پھر باتیں کرتے ہوئے وہ مختلف چیک پوسٹوں سے گزر کر فیلڈ سے باہر جانے والی سڑک پر پہنچ گئے۔ کسی بھی چیک پوسٹ پر انہیں نہیں روکا گیا۔ شاید یہ جمشید کی موجودگی کا اثر تھا۔ بہرحال چیک پوسٹوں سے گزرنے کے بعد ٹریسی کے چہرے پر اطمینان کے گہرے آثار چھا گئے تھے۔

"آپ کی رہائش سفارت خانے میں ہے" —— ؟ جمشید نے پوچھا۔

"نہیں —— میں نگرری اپارٹمنٹس کے فلیٹ میں رہتی ہوں۔ اور سفارت خانے کی پابندیاں مجھ سے برداشت نہیں ہوتیں" —— ٹریسی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ اچھا —— میں سمجھ گیا —— واقعی ایسی جگہوں پر بڑی پابندیاں ہوتی ہیں" —— جمشید نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"خورشید کہہ رہا تھا کہ آج رات آپ کا ڈیوٹی آف ہے —— تو آپ آج میرے مہمان بن جائیں۔ میرا بھی آف ہے —— شام کو تفریح کریں گے گھومیں پھریں گے —— یقین کریں میں آپ کو بور نہیں ہونے دوں گی" —— ٹریسی نے کہا۔

"ارے آپ کے ساتھ رہ کر کون کم بخت بور ہو سکتا ہے مس ٹریسی —— میں نے تو سوچا تھا کہ کچھ دوستوں سے مل لوں گا" —— جمشید نے جواب دیا اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ بس رسمی انداز میں ہی ایسا کہہ رہا ہے ورنہ اب اس کا اپنا دل علیحدہ ہونے کو نہیں چاہتا تھا۔

"تو کیا ہوا —— اکٹھے ہی مل لیں گے —— آپ کے دوست بھی تو آپ

جیسے ہی ہوں گے" ___ ٹریسی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہو!___ آپ جیسی خوبصورت خاتون کو میں اپنے دوستوں سے ملوا کر خود محروم نہیں ہونا چاہتا" ___ جمشید نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور ٹریسی بھی اس کے ساتھ ہی ہنس پڑی۔

تھوڑی دیر بعد کار لگژری اپارٹمنٹس کے سامنے پہنچ گئی۔ جمشید نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر وہ دونوں لفٹ میں سوار ہو کر چوتھی منزل پر پہنچ گئے۔ ٹریسی کا اپارٹمنٹ واقعی لگژری اپارٹمنٹ تھا۔ چار کمروں کا خوبصورت انداز میں سجا ہوا اپارٹمنٹ۔

"آپ بیٹھیں ___ میں آپ کے لئے ناشتہ بنا لاؤں" ___ ٹریسی نے جمشید کو ڈرائنگ روم میں بٹھاتے ہوئے کہا اور پھر جمشید کے احتجاج کرنے کے باوجود وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی کچن کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

جب ٹریسی کو گئے ہوئے کچھ دیر ہوگئی تو جمشید پر ایک بار پھر نیند نے غلبہ کرنا شروع کر دیا۔ اس نے صوفے کی پشت سے سر ٹکایا اور پھر نجانے کس وقت اس کی آنکھیں خود بخود بند ہوتی چلی گئیں۔

"اب اسے اٹھا دو ___ بہت ریسٹ کر لیا اس نے" ___ اچانک ایک بھاری آواز اس کے کانوں میں گونجی تو بے اختیار اس کی آنکھیں کھلتی چلی گئیں۔ اور دوسرے لمحے وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ وہ ایک کرسی پر تو ضرور بیٹھا تھا لیکن یہ وہ کمرہ تو نہ تھا۔ ٹریسی کا ڈرائنگ روم ___ یہ تو کسی عمارت کا تہہ خانہ معلوم ہو رہا تھا اور اس کا جسم کرسی کے ساتھ مضبوط رسیوں سے جکڑا ہوا تھا۔ دوسرے لمحے ایک شخص مڑ کر اس کے سامنے آگیا۔ اور جمشید کو یوں محسوس

ہوا جیسے اس کے ذہن میں ایٹم بم پھٹ پڑا ہو۔ اس کے سامنے جو شخص کھڑا تھا وہ ہوبہو اس کے اپنے قدوقامت اور بالکل اسی کی شکل وصورت جیسا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں جھماکا ہوا۔ کیونکہ اس شخص نے لباس بھی وہی پہنا ہوا تھا جو جمشید نے پہنا ہوا تھا۔ اس نے بے اختیار گردن جھکا کر اپنی طرف دیکھا اور اسے حیرت کا ایک اور شدید جھٹکا لگا۔ وہ صرف انڈرویئر میں کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کے جسم سے لباس غائب تھا۔

"مسٹر جمشید آغا!___ تمہارا لباس میں نے لے لیا ہے ___ مجھے اس کی ضرورت تھی" ___ اچانک اس کا ہم شکل بولا اور جمشید کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ طلسم ہوشربا میں پہنچ گیا ہو۔ بولنے والے کا لہجہ اور انداز بالکل اسی جیسا تھا۔ اس کی آنکھیں اب اس حد تک پہنچ چکی تھیں کہ اس کے بعد مزید نہ پھٹ سکتی تھیں۔ ورنہ جس قدر حیرت اسے ہو رہی تھی انہیں مزید پھٹ جانا چاہیئے تھا۔

"تم کون ہو ___ اور یہ میں کہاں ہوں ___ وہ مس ٹریسی ___" جمشید نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"تم مس ٹریسی کے فلیٹ میں سوئے ہوئے تھے ___ وہاں سے تمہیں بیہوش کر کے بلکہ اچھے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ تمہاری نیند کو مزید گہرا کر کے تمہیں یہاں لایا گیا ہے ___ اور اب میں تمہارے سامنے ہوں جمشید آغا چیف الیکٹرک انجنیئر" ___ اس کے ہم شکل نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مگر مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے ___" اور پھر رسیوں سے باندھنا

"میرا لباس اور تمہاری شکل ـــــ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے" ـــــ؟ جمشی
کی حیرت ابھی تک عروج پر تھی اس میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

"میں چند روز تمہاری جگہ ڈیوٹی دینا چاہتا ہوں مسٹر جمشید ـــ تاکہ تم
اچھی طرح ریلیسٹ مل جائے ـــــ تم اگر میرے سوالوں کے جواب صحیح
دیتے جاؤ تو تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی ـــــ ورنہ ہم مجبوروں کو
بدلنے پر مجبور کر دیتے ہیں" ـــــ اس کے ہمشکل نے بڑے سپاٹ
لہجے میں کہا۔

"اوہ ـــ تو تم کوئی مجرم ہو جو میری جگہ پہنچ کر کوئی جرم کرنا چاہت
ہو ـــ یہ کبھی نہیں ہو سکتا ـــ میں اپنے ملک سے کبھی غداری
کر سکتا چاہے تم میری بوٹیاں ہی کیوں نہ اڑا دو" ـــ جمشید نے تیز
میں جواب دیا۔ اب معاملہ اس پر واضح ہو چکا تھا کہ وہ کسی گہری
کا شکار ہو گیا ہے۔ اور اب اُسے خورشید بھی پوری طرح اس ساز
ملوث نظر آ رہا تھا۔

"مس ٹرلیسی کو بلاؤ" ـــــ اس کے ہمشکل نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس باس" ـــــ جمشید آغا کو اپنی پشت پر کسی کی آواز سنائی

"تم وہاں کیا کرنا چاہتے ہو" ـــــ؟ جمشید نے گھبرائے ہو
میں پوچھا۔

"مجھے چیف الیکٹریکل انجینئر بننے کا شوق ہے مسٹر جمشید! ـــ
خود بھی الیکٹرک انجینئر ہوں" ـــــ اس کے ہمشکل نے مسکرا
جواب دیا۔

"یس باس" ـــــ اچانک ٹرلیسی کی آواز گونجی اور دوسرے

اس کے سامنے آ گئی۔

جمشید آغا نفرت آمیز نظروں سے ٹرلیسی کے خوبصورت جسم کو گھورنے لگا۔ اور وہ اس وقت کو رو رہا تھا جب اس نے خورشید کی بات مان لی تھی۔

"مس ٹرلیسی! ـــ آپ تو کہہ رہی تھیں کہ مسٹر جمشید کمزور طبیعت کے آدمی ہیں ـــــ لیکن اب یہ اکڑے ہوئے ہیں" ـــــ باس نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"باس! ـــ جس طرح یہ میرے جسم پر ریجھ کر میرے فلیٹ پر آ گیا تھا اس سے تو میں یہی سمجھی تھی" ـــــ مس ٹرلیسی نے کانپتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"تو پھر اس سے معلومات بھی تم ہی اگلواؤ ـــ اور سنو! ـــ میرے پاس ضائع کرنے کے لئے زیادہ وقت نہیں ہے۔ اس سے صرف اس کے ڈیوٹی کے اوقات ـــــ اس کے ماتحتوں اور افسروں کے نام اور ماحول کے متعلق پوچھنا ہے ـــــ جلدی کرو" ـــــ باس نے کرخت لہجے میں کہا۔

"جمشید سب کچھ بتا دو پلیز ـــ یہ لوگ بہت ظالم ہیں ـــــ یہ انسان کو مچھر کی طرح مسل دیتے ہیں ـــــ پلیز ـــ میرا وعدہ ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی ـــ صرف چند روز کی بات ہے۔ پھر تم واپس اپنی ڈیوٹی پر پہنچ جاؤ گے اور کسی کو اس بات کا علم تک نہ ہو سکے گا" ـــــ ٹرلیسی نے آگے بڑھ کر بڑے خوشامدانہ انداز میں جمشید سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کی آنکھوں میں التجا تھی۔

"اور سنو جمشید! ـــ اگر تم سچ سچ سب کچھ بتا دو تو جتنا عرصہ تم یہاں

رہو گے مس ٹرلیسی تمہاری ہو گی قطعی تمہاری — مزے کرنا" — باس نے کہا۔

"تم لوگ مجرم ہو — میرے ملک کے دشمن ہو — اس لئے اس بات کا یقین کر لو کہ میں ایک لفظ بھی نہیں بتاؤں گا۔ تم سے جو ہو سکتا ہے کر لو" — جمشید نے بڑے نفرت آمیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ احمق آدمی ہے ٹرلیسی! — اس پر ترکیب نمبر دو آزماؤ — ابھی یہ طوطے کی طرح فرفر بولنا شروع کر دے گا" — باس نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور ٹرلیسی ایک جھٹکے سے مڑی اور دیوار میں نصب ایک الماری کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے الماری کھولی اور پھر اس کا ہاتھ الماری سے باہر آیا تو اس کے ہاتھوں میں ایک خوفناک ہنٹر موجود تھا۔ ہنٹر کے اوپر باریک تار لپٹی ہوئی تھی۔

ٹرلیسی جب ہنٹر لے کر مڑی تو جمشید کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ زخمی درندہ ہو۔ اس کی آنکھوں میں شدید بربریت اور وحشت نمایاں تھی۔

"میں نے سوچا تھا کہ تم عقلمندی کرو گے مگر —" ٹرلیسی نے پھنکارتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے شڑاپ کی آواز سے ہنٹر پوری قوت سے جمشید کے جسم پر پڑا۔ اور جمشید کے حلق سے بے اختیار ایک زوردار چیخ نکل گئی۔

"بولو جواب دو — بتاتے ہو یا نہیں" — ٹرلیسی نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور پھر تو جیسے جمشید کے جسم پر ہنٹروں کی بارش شروع ہو گئی۔ ہر ضرب پر جمشید کا ذہن بھک سے اُڑ جاتا۔ اس کے حلق سے

مسلسل چیخیں نکل رہی تھیں۔ تکلیف اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی۔ اس کا پورا جسم زخموں سے پُر ہو گیا۔ تار بندھے ہوئے ہنٹر نے اس کا ریشہ ریشہ اُدھیڑ دیا تھا۔

"بولو بتاتے ہو یا نہیں" — اچانک ٹرلیسی نے ہاتھ روکتے ہوئے کہا۔

"نہیں — نہیں — تم مجرم ہو — تم غدار ہو — تم دشمن ہو" — جمشید نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے جیسے اس کا سانس سینے میں گھٹتا چلا گیا۔ اس کے ذہن پر یکلخت اندھیروں نے یلغار کر دی اور اس کی گردن ڈھلک گئی۔

"ٹھہرو! — یہ بیہوش ہو گیا ہے — خاصا جاندار ثابت ہو رہا ہے" — باس نے کہا اور ٹرلیسی جو دوبارہ ضرب لگانے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھا چکی تھی یکدم رک گئی۔ باس نے آگے بڑھ کر جمشید کی نبض پر ہاتھ رکھا اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔

"ارے یہ تو مر گیا ہے — اوہ یہ برا ہوا" — باس نے کہا۔

"مر گیا ہے — مگر یہ تو خاصا صحت مند دکھائی دے رہا تھا" — ٹرلیسی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہم سے غلطی ہوئی — یہ تو اندر سے کھوکھلا تھا — اس کے ذہن کو کنٹرول کر لیا جاتا تو اچھا ہوتا — بہرحال کوئی بات نہیں۔ اس کی لاش بھٹی میں ڈال دو — میں خود ہی سچویشن کو سنبھال لونگا" — باس نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ہو گی ۔۔۔ اُسے آئل فیلڈ سے متعلق سُن گُن نہیں ملی اس لئے وہ انہی میں الجھی رہے تو اچھا ہے ۔۔۔ فرض کرو مائیکل یا رچرڈ کا کوئی آدمی ان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے تو انہیں اصل مشن کے بارے میں کچھ علم نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ خود لاعلم ہوں گے ۔۔۔ اکٹھے ہونے کی صورت میں انہیں کارکردگی کا علم ہو سکتا ہے اور یہ علم ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے" ۔۔۔ باس نے نوجوان کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آپ کی بات درست ہے ۔۔۔ لیکن آپ نے ایک اور بات پر غور نہیں فرمایا ۔۔۔ عمران، مائیکل کے کلیو پر چل نکلا ہے اور جیسا کہ آپ نے بتایا ہے کہ وہ انتہائی خطرناک شخصیت کا مالک ہے ۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ وہ مائیکل کو چھاپ لے اور ہمیں اصل حالات کا علم ہی نہ ہو سکے"۔ نوبل نے جواب دیا۔

"ہاں! ۔۔۔ عمران سے کچھ بعید نہیں ۔۔۔ اسی لئے تو میں نے رچرڈ کو مائیکل کے پاس بھیج دیا ہے تاکہ حالات کو کنٹرول کیا جا سکے۔ میں نے تو عمران کو اسی لئے چھوڑ دیا تھا کہ اس پر حملے کے بعد جب وحشت انگیز کارروائیاں شروع ہوں گی تو وہ اپنے آپ پر حملے کو بھی اس کی ایک کڑی سمجھے گا اور اس طرح وہ پوری طرح اس چکر میں اُلجھ جائے گا" ۔۔۔ باس نے جواب دیا۔

"لیکن باس! ۔۔۔ اگر عمران کا خاتمہ ہو جاتا تو زیادہ بہتر نہ تھا" ۔۔۔؟ نوجوان نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ اب میں بھی یہی سوچ رہا ہوں ۔۔۔ عمران کا زندہ رہ جانا ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے ۔۔۔ میں تو اس لئے خاموش ہو گیا

باس نے ریسیور رکھا تو غصے کی شدت سے اس کا چہرہ ہو چکا تھا۔

"مائیکل کو کیا ہو گیا ہے باس! ۔۔۔ وہ تو حد سے بڑھتا چلا جا رہا ہے" ۔۔۔ سامنے بیٹھے ہوئے نوجوان نے کہا۔

"اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے ۔۔۔ دو ٹارگٹس کور کر لینے سے نے سمجھا ہے کہ اس نے تیر مار لیا ہے" ۔۔۔ سفید بالوں والے باس غصے سے میز پر مکے مارتے ہوئے کہا۔

"باس! ۔۔۔ ویسے مائیکل کی تجویز قابل غور تھی ۔۔۔ اگر مائیکل ساتھ ہوتا تو اسے ایسی باتیں کہنے کی جرأت نہ ہوتی" ۔۔۔ نوجوان نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"نہیں نوبل! ۔۔۔ تم نہیں جانتے ۔۔۔ ہمارا اصل مشن ان ٹارگٹس زیادہ اہم ہے ۔۔۔ ابھی سیکرٹ سروس صرف ہماری بُو سونگھ

تھا کہ اس نے میرے تین بہترین آدمی پہلے ہی حملے میں ختم کر دیئے۔ تو اگر ٹیری فوراً بھاگ نہ نکلتا تو اس کا خاتمہ بھی یقینی تھا حالانکہ وہ اس وقت نہتا تھا اور یہ سب سٹین گنوں سے مسلح تھے ۔۔۔ بعد میں اُسے ڈھیل اس لئے دی کہ ایسا نہ ہو کہ اس کے خاتمے کے چکر میں ہم اصل مشن سے ہی ہٹ جائیں" ۔۔۔ باس نے جواب دیا۔

"باس! ۔۔۔ اگر آپ حکم دیں تو میں اس سلسلے میں کام کروں ۔۔۔ موٹے اصل مشن پر کام کر رہا ہے اور اس کا کام خاصی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے جب تک کام کا آغاز ہو ۔۔۔ میں اور میرا گروپ بے کار ہے۔ اس دوران میں یہ کام نہ نپٹا لوں" ۔۔۔ نوبل نے کہا۔

"عمران کے لئے تو میں اور ٹیری دونوں ہی کافی ہیں ۔۔۔ میرے آدمیوں سے غلطی ہوئی کہ وہ پکڑے جانے کے خوف سے اُسے لئے پھرتے رہے ۔۔۔ اگر وہ اُسے دیکھتے ہی گولی مار دیتے تو کم از کم اس کا خاتمہ تو ہو جاتا ۔۔۔ البتہ میں ایک اور بات سوچ رہا ہوں کہ گوریلا کارروائی میں ہم نے ٹارگٹس خاصے چھوٹے رکھے ہیں ۔۔۔ میرا خیال ہے کہ اگر مائیکل اور رچرڈ مل کر کسی بڑے ٹارگٹ پر حملہ کر دیں تو حالات اور زیادہ ہمارے حق میں ہو سکتے ہیں" ۔۔۔ باس نے کہا۔

"ایسا کوئی ٹارگٹ ہے آپ کے خیال میں" ۔۔۔؟ نوبل نے پوچھا

"ہاں! ۔۔۔ میں نے یہاں پہنچ کر جو معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق یہاں فوجی اسلحے کا ایک بڑا ڈپو موجود ہے۔ وہ شاید پاکیشیا کا مین سپلائی ڈپو ہے ۔۔۔ اگر ہم اس ڈپو کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو پاکیشیا کی پوری حکومت میں زلزلہ آ جائے گا۔ یہ ان کے انتہائی کاری ضرب ہوگی" ۔۔۔ باس نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس! ۔۔۔ اسے ویسے بھی ہم آسانی سے تباہ کر لیں گے ۔۔۔ بس بارود کے ڈھیر میں چنگاری ڈالنے کی ہی ضرورت ہوگی"۔ نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے ۔۔۔ میں مائیکل اور رچرڈ کو یہیں بلا لیتا ہوں۔ پھر ہم سب مل کر اس پر حملے کی پلاننگ بنا لیتے ہیں ۔۔۔ میرا خیال ہے کہ اس پر براہِ راست حملہ زیادہ آسان رہے گا" ۔۔۔ باس نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ براہِ راست حملہ درست رہے گا ۔۔۔ ورنہ تو پلاننگ کرنے میں خاصا وقت بھی ضائع ہو جاتا ہے اور پھر پکڑے جانے کا بھی امکان ہوتا ہے" ۔۔۔ نوبل نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا اور باس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"یس ۔۔۔ ہیٹ مکاؤنٹنگ آفس" ۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔ یہ مائیکل کے اڈے کا کوڈ تھا۔

"ٹاپ راک سپیکنگ ۔۔۔ مائیکل سے بات کراؤ" ۔۔۔ باس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"سر! ۔۔۔ باس مائیکل تہہ خانے میں گئے ہیں ۔۔۔ ایک آدمی نے کوٹھی میں داخل ہونے کی کوشش کی تھی۔ اُسے گرفتار کیا گیا ہے۔ اور باس اس سے پوچھ گچھ کر رہے ہیں" ۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ! ۔۔۔ کون ہے وہ ۔۔۔؟ اور کیوں داخل ہوا ہے ۔۔۔؟ مائیکل سے بات کراؤ۔ جلدی" ۔۔۔ باس نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہولڈ کیجئے ـــ میں ابھی کنکٹ کرتا ہوں" ـــ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یہ کوٹھی میں کون داخل ہو سکتا ہے ـــ؟ کس طرح داخل ہو سکتا ہے ـــ؟ اس کا مطلب ہے کہ مائیکل کا پوائنٹ نظروں میں آچکا ہے" ـــ باس نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اس کی پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئی تھیں۔

"یس مائیکل بول رہا ہوں باس" ـــ تھوڑی دیر بعد رسیور پر مائیکل کی آواز اُبھری۔

"کون کوٹھی میں داخل ہوا ہے مائیکل" ـــ؟ باس نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"ایک مقامی آدمی ہے باس! ـــ نوجوان ہے اور کچھ عجیب سی باتیں کر رہا ہے ـــ میں ابھی اس سے پوچھ گچھ کر ہی رہا تھا کہ آپ کا فون آگیا" ـــ مائیکل نے جواب دیا۔

"عجیب سی باتیں ـــ کیا مطلب ـــ؟ کیا وہ اپنے آپ کو پاگل ظاہر کر رہا ہے" ـــ؟ باس نے پوچھا۔

"نہیں ـــ وہ تو بڑی سادگی سے باتیں کر رہا ہے ـــ مسخروں جیسی ـــ ویسے کبھی کبھی عقل مندی کی بات بھی کر جاتا ہے ـــ مجھے تو وہ بے حد ہوشیار آدمی دکھائی دیتا ہے ـــ مگر اس کا چہرہ بڑا معصوم سا ہے" ـــ مائیکل نے کوٹھی میں داخل ہونے والے نوجوان کے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔

"ارے اس کا حلیہ کیا ہے ـــ جلدی بتاؤ" ـــ؟ باس نے

چیختے ہوئے پوچھا۔

"باس! ـــ اس نوجوان کے چہرے پر ہلکی داڑھی اور بڑی بڑی مونچھیں تھیں ـــ لیکن وہ مصنوعی ثابت ہوئیں" ـــ مائیکل نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اُس کا باقی حلیہ تفصیل سے بتا دیا۔

"ارے مائیکل! ـــ غضب ہو گیا ـــ یہی علی عمران ہے ـــ فوراً اسے گولی مار دو ـــ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ـــ جلدی ـــ فوراً" ـــ باس نے بُری طرح چیختے ہوئے کہا۔ اور دوسری طرف سے مائیکل کے رسیور پھینکنے کی آواز سنائی دی۔

"غضب ہو گیا ـــ عمران مائیکل کے پوائنٹ پر پہنچ گیا ہے اوہ ـــ یہ تو بہت ہی بُرا ہوا ـــ مگر وہ وہاں تک پہنچا کیسے" ـــ؟ باس نے رسیور رکھ کر انتہائی پریشان لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں نظر آرہے تھے۔ اور پھر وہ پریشانی کے عالم میں کمرے میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔

"باس! ـــ اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے ـــ؟ یہ تو اچھا ہوا کہ ہمارا دشمن نمبر ایک خود بخود ہمارے جال میں پھنس گیا ہے اب مائیکل اُسے گولی مار دے گا اور بات ختم ہو جائے گی" ـــ نوبل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اُسے باس کے اس طرح پریشان ہونے پر حیرت ہو رہی ہو۔

"تم نہیں جانتے نوبل! ـــ اُسے تم نہیں جانتے ـــ وہ شیطان ہے ـــ بدروح ہے ـــ وہ اس سے بھی زیادہ خطرناک سچویشنز

سے بچ نکلا ہے ۔۔۔۔ جب میرے آدمیوں نے اُسے گھیرا تھا۔ اس وقت اس سے بھی زیادہ خطرناک پوزیشن تھی مگر ۔۔۔۔" باس نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ اس کی مٹھیاں بھینچی ہوئی تھیں اور چہرے پر شدید پریشانی کے آثار تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کا بس نہ چل رہا ہو کہ وہ کسی طرح اُڑ کر مائیکل پوائنٹ پر پہنچ جائے اور اپنے ہاتھ سے اُسے گولی مار دے۔

دس منٹ تک کمرے میں اسی طرح گومگو کی حالت طاری رہی پھر ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور باس نے یوں جھپٹ کر فون کا ریسیور اٹھایا جیسے بھوکا عقاب کسی معصوم پرندے پر جھپٹتا ہے۔

ٹائیگر کافی عرصے سے فارغ تھا۔ عمران کی طرف سے اس کے ذمہ کوئی کیس نہ لگایا گیا تھا۔ اور فراغت کے یہ دن ٹائیگر پر بڑے بھاری گزرتے تھے۔ اس لئے فراغت کے ان دنوں کو گزارنے کے لئے ٹائیگر نے ایک شغل مستقل طور پر اپنا رکھا تھا۔ وہ ان دنوں باقاعدگی سے ایسے اڈوں پر جاتا تھا جہاں زیر زمین دنیا کے افراد اٹھتے بیٹھتے رہتے تھے۔ چونکہ ٹائیگر لڑائی بھڑائی کے فن میں طاق تھا اور پھر اس کا نشانہ بھی حیرت انگیز طور پر سچا تھا۔ اس لئے زیر زمین دنیا میں اس کا نام خاصا بلند ہو چکا تھا۔ اور گذشتہ ایک ماہ سے وہ ایک تنظیم وائٹ پرل سے قریب ہو گیا تھا۔

وائٹ پرل ایسے مجرموں کی تنظیم تھی جو ہر قسم کے جرائم میں ملوث تھی۔ وائٹ پرل کا باس کارگن تھا۔ جسے سب انکل کارگن کے نام سے پکارتے تھے۔ انکل کارگن ایک چھوٹے سے کیفے "کارگن کیفے" کا مالک

تھا اور بظاہر ایک سیدھا سادھا اور بے خبر سا آدمی نظر آتا تھا لیکن درحقیقت وہ خاصا فعال قسم کا مجرم تھا۔ لیکن وہ صرف منصوبہ بندی کرنے اور اپنے آدمیوں سے کام لینے تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھتا تھا اس لئے آج تک اس پر کسی نے ہاتھ نہ ڈالا تھا۔

ٹائیگر کی بھی بس انکل کارگن سے ہی دوستی تھی۔ ایک موقع پر اس نے انکل کارگن کی اس کے دشمنوں سے جان بچائی تھی تب سے انکل کارگن اس کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ اس نے ہی ٹائیگر پر وائٹ پرل کا انکشاف کیا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے ٹائیگر یہ نہ جانتا تھا کہ وائٹ پرل کا باس کون ہے۔ بس وائٹ پرل کی شہرت ہی اس کے کانوں تک پہنچی تھی۔ انکل کارگن اکثر ٹائیگر کو اپنی تنظیم میں باقاعدہ شامل ہونے کی دعوت دیتا رہتا تھا لیکن ٹائیگر اُسے ہر بار ٹال دیتا تھا۔ ظاہر ہے اس کا مقصد جرائم میں ملوث ہونا تو نہ تھا۔ وہ تو صرف معلومات حاصل کرنے اور اپنے فراغت کے دن گزارنے کے لئے ادھر آتا تھا۔ آج بھی وہ انکل کارگن کے دفتر میں اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا انکل کارگن نے اُسے پیغام دے کر خصوصی طور پر بلایا تھا۔

"ٹائیگر! ــــ اس بار میرے پاس ایک ایسا کام آیا ہے کہ شاید یہ میری زندگی کا سب سے بڑا کام ہو ــــ اور میں چاہتا ہوں کہ یہ کام تمہارے ذریعے سے سرانجام پائے" ــــ انکل کارگن نے بڑے پُراسرار انداز میں جھک کر سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"ایسا کیا کام ہے انکل" ــــ؟ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اُسے یقین تھا کہ منشیات کی کوئی بڑی کھیپ کا مسئلہ ہوگا۔ یا پھر نقلی

ہیروں کی خرید و فروخت کا چکر ہوگا۔ کیونکہ محدود قسم کی مجرم تنظیمیں اکثر ایسے ہی کاموں میں ملوث رہتی ہیں۔

"کام بہت بڑا ہے ٹائیگر ــ بہت بڑا کام ــــ لیکن بتاؤں گا اس وقت جب تم وعدہ کرو کہ تم یہ کام کرو گے" ــــ انکل کارگن نے کہا۔

"تو کیا یہ کام میں نے اکیلے ہی سرانجام دینا ہے" ــــ؟ ٹائیگر نے پوچھا۔

"ارے نہیں ــــ یہ کام اکیلے آدمی کے بس کا نہیں۔ پوری تنظیم کام کرے گی ــــ لیکن چونکہ میں کافی عرصے سے عملی کام سے ریٹائر ہو چکا ہوں۔ اس لئے میں خود فیلڈ میں نہیں جا سکتا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم میرے نائب کی حیثیت سے تنظیم کو کنٹرول کرو اور یہ اہم اور بڑا کام سرانجام دو ــــ یہ بھی بتا دوں کہ اس کام کا معاوضہ اتنا بڑا ملے گا کہ تم ساری زندگی اتنے بڑے معاوضے کا تصور بھی نہیں کر سکتے"۔ انکل کارگن نے بڑے پُراسرار انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"دیکھو انکل! ــــ جب تک مجھے کام کی نوعیت کا علم نہ ہو جائے میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتا ــــ میں کسی چھوٹے موٹے کام میں ملوث نہیں ہونا چاہتا ــــ ہاں! اگر کام بڑا ہوا اور معاوضہ معقول ہوا تو تم دیکھنا کہ میں کس طرح چٹکیوں میں کام سرانجام دیتا ہوں" ــــ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"دیکھو ٹائیگر! ــــ میں تمہیں پسند کرتا ہوں ــــ اور مجھے تمہاری صلاحیتوں کا بھی پوری طرح علم ہے۔ لیکن میں اپنا اصول نہیں چھوڑ سکتا جب تک تم شمع پر ہاتھ رکھ کر رازداری کا وعدہ نہیں کرو گے۔ میں کام

کی تفصیل تمہیں نہیں بتا سکتا ——— البتہ اشارے کے طور پر اتنا بتا دوں کہ کام ایک غیر ملکی تنظیم کا ہے۔ یہ تنظیم ہمیں ہائر کرنا چاہتی ہے" ——— انکل کارگن نے ٹھوس لہجے میں کہا اور غیر ملکی تنظیم کا سن کر ٹائیگر کے کان کھڑے ہو گئے۔ اور اب اسے خود ہی اس کام میں دلچسپی پیدا ہو گئی۔

"معاوضہ اندازاً کتنا ہو گا" ——— ٹائیگر نے پوچھا۔

"کل معاوضہ ایک کروڑ طے ہوا ہے یعنی ایک کروڑ ڈالر ——— جس میں سے تمہارا حصہ ایک لاکھ ڈالر ہو گا ——— بولو! ہے نا بڑا معاوضہ" — انکل کارگن نے مسکراتے ہوئے کہا اور ٹائیگر کی آنکھیں واقعی حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ غیر ملکی تنظیم کے حوالے سے ایک کروڑ ڈالر کا معاوضہ۔ اس کا مطلب تھا کہ مجرم کوئی ایسا جرم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو یقیناً سیکرٹ سروس کے دائرہ کار میں آتا ہے۔

"ٹھیک ہے ——— میں تیار ہوں" ——— ٹائیگر نے کہا۔

"گڈ! ——— مجھے یہی امید تھی ——— تم ایسا کرو کہ آج شام چھ بجے یہاں آ جانا۔ پھر میں تمہیں اپنے نائب کے طور پر ساتھ لے چلوں گا ——— میں نے اپنی تنظیم کی ایک خفیہ میٹنگ کال کی ہوئی ہے ——— وہیں پہلے تم سے حلف لے کر تمہیں باقاعدہ وائٹ پرل میں شامل کیا جائے گا پھر وہاں کام کے متعلق بھی تفصیل سے بات ہو جائے گی" ——— انکل کارگن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ——— میں پہنچ جاؤں گا" ——— ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا اور انکل کارگن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ٹائیگر کے ذہن میں بھونچال سا آیا ہوا تھا۔ وہ اس معاملے میں مزید

غور و فکر کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنی رہائش گاہ پر جانے کا فیصلہ کیا تاکہ اطمینان سے اس سارے معاملے پر غور کر سکے۔ اسے زیر زمین دنیا کے اصولوں کا علم تھا کہ اگر ایک بار حلف اٹھا کر وہ کسی تنظیم میں شامل ہو گیا اور پھر اس نے اس تنظیم سے غداری کی تو پھر اسے ہر قیمت پر گولی مار دی جائے گی چاہے وہ کہیں بھی چھپ جائے اسے تلاش کر لیا جائے گا۔ اس لئے وہ اس بات کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا کہ باقاعدہ حلف اٹھا کر وائٹ پرل میں شامل ہو یا نہ ——— لیکن اسے انکل کارگن کی عادت اور فطرت کا بھی پوری طرح اندازہ تھا کہ وہ بغیر حلف لئے کوئی بات نہ بتائے گا۔ اور کام کی نوعیت کے بارے میں ٹائیگر کو مکمل یقین ہو گیا تھا کہ کام اس کے مطلب کا ہے۔

ہوٹل میں اپنے کمرے میں پہنچتے ہی اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اس سلسلے میں عمران سے بات کرے۔ پھر جیسے عمران حکم کرے وہ ویسے ہی کرے۔ چنانچہ اس نے فون اور ٹرانسمیٹر پر کنکٹ کرنے کی کوشش کی لیکن عمران سے رابطہ قائم نہ ہو سکا۔ آخر کار اس نے ایک اور ہی فیصلہ کیا اور اس نے اس فیصلے کے تحت سب سے پہلے اپنے چہرے پر سپیشل میک اپ کیا اور پھر مخصوص لباس پہن کر اس نے کرائے کے گیراج سے اپنی کار باہر نکالی۔ وہ کار خاص خاص موقعوں پر استعمال کرتا تھا ورنہ عام طور پر وہ موٹر سائیکل پر ہی گھومتا رہتا تھا۔

کار کو لئے ہوئے وہ خاصی تیز رفتاری سے چلاتا ہوا تھوڑی دیر بعد کیفے کارگن پہنچ گیا۔ اس نے کار کو کیفے کارگن کی عقبی سمت میں روکا اور پھر اتر کر وہ بڑی احتیاط سے عقبی راستے سے ہوتا ہوا کیفے

کارگن کے اندر داخل ہوا اور تھوڑی دیر بعد وہ اس کمرے تک پہنچ گیا جس میں انکل کارگن رہائش پذیر تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ ایک گھنٹے کے لئے انکل کارگن اپنے کمرے میں جا کر آرام کرتا ہے۔ اور یہ وقت اس کے آرام کرنے کا ہی تھا۔

پنجوں کے بل چلتا ہوا ٹائیگر دروازے پر پہنچا اور پھر اس نے اِدھر اُدھر کسی کو نہ پا کر کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ انکل کارگن بستر پر لیٹا ہوا اخبار پڑھنے میں مصروف تھا۔ ٹائیگر نے بڑی پھرتی سے جیب سے ایک چھوٹا سا پنسل نما آلہ نکالا جس کے نیچے ربڑ کی ایک تھیلی لگی ہوئی تھی۔ اس نے اس آلے کا سرا کی ہول کے سوراخ پر رکھ کر ربڑ کی تھیلی کو زور زور سے دبانا شروع کر دیا۔ دو چار دفعہ اُسے پمپ کرنے کے بعد اس نے آلہ ہٹایا اور اُسے جیب میں منتقل کرنے کے ساتھ ہی وہ تیزی سے پیچھے ہٹتا چلا گیا اور ایک ستون کی آڑ میں چھپ گیا۔ چونکہ انکل کارگن اپنے آرام کے وقت میں کسی قسم کی مداخلت یا شور پسند نہ کرتا تھا اس لئے اس وقت راہداری میں مکمل خاموشی طاری تھی۔ چونکہ یہاں آنے کا مین راستہ کیفے میں سے تھا۔ اس لئے اُسے معلوم تھا کہ اس دروازے پر مسلح افراد موجود ہوں گے جو کسی بھی صورت میں کسی شخص کو ادھر نہ آنے دیں گے اور اگر ٹائیگر کو عقبی راستے کا علم نہ ہوتا تو وہ بھی شاید یہاں تک نہ پہنچ پاتا۔

جب ٹائیگر کو ستون کی آڑ میں چھپے ہوئے پانچ منٹ گزر گئے تو وہ آگے بڑھا اور اس نے ایک بار پھر جھک کر کی ہول سے آنکھ لگا دی بستر پر انکل کارگن موجود تھا۔ لیکن اب اخبار اس کے ہاتھ سے گر چکا تھا اور

اس کی گردن ایک طرف کو جھکی ہوئی تھی۔

ٹائیگر نے جیب سے ماسٹر کی نکالی اور پھر چند لمحوں کی کوشش کے بعد دروازے کا لاک کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔ دروازے کو اندر کی طرف دھکیل کر وہ خود ایک طرف ہٹ گیا تاکہ اگر کمرے میں بیہوش کر دینے والی گیس کے کچھ اثرات موجود ہوں تو وہ بھی زائل ہو جائیں۔ چند لمحے رُکنے کے بعد وہ دروازے سے اندر داخل ہوا اور سیدھا بستر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے انکل کارگن کی نبض دیکھی اور جب اُسے اطمینان ہو گیا کہ کم از کم دو گھنٹے سے پہلے بیہوشی ختم نہیں ہو گی تو اس نے جھک کر انکل کارگن کو اٹھایا اور اُسے کاندھے پر ڈال کر وہ تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور پھرتی اور احتیاط سے چلتا ہوا وہ بغیر کسی مداخلت کے عقبی سمت کھڑی اپنی کار تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے بیہوش کارگن کو پچھلی نشستوں کے درمیان لٹا کر اس پر قالین ڈال دیا اور پھر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے کار آگے بڑھا دی۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ جلد ہی ایک رہائشی کالونی کی حدود میں داخل ہو گیا اور چند لمحوں بعد اس نے کار ایک چھوٹی سی کوٹھی کے گیٹ پر روک دی۔ گیٹ پر "کرائے کے لئے خالی ہے" کا بورڈ آویزاں تھا۔ لیکن نیچے کوئی پتہ درج نہ تھا۔ یہ کوٹھی ٹائیگر کی ملکیت تھی اور اسے خاص مواقع پر استعمال کرتا تھا۔ لیکن اُسے مسلسل خالی رکھنے کے جواز کے طور پر اس نے اس پر "کرائے کے لئے خالی ہے" کا بورڈ آویزاں کر رکھا تھا۔ چونکہ اس کے نیچے کسی کا پتہ وغیرہ نہ دیا ہوا تھا اس

لئے ظاہر ہے بورڈ لگنے کے باوجود اس کے کرایہ پر چڑھنے کا امکان نہ
تھا۔ جیب سے چابی نکال کر ٹائیگر نے پھاٹک پر پڑا ہوا لاک کھولا اور
پھر پھاٹک کھول دیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار کوٹھی کے پورچ میں پہنچ گئی۔ ٹائیگر نے
بورڈ کو پلٹ دیا اور پھر پھاٹک بند کر کے وہ واپس پورچ میں آگیا۔
پچھلی نشست سے کارگن کو اٹھا کر وہ عمارت کے نیچے ایک بڑے
سے تہہ خانے میں لے آیا۔ تہہ خانے میں موجود ایک لوہے کی کرسی پر
اس نے کارگن کو بٹھایا اور پھر کرسی کے پچھلے پائے پر لگے ہوئے ایک
بٹن کو دباتے ہی کرسی کے دونوں بازوؤں، اگلے دونوں پایوں
کرسی کی پشت پر لوہے کے کڑے نمودار ہوگئے جن سے انکل کا
کا جسم کرسی میں ہی مقید ہوگیا۔ اور پھر ٹائیگر دیوار میں نصب ایک الماری
کی طرف بڑھا۔ اس نے الماری کھول کر اس میں رکھا ہوا ایک بڑا
تھیلا نکالا اور پھر اس میں سے ایک ڈرل نما آلہ نکال کر اس نے تھیلا
واپس الماری میں رکھ دیا۔ اس آلے کے آگے بجائے ڈرل کے ایک چھو
سی پتری لگی ہوئی تھی جس میں باریک باریک سوراخ تھے۔ آلے
نال کے اوپر شیشے کی ایک افقی ٹیوب لگی ہوئی تھی۔ اس ٹیوب
سیاہ رنگ کا مادہ بھرا ہوا تھا۔ ٹائیگر اس آلے کو اٹھائے واپس آیا۔
نے آلے کے ساتھ لگی ہوئی طویل تار کا سرا بجلی کے پلگ کے س
کنکٹ کیا اور پھر آلے کو کرسی کے قریب رکھ کر وہ سیدھا ہوا اور
نے ایک ہاتھ سے انکل کارگن کا ناک اور دوسرے ہاتھ سے اس
بند کر دیا اور پوری قوت سے اسے دبائے رکھا تا کہ انکل کارگن

نہ لے سکے اور وہ ہوش میں آجائے۔

چند لمحوں بعد ہی انکل کارگن کی بیہوشی ٹوٹ گئی اور اس کے جسم
نے پھڑکنا شروع کر دیا۔ ٹائیگر نے ہاتھ ہٹا لئے اور بڑے مطمئن انداز
میں ٹانگیں پھیلا کر اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ اور پھر انکل کارگن کی
آنکھیں کھل گئیں اور اس نے پہلے تو چونک کر سیدھا ہونا چاہا۔ لیکن
لوہے کے کڑوں کی مضبوط گرفت نے اسے ہلنے بھی نہ دیا تو وہ حیرت
سے سامنے کھڑے ہوئے ٹائیگر کو دیکھنے لگا۔

"کون ہو تم ___ اور میں کہاں ہوں" ___؟ انکل کارگن کے
لہجے میں حیرت تو موجود تھی لیکن خوف کا عنصر موجود نہ تھا۔

"کارگن! ___ تم اس وقت ریڈ شارک کے اڈے میں ہو ___
ریڈ شارک کو جانتے ہو" ___ ٹائیگر نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ریڈ شارک ___ اچھی طرح جانتا ہوں ___ لیکن تم ریڈ شارک میں
کبھی نظر نہیں آئے۔ اس کا انچارج تو مورگن ہے" ___ انکل
کارگن نے جواب دیا۔

"مورگن ایک ہفتہ پہلے ختم ہو چکا ہے ___ اب ریڈ شارک
کا انچارج میں ہوں بالمور ___ سمجھے" ___ ٹائیگر نے جواب دیا۔ اسے
معلوم تھا کہ ریڈ شارک نام کی ایک تنظیم منشیات کے چکر میں ملوث ہے اور
اس کا انچارج مورگن ہے۔

"بالمور ___ اچھا ہوگا ___ لیکن مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔ اور
اس طرح مجھے باندھنا ___ اور سوالات کرنے ___ یہ سب کیا چکر
ہے" ___؟ کارگن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اب وہ نظریں

گھما کر تہہ خانے کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔

"کارگن! — مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے ایک غیر ملکی تنظیم سے کسی بڑے سودے کا معاہدہ کیا ہے — ریڈ شارک جن حالات سے گزر رہی ہے اس کے لئے ہمیں موٹی رقم کی ضرورت ہے — اس لئے میں تمہارے سامنے دو صورتیں رکھ دیتا ہوں — یا تو تم ریڈ شارک کو اس کام میں اپنے ساتھ شامل کر لو — آدھا معاوضہ ہمارا ہوگا۔ کا کے انچارج بے شک تم رہنا — ہم تمہاری ماتحتی میں کام کر لیں گے — یا دوسری صورت یہ ہے کہ تم اپنا حصہ لے کر ایک طرف ہو جاؤ اور کا ہم کریں گے اور معاوضہ بھی ہم وصول کریں گے" — ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"غیر ملکی تنظیم کا کام — ایسی کوئی بات نہیں — تمہیں کسی غلط اطلاع دی ہے۔ میرا کسی غیر ملکی تنظیم سے کیا تعلق ہو سکتا میں تو چھوٹے موٹے دھندے کرتا ہوں" — کارگن نے جواب دیا۔

"سنو کارگن! — ہماری اطلاع غلط نہیں ہو سکتی — ہم تمہاری گفتگو ٹیپ کی ہے — تم نے آج ہی اپنے دفتر میں کر کسی ٹائیگر سے گفتگو کی ہے اور اسے اپنی تنظیم میں شامل ہو کے لئے کہا ہے — اس بات چیت میں تم نے غیر ملکی تنظیم ڑے کام — ایک کروڑ ڈالر کے معاوضے کا ذکر کیا ہے۔ تو میں وہ ٹیپ تمہیں سنوا سکتا ہوں" — ٹائیگر نے کہا۔

"اوہ! — تو اس کا مطلب ہے کہ میرے کیمپ میں کوئی موجود ہے — بہرحال ٹھیک ہے میں تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن

تمہاری لائن کا نہیں ہے — اور نہ ہی تم اسے سرانجام دے سکتے ہو" — کارگن نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اس کا فیصلہ ہم نے خود کرنا ہے — اگر کام ہمارے مطلب کا ہوا تو ہم ہاتھ ڈالیں گے ورنہ نہیں — یہ ہمارا وعدہ ہے" — ٹائیگر نے فوراً جواب دیا۔ اس کا مقصد تو صرف کام کی نوعیت معلوم کرنا تھا۔

"سوری! — میں اس سلسلے میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا — یہ میرے اصول کے خلاف ہے" — کارگن نے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"سنو کارگن! — ہم پیشہ ہونے کی وجہ سے میں تمہارے ساتھ رعایت برت رہا ہوں — ورنہ بالمور مجسموں کو بھی بولنے پر مجبور کر دیتا ہے" — ٹائیگر نے کرخت لہجے میں کہا۔

"مجسمے ضرور بدل سکتے ہیں — لیکن کارگن نہیں۔ سمجھے — اور دوسری بات یہ کہ جس تنظیم نے یہ کام میرے ذمے لگایا ہے۔ اس نے آخر کچھ سوچ کر ہی ایسا کیا ہوگا — وہ تمہارے ساتھ کنٹریکٹ کیسے کریں گے — یہ کوئی ٹھیکیداری جیسا کام تو نہیں کہ سڑک بنانی ہے۔ میں نے نہ بنائی۔ تم نے بنا دی" — کارگن نے زہریلے انداز میں کہا۔

"تم مجھے سبق نہ پڑھاؤ بڈھے طوطے! — تنظیم کو میں خود سنبھال لوں گا — میں آخری بار تمہیں آفر کرتا ہوں کہ مجھے اپنے ساتھ ملا لو۔ ورنہ تمہاری روح بھی تمہارے انجام پر صدیوں روتی رہے گی" — ٹائیگر کا لہجہ اور بھی زیادہ کرخت ہو گیا تھا۔

"تم گھٹیا قسم کے مجرم معلوم ہوتے ہو۔ جو اس طرح مجھے اغوا کر کے

اور یہاں باندھ کر دوستی اور تعاون کی بات کر رہے ہو ــــ اگر تمہیں کچھ رقم چاہیئے تھی تو تم میرے دفتر میں آ کر میرے سامنے گڑگڑاتے ۔ میں تمہاری جھولی میں کچھ ڈال دیتا“ ــــ کارگن نے جواب دیا اور ٹائیگر کارگن کے حوصلے اور دلیری کا دل ہی دل میں قائل ہو گیا ۔

”ٹھیک ہے پھر بھگتو“ ــــ ٹائیگر نے کہا اور پھر اس نے جھک کر کرسی کے ساتھ پڑا ہوا آلہ اٹھایا اور اس کے سرے پر لگی ہوئی پتری کو کارگن کے بازو پر رکھ کر اس نے اُسے زور سے دبایا اور پھر اس کا بٹن آن کر دیا ۔ مشین میں سرسراہٹ کی تیز آواز گونجی اور کارگن کا چہرہ دوسرے لمحے سفید پڑنا شروع ہو گیا ۔ اس کی آنکھوں میں سُرخی آنے لگ گئی تھی ۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بڑی مشکل سے اپنے آپ کو کنٹرول کئے ہوئے ہے ۔ شیشے کی نلکی میں موجود سیاہ محلول کی سطح کم ہونی شروع ہو گئی تھی ۔

جب محلول ایک خاص سطح پر پہنچا تو ٹائیگر نے ایک جھٹکے سے آلہ ہٹا لیا ۔ جس جگہ پتری موجود تھی وہاں کارگن کے بازو پر باریک باریک سوراخ بن گئے تھے ۔

” بس ــــ کر لیا تماشہ “ ــــ کارگن نے آلہ ہٹتے ہی طنزیہ لہجے میں کہا ۔

” ابھی معلوم ہو جاتا ہے کارگن ــــ یہ سیال تمہارے جسم میں انجکٹ ہو چکا ہے ۔ اس کی خاصیت ہے کہ یہ جسم میں شدید گرمی پیدا کرتا ہے اور یہ حدت لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جائے گی اور پھر تمہارا پورا جسم غضبناک آگ کی زد میں آ جائے گا ــــ ایسی آگ جو تمہاری رُوح تک

پھونک ڈالے گی ــــ اور اس کا علاج صرف میرے پاس ہے ــــ انٹی ڈوٹ انجکشن اور بس“ ــــ ٹائیگر نے جواب دیا ۔

” تم کچھ کر لو ــــ لیکن کارگن کی زبان نہیں کھل سکتی ــــ اس بات کو لکھ لو “ ــــ کارگن نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا ۔ لیکن ٹائیگر دیکھ رہا تھا کہ اس کی حالت لمحہ بہ لمحہ غیر ہوتی جا رہی تھی ۔ یہ بھی کارگن کی ہمت تھی کہ وہ اب تک اسے برداشت کئے جا رہا تھا ۔

اور پھر چند لمحوں بعد ٹائیگر بے اختیار مسکرا دیا ۔ جب کارگن کا منہ خود بخود کھلا اور اس کے حلق سے چیخ سی نکل گئی اور پھر اس کے جسم سے حدت باہر نکلنے لگی اور اس کا چہرہ بگڑنے لگا ۔ ایک بار چیخنے کے بعد ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے اور کارگن کے حلق سے بے اختیار چیخیں نکلنے لگیں ۔ اس کا جسم لوہے کے کڑوں میں پھڑکنے لگ گیا ۔

” پپ ــــ پانی ــــ پانی “ ــــ کارگن نے بُری طرح پھڑکتے اور چیختے ہوئے کہا ۔

” پانی اس آگ کو نہیں بجھا سکتا کارگن ــــ اب بھی وقت ہے کہ سب کچھ بتا دو ورنہ ــــ“ ٹائیگر نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا ۔

” نہیں نہیں ــــ میرا اصول “ ــــ کارگن نے سر کو کرسی کی پُشت سے بُری طرح مارتے اور چیختے ہوئے کہا ۔

اب تو ٹائیگر بھی گھبرا گیا ۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ اگر زیادہ سے زیادہ دو تین منٹ کے اندر کارگن کو انٹی ڈوٹ کا انجکشن نہ لگایا گیا تو پھر اُسے موت سے کوئی نہ بچا سکے گا ۔ اور کارگن واقعی انتہائی سخت ثابت ہو رہا تھا ۔

آہستہ آہستہ کارگن کی چیخوں اور گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا گیا اور اب وہ پانی سے نکلنے والی مچھلی کی طرح پھڑکنے لگا تھا۔

"بتاؤ کارگن! ـــ جلدی بتاؤ ـــ ورنہ مر جاؤ گے ـــ اور پھر میں بھی تمہیں نہیں بچا سکوں گا" ـــ ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں ـ نہیں" ـــ کارگن نے موت کے منہ میں پہنچنے کے باوجود بھی نہیں ہی کہا تو ٹائیگر نے ہونٹ بھینچ لیے۔ اس کی تمام کارروائی ضائع جا رہی تھی۔ اس نے تیزی سے آلے کو اٹھایا اور اس کی شیشے کی نلکی کو زور سے اندر کی طرف دبا دیا۔ اس نلکی کے اندر دبتے ہی ایک اور نلکی کھٹاک کی آواز سے باہر کو نکل آئی۔ اس میں ہلکے کریم رنگ کا محلول موجود تھا۔ اب کارگن پر موت کی غشی طاری ہونے لگ گئی تھی۔

"ٹاپ راک ـــ آئل فیلڈ ـــ تباہی" ـــ کارگن نے غشی کے عالم میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ ٹائیگر اس کے بازو پر آلہ رکھ کر دوسرا محلول اس کے جسم میں انجکٹ کرتا۔ کارگن ایک بار زور سے اچھلا اور دوسرے لمحے اس کا سر ڈھلک گیا۔

ٹائیگر نے جلدی سے آلہ اس کے بازو پر رکھ کر بٹن دبا دیا لیکن سرر کی آواز کے باوجود محلول کی سطح کم نہ ہوئی تو اس نے آلہ ہٹا لیا اس کا صاف مطلب تھا کہ کارگن مر چکا ہے اور مردہ جسم محلول کو قبول نہ کر رہا تھا۔ ٹائیگر نے ایک طویل سانس لیا اور آلے کو اس نے بجلی کے پلگ سے علیحدہ کر کے واپس الماری میں رکھے ہوئے تھیلے میں رکھا اور الماری بند کر کے واپس مڑا۔ اور پھر اس نے مردہ کارگن کے جسم کو لوہے کے

کڑوں سے آزاد کر دیا۔

کارگن کے جسم سے اب بھی اتنی حدت خارج ہو رہی تھی کہ ٹائیگر کی اسے ہاتھ لگانے کی ہمت نہ ہو رہی تھی۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا اور پھر وہ تہہ خانے کی عقبی دیوار کی طرف بڑھا۔ اس نے سائیڈ کی دیوار کی جڑ میں بوٹ کی ٹو ایک مخصوص جگہ پر ماری تو عقبی دیوار میں ایک بڑا سا خانہ کھلتا چلا گیا۔ اس خانے میں ایک بڑی سی برقی بھٹی نظر آ رہی تھی۔ ٹائیگر نے اس کی سائیڈ میں لگا ہوا بٹن آن کیا تو بھٹی میں تیزی سے سرخی آنے لگ گئی۔

جب بھٹی پوری طرح سرخ ہو گئی تو ٹائیگر مڑا اور پھر اس نے کرسی پر پڑے ہوئے کارگن کے جسم کو اس کے بالوں سے پکڑ کر بھٹی کی طرف گھسیٹنا شروع کر دیا۔ ابھی تک کارگن کا جسم آنچ دے رہا تھا۔ بالوں سے گھسیٹ کر وہ اس کے مردہ جسم کو بھٹی کے قریب لایا اور پھر وہ اسے اندر پھینکنے ہی لگا تھا کہ اچانک اسے ایک خیال آ گیا۔ اس نے اس کی جیبوں کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ کارگن کی جیبوں میں عام سا سامان موجود تھا۔ ایسا سامان جو تقریباً ہر آدمی کی جیب میں ہوتا ہے۔ لیکن پھر ٹائیگر کی نظریں ایک کاغذ پر جم گئیں۔ کاغذ پر الٹی سیدھی لکیریں ماری گئی تھیں درمیان میں ایک بڑا سا دائرہ تھا۔ اور چند ہندسے لکھے ہوئے تھے یوں لگتا تھا جیسے کارگن نے بے خیالی میں اس پر لکیریں ڈال دی ہوں۔

ٹائیگر چند لمحے اسے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اسے اپنی جیب میں ڈالا اور دوسرے لمحے اس نے انکل کارگن کے مردہ جسم کو اٹھا کر بھٹی میں پھینک دیا۔ بھٹی میں سرخ جھماکا سا ہوا اور پھر انکل کارگن کا

جسم راکھ میں تبدیل ہوتا چلا گیا۔ کارگن کی جیبوں سے نکلنے والا باقی سامان بھی اس نے بھٹی میں ڈال دیا۔ کیونکہ وہ اس کے لئے فضول تھا۔ جب بھٹی کی تہہ میں سوائے راکھ کے کچھ باقی نہ رہا تو ٹائیگر نے بھٹی کا بٹن آف کر دیا اور دیوار برابر کر کے بھٹی کو چھپا دیا۔ اس کے چہرے پر قدرے اطمینان کے آثار موجود تھے کیونکہ کارگن غشی کے عالم میں کچھ اشارے دے گیا تھا۔ "ٹاپ راک ــ آئل فیلڈ ــ اور تباہی" ـــ یہ تین الفاظ ایسے تھے جو کسی خاص جرم کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ آئل فیلڈ اور تباہی کے الفاظ تو واضح تھے لیکن ٹاپ راک کیا تھا۔ یہ بات اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید ٹاپ راک سے مطلب کوئی پہاڑ ہے یا کوئی اونچی جگہ ـــ۔ بہرحال اب اس نے عمران کو ڈھونڈنے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ اسے تفصیل بتائی جا سکے۔ اُسے یقین تھا کہ عمران اس کاغذ اور اس ٹاپ راک کے معمہ کو منٹوں میں حل کر لیگا۔ یہی سوچتا ہوا وہ تہہ خانے سے باہر نکلا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی کار کوٹھی سے نکل کر اپنی رہائش گاہ کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

عمران کا شعور بیدار ہوا تو اس نے اپنے آپ کو ایک بڑے سے کمرے کے وسط میں ایک ستون سے بندھا ہوا پایا۔ وہ ایگل ہلز کی کوٹھی نمبر پچیس کی عقبی دیوار کود کر عمارت کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک اس پر مضبوط جال پھینکا گیا اور پھر بہت سے افراد نے اُسے یکلخت جھاپ لیا۔ اس کے بعد اس کے سر پر ضرب لگائی گئی۔ یہ ضرب اتنی سخت تھی کہ عمران کے ہوش جاتے رہے اور اب اُسے ہوش آیا تو وہ ستون سے بندھا ہوا تھا۔

کوٹھی میں داخل ہونے سے قبل عمران نے احتیاطاً ریڈی میڈ میک اپ کر لیا تھا۔ داڑھی اور بڑی بڑی مونچھیں لگا لی تھیں لیکن اب اس کا یہ میک اپ غائب ہو چکا تھا۔ کمرے میں اس کے سامنے چار مسلح افراد کھڑے تھے۔ ان میں سے تین غیر ملکی تھے جب کہ ایک مقامی تھا۔ مقامی آدمی کی شکل عمران کو قدرے مانوس نظر آ رہی تھی۔ لیکن اس

کے ذہن میں نہ آرہا تھا کہ اسے کہاں دیکھا ہے۔

"تمہیں ہوش آگیا مسٹر" ــــــ اچانک سب سے آگے کھڑے ہوئے غیر ملکی نے بڑے کرخت لہجے میں کہا۔

"ہوش ہی نہیں ــــ حواس بھی واپس آگئے ہیں ــــ میں نے انہیں کرائے پر دے رکھا تھا۔ اگر تمہیں چاہئیں تو تم بھی لے سکتے ہو" ــــــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں اسے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ! ــــ اب تم پاگلوں جیسی باتیں کر کے مجھے بہلا نہیں سکتے" ــــــ غیر ملکی نے آگے بڑھ کر لہجے کو مزید کرخت بناتے ہوئے کہا۔

"پاگلوں جیسی باتیں تو پاگلوں کو ہی بہلا سکتی ہیں ــــ جیسے گونگوں کے اشارے گونگوں کو ہی سمجھ آتے ہیں ــــ اس کا مطلب ہے کہ تم اپنے آپ کو پاگل سمجھتے ہو ــــ ویری گڈ! اس قدر حقیقت پسندی کا مظاہرہ تو میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا" ــــــ عمران کی زبان قینچی کی طرح چل پڑی۔

"تم یہاں کیوں داخل ہوئے تھے" ــــ؟ غیر ملکی نے ہونٹ بھینچتے ہوئے پوچھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے بڑی مشکل سے غصے کو کنٹرول کر رہا ہو۔

"میں خود تو یہاں نہیں آیا ــ مجھے تو تم خود لے آئے ہو ــ اور اب پوچھ بھی مجھ سے رہے ہو ــــ واقعی تمہارا اپنے متعلق خیال درست ہے" ــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم لے آئے ہیں وہ کیسے ــــ؟ تم نے خود ہی دیوار پھاندی تھی" ــــــ غیر ملکی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"دیوار تو میں نے پھاندی تھی ــــ لیکن تم تو یہاں آنے کے متعلق پوچھ رہے تھے ــــ یہاں تو میں نہیں آیا" ــــ عمران نے جواب دیا۔

"تم نے دیوار کیوں پھاندی تھی" ــــ؟ غیر ملکی نے پوچھا۔

"میں دراصل اولمپک گیمز میں حصہ لینے والا ہوں ہائی جمپ میں۔ یہ دیوار مجھے ورلڈ ریکارڈ کے مطابق اونچی نظر آئی تو میں رہ نہ سکا اور اسے پھاند بیٹھا ــــ بس اتنا میرا قصور ہے" ــــــ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیا۔

"دیکھو! ــــ بہتر یہی ہے کہ تم اپنے متعلق سچ سچ بتا دو۔ ورنہ یہاں آنے کے بعد سچ تمہارے منہ سے خود بخود نکلنا شروع ہو جائے گا" ــــــ غیر ملکی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"کتنا انعام ملے گا سچ بولنے کا" ــــــ؟ عمران نے اس بار سنجیدگی سے پوچھا۔

"انعام بھی دیں گے تمہیں ــــ تم سچ تو بولو" ــــ غیر ملکی نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر سنو! ــــ میرا نام عبدالمجید کاشانی عرف زیب رحمانی عرف سلطنت عثمانی عرف تمہاری مہربانی عرف مست جوانی عرف ــــ" عمران نے اپنا تعارف شروع کیا۔

"شٹ اپ! ــــ تم ہمیں بیوقوف بنا رہے ہو" ــــ غیر ملکی

نے غصے سے پیر پٹختے ہوئے کہا۔

"باس! — آپ کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں — گولی مار کر لاش گٹر میں پھینکوا دیں — ایسے لوگوں کا یہی علاج ہوتا ہے" — اچانک ایک اور غیر ملکی بولا۔

"واہ! — اسے کہتے ہیں نیم حکیم خطرہ جان — تم نے یہی علاج سن رکھا ہے اپنے استاد سے — ارے مسٹر! گولی مارنے کے بعد لاش کو گٹر میں نہیں پھینکا جاتا — پانی کی وجہ سے لاش پھول جاتی ہے اس میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے — لمبے لمبے کیڑے پڑ جاتے ہیں — پھر یہ تعفن زدہ پانی کھیتوں میں جذب ہوتا ہے تو فصلوں میں بیماریاں پھیل جاتی ہیں" — عمران نے کہنا شروع کر دیا۔

"ٹھیک ہے۔ گولی مار دو — یہ واقعی پاگل ہے" — غیر ملکی نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا اور پھر قریب کھڑے ہوئے افراد نے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی سٹین گنیں سیدھی کی ہی تھیں کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک اور غیر ملکی اندر داخل ہوا۔

"چیف باس کا فون ہے — وہ آپ کو فوری کال کر رہے ہیں"۔ آنے والے نے سوال کرنے والے غیر ملکی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ! — تم نے انہیں اس آدمی کے متعلق بتا دیا ہو گا" — غیر ملکی نے غراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں باس — میں نے انہیں بتا دیا ہے باس" — آنے والے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے — میں بات کر لیتا ہوں — اس کا خیال رکھنا۔ میں

ابھی آ رہا ہوں" — غیر ملکی نے سٹین گن برداروں سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ اسے بلانے کے لئے آنے والا بھی اس کے پیچھے ہی چلا گیا۔ اور اب کمرے میں تین افراد باقی رہ گئے تھے۔

"آپ لوگ کھڑے کھڑے تھک گئے ہوں گے — تشریف رکھئے اطمینان سے تشریف رکھئے — میں تو بندھا ہوا ہوں۔ بھاگ تو سکتا نہیں" — عمران نے باس کے جاتے ہی بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"خاموش رہو — زیادہ بک بک کرنے کی ضرورت نہیں"۔ گولی مارنے کا مشورہ دینے والے غیر ملکی نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔ لیکن عمران کی بات کا یہ اثر ضرور ہوا کہ چوکنے انداز میں کھڑے ہوتے وہ تینوں لاشعوری طور پر ڈھیلے ہو گئے۔

"یہ تمہارا باس کیا واقعی پاگل ہے — شکل سے تو پاگل نہیں لگتا — کب ہوا ہے پاگل" — عمران نے بڑے ہمدردانہ انداز میں پوچھا۔

"تم چپ نہیں رہو گے احمق آدمی! — تمہاری زبان کو بواسیر ہے" — اس غیر ملکی نے جھلاتے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"جو چپ رہے گی زبانِ خنجر۔ تو لہو پکارے گا آستین کا۔ اور آستین میں تو سانپ ہوتے ہیں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم جیسے سانپوں کا سر ہی کچل دیا جائے تاکہ آستین کا لہو پکارنے کی بجائے سرگوشیاں شروع کر دے" — عمران کی زبان مسلسل چل رہی تھی۔

"تم یوں چپ نہیں ہو گے نان سنس" — غیر ملکی کی قوت

برداشت جواب دے گئی تو وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے قریب آکر عمران کے چہرے پر تھپڑ مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اچانک وہ چیخ مار کر ہوا میں اڑتا ہوا واپس اپنے ساتھیوں سے آٹکرایا۔ اور اس کی سٹین گن عمران کے ہاتھوں میں نظر آرہی تھی۔

وہ تینوں ابھی اٹھنے کی کوشش ہی کر رہے تھے کہ عمران اچھل کر ان کے قریب پہنچا اور اس کی سٹین گن۔ بجلی کی سی تیزی سے لٹھ کی طرح استعمال ہونی شروع ہو گئی اور ان تینوں کے لئے ایک ایک ضرب ہی کافی ثابت ہوئی۔ عمران نے بڑی پھرتی سے باقی دو کی سٹین گنیں اٹھا کر کمرے کے ایک کونے میں رکھیں اور پھر ان تینوں کو گھسیٹ کر دروازے سے ایک طرف کر دیا اور خود سٹین گن لئے دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔ ستون کے ساتھ بندھی ہوئی رسی اب کٹ کر نیچے فرش پر پڑی ہوئی تھیں۔ غیر ملکیوں کو شاید اس کے ناخنوں میں فٹ بلیڈوں کا پتہ ہی نہ تھا۔ ورنہ ظاہر ہے وہ اسے اس طرح رسی سے کبھی نہ باندھتے۔

دوسرے لمحے راہداری میں تیز تیز قدموں کی آواز گونجی۔ اور پھر دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور وہی غیر ملکی جو چیف باس کا پیغام سننے گیا تھا۔ اچھل کر اندر داخل ہوا۔

"ارے" ـــــ غیر ملکی کے منہ سے ابھی صرف یہی لفظ نکلا تھا کہ عمران نے اس کی پشت سے سٹین گن کی نال لگا دی۔

"خبردار ـــ ہاتھ اٹھا دو۔ ورنہ بھون ڈالوں گا" ـــــ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔ مگر اس کی توقع کے خلاف غیر ملکی بجلی کی سی

تیزی سے مڑا اور اس نے عمران کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سٹین گن کو نہ صرف ایک جھٹکے سے نیچے کر دیا بلکہ اس نے اچھل کر عمران کی ناک پر ٹکر مارنے کی بھی کوشش کی۔ لیکن اسی لمحے عمران کی لات پوری قوت سے اس کی ناف کے نیچے پڑی اور وہ چیختا ہوا اچھل کر پشت کے بل فرش پر جا پڑا پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا۔ عمران نے اس پر چھلانگ لگا دی اور اس کے دونوں پیر پوری قوت سے غیر ملکی کے پیٹ پر پڑے اور اس کے حلق سے خوفناک چیخ نکلی اور وہ بے آب مچھلی کی طرح فرش پر تڑپنے لگا۔

اسی لمحے عمران کو باہر راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ شاید غیر ملکی کی چیخ باہر سنائی دے گئی تھی۔ عمران دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سن کر تیزی سے دروازے کی طرف مڑا۔ اور اسی لمحے اس کی پشت پر ایک دھماکہ ہوا اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے بازو میں دہکتی ہوئی سلاخ اترتی چلی گئی ہو۔ اس کے ہاتھ سے سٹین گن نکل کر دور جا گری۔ عمران تیزی سے پلٹا اور اس کے اس پلٹنے نے اس کی جان بچا دی۔ اور دوسرے دھماکے کے بعد گولی اس کی گردن کے قریب سے نکلتی ہوئی سیدھی دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی عمران کے عقب سے چیخ بلند ہوئی اور کوئی آدمی ایک دھماکے سے نیچے گرا۔

عمران نے پلٹتے ہی چھلانگ لگائی اور اس بار وہ فرش سے آدھے لیٹے ہوئے غیر ملکی کے اوپر جا گرا۔ جو تیسری بار ٹریگر دبانے ہی والا تھا۔ اس نے عمران کے پلٹتے ہی ریوالور نکال کر اس پر فائر کر دیا تھا۔ عمران

نے اس پر گرتے ہی تیزی سے قلابازی کھائی اور دوسرے لمحے غیر ملکی اس کے بازوؤں میں جکڑا ہوا اس کے اوپر آگیا اور اسی لمحے غیر ملکی کو زوردار جھٹکا لگا۔ اس بار دروازے سے چلنے والی گولی غیر ملکی کے سینے پر پڑی تھی۔ عمران اگر اُسے اپنے اوپر نہ لیتا تو یقیناً یہ گولی اس کی پشت میں گھس جاتی۔ جھٹکے کے ساتھ ہی غیر ملکی کے حلق سے ہر چیخ نکلی۔ اور اسی لمحے عمران نے پوری قوت سے اُسے اچھال دیا اور غیر ملکی کسی گیند کی طرح دروازے میں نمودار ہونے والے ایک غیر ملکی سے جا ٹکرایا جس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر دروازے کے باہر جا گرے تو عمران جیسے اڑتا ہوا دروازے کے قریب جا پہنچا وہ لمحے بھر کے لئے جھکا۔ پھر اس کے ہاتھوں میں سٹین گن آگئی اور کمرے سے باہر گر کر اٹھنے والا ریوالور بردار گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی گونج میں لٹو کی طرح گھومتا ہوا فرش پر جا گرا۔ جس غیر ملکی نے عمران پر فائر کیا تھا وہ باہر فرش پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ سینے میں لگنے والی گولی نے اس کا کام تمام کر دیا تھا۔

عمران گولیاں برساتا ہوا تیزی سے باہر کی طرف لپکا لیکن راہداری سنسان پڑی ہوئی تھی۔ وہ بھاگتا ہوا راہداری کے سرے پر پہنچا اور اسی لمحے اُسے ایک سایہ سا ایک طرف چھپتا نظر آیا۔ عمران نے چھلانگ لگائی اور راہداری کے باہر بنے ہوئے ستون کی آڑ میں ہو گیا اور گولیاں ستون سے ٹکرائیں مگر عمران محفوظ رہا۔ اس بار وہ چھپنے والا عمران کی گولیوں سے نہ بچ سکا کیونکہ اب وہ بالکل سامنے تھا۔ عمران نے ستون کی آڑ میں ہوتے ہی اس پر گولیوں کی بارش کر دی تھی۔ اد

پھر برآمدے میں سے سیڑھیاں اوپر جاتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ عمران تیزی سے ان سیڑھیوں کی طرف بڑھا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اوپر چھت پر پہنچ گیا۔ اب اُسے نیچے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ عمران کے بازو سے مسلسل خون بہہ رہا تھا وہ بڑی پھرتی سے آگے بڑھا اور پھر چھت کے عقب میں موجود ایک موٹے سے پائپ کے ذریعے کھسکتا ہوا نیچے اترا اور دوڑتا ہوا عقبی دیوار کی طرف گیا۔ دیوار کے قریب پہنچتے ہی اس نے ایک زوردار چھلانگ لگائی۔ دوسرے لمحے وہ دیوار کے کنارے پر موجود تھا۔ اسی لمحے اُسے چھت پر ایک آدمی کا سر ابھرتا ہوا نظر آیا۔ چونکہ چھت سے اُسے آسانی سے نشانہ بنایا جا سکتا تھا اس لئے وہ پھرتی سے دوسری طرف گلی میں کود گیا۔ اور پھر دیوار کے ساتھ ساتھ بھاگتا ہوا وہ ایک سائیڈ گلی میں گھسا۔ ہاتھ میں پکڑی ہوئی سٹین گن وہ دیوار پھلانگنے سے پہلے ہی پھینک چکا تھا۔ اس لئے اب اس نے ایک ہاتھ سے اس زخم کو دبایا ہوا تھا جو گولی لگنے سے بنا ہوا تھا۔ اور سائیڈ گلی میں دوڑنے کے بعد وہ ایک اور گلی میں سے ہوتا ہوا سڑک پر پہنچ گیا۔ چونکہ دوپہر کا وقت تھا اس لئے گلیاں سنسان پڑی ہوئی تھیں ورنہ اس طرح زخمی حالت میں اُسے دوڑتے دیکھ کر لوگ ضرور چونکتے۔ سڑک پر ایک درخت کے سائے میں اس کی کار موجود تھی۔

کار میں پہنچتے ہی عمران نے ڈیش بورڈ کے نیچے لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور کار کے شیشوں پر مرکری شیٹس چڑھ گئیں۔ اب باہر سے اُسے دیکھا نہ جا سکتا تھا۔ اس کے بعد اس نے فرنٹ سیٹ کے نیچے

بنا ہوا خانہ کھولا اور اس میں سے فسٹ ایڈ کا سامان نکال کر سب سے پہلے اپنے بازو کے زخم کو چیک کیا۔ ہڈی کو جب اس نے ٹٹول کر دیکھا تو ہڈی سلامت تھی۔ گولی نے صرف گوشت کو پھاڑا تھا عمران نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیتے ہوئے بازو پر پٹی باندھی اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو۔ ہیلو عمران کالنگ ایکسٹو۔ اوور" ـــــ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس ـــ ایکسٹو سپیکنگ۔ اوور" ـــــ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"اینگل ھلز ـــ کوٹھی نمبر پچیس پر فوری ریڈ کر دو ـــ میں بھی وہیں موجود ہوں ـــ جلدی کرو۔ مجرم وہاں سے نکل نہ جائیں۔ فل فورس بھجوا دو۔ اوور" ـــــ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اوور" ـــــ دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے بٹن آف کر دیا۔ اب اس کی نظریں کوٹھی کے مین گیٹ پر جمی ہوئی تھیں لیکن پھاٹک بدستور بند تھا۔

تقریباً دس منٹ بعد ٹیم کی کاریں وہاں پہنچ گئیں اور عمران اپنی کار سے باہر نکل آیا۔

"آپ زخمی ہیں" ـــــ صفدر نے عمران کے بازو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب زمانہ جدید ہو گیا ہے صفدر! ـــ پہلے دل پر زخم آیا کرتے تھے اور اب بازو پر آ جاتے ہیں" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے

اور قریب کھڑی جولیا نے منہ بنا لیا۔

عمران نے فورس کو چاروں طرف سے پھیل کر کوٹھی میں داخل ہونے کی ہدایات دیں اور خود پھاٹک کی طرف چل پڑا۔ پھاٹک بدستور بند تھا۔ تنویر، عمران کے اشارے پر پھاٹک پر چڑھا اور پھر اندر کود گیا۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کھلتے ہی وہ اندر داخل ہو گئے۔ اسی طرح عقبی سمت سے بھی ممبرز اندر داخل ہوئے۔ لیکن یہ دیکھ کر عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا کہ کوٹھی خالی پڑی ہوئی تھی۔ لاشیں تک غائب تھیں۔ پوری کوٹھی بھائیں بھائیں کر رہی تھیں۔

"یہ تو پنچھی اُڑ گئے" ـــــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں! ـــ بظاہر تو اُڑ ہی گئے ہیں ـــــ میرا خیال ہے کہ یہ سب کسی خفیہ راستے سے نکلے ہیں۔ ورنہ سامان تو عقبی سمت سے نہ لے جا سکتے تھے" ـــــ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک خفیہ راستہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ سرنگ نما راستہ کافی دور کھیتوں میں نکلتا تھا۔ جہاں سے دوسری سڑک نزدیک تھی۔

خورشید ڈیوٹی آف کر کے جیسے ہی اپنی رہائش گاہ پر پہنچا
اُسے اپنی کار پورچ میں کھڑی نظر آگئی۔ خورشید سمجھ گیا کہ جمشید آغا
ٹریسی کو چھوڑ کر واپس آگیا ہوگا۔

وہ جیسے ہی ڈرائینگ رُوم میں داخل ہوا، اس نے جمشید آغا کو
سامنے صوفے پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔

"یار بڑے بد ذوق ہو ـــ اتنی جلدی چھوڑ کر آگئے" ـــ خورشید
نے بڑے بے تکلفانہ انداز میں آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"خورشید! ـــ نوکروں کو رہائش گاہ سے باہر بھیج کر واپس آؤ۔
کوئی مداخلت نہ ہو" ـــ اچانک جمشید نے سخت لہجے میں کہا
اور خورشید کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن میں کلک کی آواز
گونجی ہو۔

"یس سر" ـــ خورشید نے بڑے میکانکی انداز میں جواب دیا

الٹے پاؤں مڑ کر باہر نکلتا چلا گیا۔ پانچ منٹ بعد وہ واپس آیا تو اس
کا چہرہ سپاٹ تھا۔ سرد اور غیر جذباتی۔ جیسے وہ انسان کی بجائے
لوہے کی بنی ہوئی مشین ہو۔

"سنو خورشید! ـــ مجھے آئل فیلڈ اور ریفائنری کا تفصیلی نقشہ
چاہیئے اور سیکورٹی انتظامات کی تفصیل ـــ کیا تم یہ مہیا کر سکتے
ہو" ـــ جمشید نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"مل جائے گا باس ـــ میں کل دفتر سے نکال کر پہنچا دوں گا"
خورشید نے اسی طرح میکانکی انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہاں کا ٹرانسپورٹ انچارج کون ہے" ـــ؟ جمشید نے پوچھا۔

"رابرٹ گاور چیف ٹرانسپورٹ آفیسر جناب" ـــ خورشید نے
جواب دیا۔ لہجہ اسی طرح سپاٹ تھا۔

"کیا وہ تمہارے کہنے پر کہیں آجائے گا" ـــ؟ جمشید نے پوچھا۔

"نو سر! ـــ میرے اس سے تعلقات نہیں ہیں جناب" ـــ
خورشید نے جواب دیا۔

"پھر مجھے بتاؤ کہ میں ایک ٹرک سامان اور بیس کے قریب افراد
کو کس طرح فیلڈ کے اندر منگا سکتا ہوں" ـــ جمشید نے کہا۔

"سر! ـــ بظاہر تو اس کی کوئی صورت نہیں ـــ یہاں
انتہائی سخت چیکنگ ہوتی ہے سر" ـــ خورشید نے جواب دیا۔

"کوئی ترکیب نکالو" ـــ جمشید نے زور دے کر کہا۔

"سر! ـــ ایک ترکیب ہو سکتی ہے ـــ دو روز بعد فیلڈ میں ایک
قومی تقریب منائی جانے والی ہے۔ اس کے لئے باہر سے آدمی سامان

وغیرہ لیکر آئیں گے ۔۔۔ اگر اس ٹھیکیدار سے بات کر لی جائے جو یہ سامان لے آتا ہے تو آدمی بھی اور سامان بھی لایا جا سکتا ہے" ۔۔۔ خورشید نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"اس سامان کی چیکنگ نہیں ہوتی" ۔۔۔ ؟ جمشید نے پوچھا۔

"چیکنگ تو ہوتی ہے سر ۔۔۔ لیکن سرسری سی۔ کیونکہ وہ ٹھیکیدار گزشتہ دو سالوں سے سامان اور آدمی بھیج رہا ہے اور آج تک کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی" ۔۔۔ خورشید نے جواب دیا۔

"کس قسم کا سامان آتا ہے" ۔۔۔ ؟ جمشید نے پوچھا۔

"سر! ۔۔۔ کراکری۔ شامیانے۔ قناتیں۔ دریاں۔ قالین۔ صوفے اور اس قسم کا بے شمار دوسرا سامان اور پھر انہیں نصب کرنے اور سیٹ کرانے کے لئے مزدور" ۔۔۔ خورشید نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ گڈ ۔۔۔ کون ہے وہ ٹھیکیدار" ۔۔۔ ؟ جمشید نے اطمینان بھرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"فرحت اینڈ کو ۔۔۔ مال روڈ" ۔۔۔ خورشید نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ اس کا انتظام اور سپرویژن کس کے ذمہ ہوتی ہے" ۔۔۔ ؟ جمشید نے پوچھا۔

"میرے سیکشن کے ذمے جناب" ۔۔۔ خورشید نے جواب دیا۔

"گڈ ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ کام بن سکتا ہے" ۔۔۔ جمشید نے جواب دیا۔

نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"میں بھی یہی چاہتا ہوں باس! ۔۔۔ ہمیں علیحدہ علیحدہ کام کرنے کی بجائے اکٹھا کام چاہیئے ۔۔۔ اور ہمارا ایکشن انتہائی تیز ہو۔ تیز اور کارگر ۔۔۔ اور اس دوران مجھے یقین ہے کہ عمران سے بھی کہیں نہ کہیں ضرور ٹکراؤ ہو جائے گا ۔۔۔ اور پھر اس کا خاتمہ بھی یقینی ہوگا" ۔۔۔ نوبل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ پھر طے ہو گیا ۔۔۔ تو آج کے ٹارگٹ کے لئے منصوبہ بندی کر لی جائے ۔۔۔ اس کے بعد میں فرینک کو اس مقامی کے خاتمے ۔۔۔ اور تم انکل کارگن کے خاتمے کا بندوبست کرو۔ تاکہ ہم ہر طرف سے محفوظ ہو جائیں" ۔۔۔ باس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور اس کے بعد وہ تینوں مل کر آج کے ٹارگٹ کے انتخاب اور اس کی تفصیلی منصوبہ بندی طے کرنے میں مصروف ہو گئے۔

زندگی گذارنی ہے۔ عیش سے گزار لینے دو ـــــ بعد میں جو ہو گا دیکھا جائے گا" ـــــ خورشید نے اُٹھ کر بڑے بے تکلفانہ انداز میں جمشید کے کاندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"اچھا اب تم ایسا کرو کہ مجھے میری رہائش گاہ تک چھوڑ آؤ ـــــ میں بہت تھک گیا ہوں" ـــــ جمشید نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"چھوڑ آؤں ـــــ کیا مطلب ـــــ؟ کمال ہے بھئی۔ یہ ساتھ ہی تو تمہاری رہائش گاہ ہے ـــــ تو تم یہاں اس لئے میرا انتظار کر رہے تھے ـــــ کیا ہوا تمہیں ـــــ؟ کیا ٹریسی کی جدائی کا اتنا اثر پڑ گیا ہے"۔ خورشید نے حیرت سے آنکھیں نچاتے ہوئے کہا۔ اور جیسے ہی اس کا فقرہ مکمل ہوا۔ اس کے ذہن میں کلک سی ہوئی۔

"مجھے میری رہائش گاہ پر چھوڑ آؤ" ـــــ جمشید کا لہجہ تحکمانہ ہو گیا۔

"یس سر آیئے" ـــــ خورشید نے اُسی طرح میکانکی انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ جمشید مسکراتا ہوا اس کے پیچھے تھا۔

"یس سے اسٹاک ایکس چینج" ـــــ باس نے رسیور اٹھاتے ہی تیز لہجے میں اپنا کوڈ دوہراتے ہوئے کہا۔

"باس! ـــــ میں فرینک بول رہا ہوں ـــــ غضب ہو گیا باس! مائیکل ہلاک ہو گئے ہیں ـــــ تین مزید افراد قتل ہو گئے ہیں ـــــ تین بیہوش پڑے ہیں اور کوٹھی میں داخل ہونے والا کل جلسے میں کامیاب ہو گیا ہے" ـــــ دوسری طرف سے ایک گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اوہ غضب ہو گیا ـــــ اب کتنے آدمی زندہ ہیں ـــــ جلدی بولو"؟ باس نے چیختے ہوئے کہا۔

"تین ہم ہیں ـــــ اور تین بیہوش پڑے ہیں باس ـــــ باقی ختم ہو چکے ہیں" ـــــ فرینک نے جواب دیا۔

"سنو! ـــــ جس قدر جلدی ممکن ہو سکے بیہوش ـ زندہ ـ مُردہ ـ سامان سب کچھ خفیہ راستے سے باہر نکال لے جاؤ ـــــ کوٹھی پر فوری

ہدایات دوں گا۔ اوور" ——— باس نے تیز لہجے میں کہا۔

" اوہ باس! — یہ کیا کہہ رہے ہیں — مائیکل ہلاک ہو گیا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اوور" — رچرڈ کی حیرت سے پُر آواز سنائی دی۔

" ہاں! — اس پوائنٹ پر ریڈ ہو لب ہے — تفصیلات بعد میں بتاؤں گا۔ اوور اینڈ آل" — باس نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

" مائیکل ہلاک ہو گیا — حیرت ہے۔ ایک آدمی نے مائیکل کو بھی ہلاک کر دیا اور اس کے باوجود وہ اڈے سے زندہ نکل گیا —؟ آخر یہ اتنے سارے آدمی وہاں کیا کر رہے تھے" —؟ نوبل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

" وہ یقیناً عمران تھا — وہ ہے ہی ایسا آدمی۔ اس سے کچھ بعید نہیں — جہاں ناممکن کا لفظ آجاتا ہے وہاں سے اس کی کھوپڑی ایسے گل کھلاتی ہے —۔ بہرحال اب ہمیں فوری طور پر اپنی پلاننگ بدلنا ہو گی — کوئی نیا منصوبہ بنانا ہو گا" — باس نے اپنے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

" میرا خیال ہے کہ ہمیں اپنی تمام صلاحیتیں عمران کے خاتمے پر لگا دینی چاہئیں — ایسے خطرناک آدمی کا زندہ رہنا ہمارے لئے اچھا نہیں ہے" — نوبل نے جواب دیا۔

" ٹھیک ہے — اب میں بھی اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ براہ راست تیز اور پے در پے حملے — سب کچھ تباہ کر دو — ہر چیز کو پھونک

ریڈ ہو گا — فوراً نکلو — کوئی چیز باقی نہ رہ جائے جس سے شناخت ہو سکے۔ جلدی کرو" — باس نے چیختے ہوئے کہا۔

" بب — بہتر سر" — دوسری طرف سے اُسی طرح گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا گیا۔

" سنو! — سب کچھ لے کر پوائنٹ نمبر بارہ پر پہنچ جاؤ۔ جلدی کرو۔ ایک لمحہ بھی ضائع مت کرو۔ جلدی" — باس نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

" کیا ہوا باس" —؟ نوبل نے پریشان لہجے میں کہا۔ مگر باس نے اس کی بات سُنے بغیر جلدی سے میز پر پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر کی ناب گھمانی شروع کر دی اور پھر مخصوص فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے کے بعد اس نے بٹن آن کر دیا۔

" ہیلو — ہیلو ٹاپ راک کالنگ رچرڈ۔ اوور" — باس بار بار یہی جملہ دوہراتے چلا جا رہا تھا۔

" یس رچرڈ سپیکنگ۔ اوور" — چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک آواز گونجی۔

" رچرڈ! — تم کہاں ہو۔ اوور" —؟ باس نے تیز لہجے میں پوچھا۔

" میں پوائنٹ تھری پر موجود ہوں جناب۔ اوور" — دوسری طرف سے جواب ملا۔

" سنو! — مائیکل پوائنٹ ختم ہو گیا ہے — مائیکل ہلاک کر دیا گیا ہے۔ میں نے اُس پوائنٹ کو خالی کر دیا ہے — اب تم نے وہاں نہیں جانا اور پوائنٹ تھری پر ہی رہو — میں بعد میں تفصیلی

ڈالو ۔۔۔ اب یہی ایک صورت رہ گئی ہے" ۔۔۔ باس نے میز پر مکے مارتے ہوئے کہا۔

"لیکن اب عمران کہاں ملے گا ۔۔۔ اس کا کوئی ٹھکانہ" ۔۔۔ نوبل نے جوشیلے انداز میں پوچھا۔

"اب تو اسے تلاش کرنا پڑے گا ۔۔۔ اس کا ایک ہی حل ہے کہ شہر میں مسلسل اور پے در پے ہلاکت خیز کارروائیاں کی جائیں۔ تب ہی عمران باہر آئے گا" ۔۔۔ باس نے کہا۔

"لیکن باس! ۔۔۔ اس طرح تو ہمارے آدمی بھی تو اس کے ہتھے چڑھ سکتے ہیں" ۔۔۔ نوبل نے کہا۔

"اس کا یہی طریقہ ہے کہ ایک گروپ کام کرے ۔۔۔ دوسرا گروپ کام کی نگرانی کرے ۔۔۔ اس طرح عمران کو تلاش کیا جا سکتا ہے" ۔۔۔ باس نے جواب دیا۔

"باس! ۔۔۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ہم سب ہنگامی میٹنگ کریں اور پھر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کر کے کوئی ٹھوس لائحہ عمل تیار کریں۔ نوبل نے اس طرح جذباتی انداز میں کام کرنے سے کہیں ہم مزید نقصانات نہ اٹھانے پر مجبور ہو جائیں" ۔۔۔ نوبل نے ڈرے ڈرے لہجے میں کہا۔

"ہونہہ! ۔۔۔ واقعی میں بہت زیادہ جذباتی ہو رہا ہوں ۔۔۔ مجھے ایسا نہیں ہونا چاہیئے" ۔۔۔ باس چند لمحے آنکھیں نکالے نوبل کو گھورتا رہا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"باس! ۔۔۔ آپ پریشان نہ ہوں ۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا" ۔۔۔ نوبل نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"سنو نوبل! ۔۔۔ اب صورت حال واقعی بدل گئی ہے اور ہمیں بھی وقت کے ساتھ ساتھ اپنی پلاننگ بدلنی ہو گی ۔۔۔ موشے آئل فیلڈ پر کام کر رہا ہے اور اس کا کام پروگرام کے مطابق بڑی کامیابی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس لئے اسے چھیڑنے یا اس کے کام میں مداخلت کی ضرورت نہیں ہے ۔۔۔ اب موجودہ صورت حال کے تحت رچرڈ تمہیں اور مجھے مل کر اور اپنی طاقت یکجا کر کے سیکرٹ سروس کو الجھانا بھی ہے اور عمران کا خاتمہ بھی کرنا ہے" ۔۔۔ باس کے لہجے میں اب ٹھہراؤ آ گیا تھا۔ اب وہ شائد اپنے آپ پر مکمل طور پر قابو پا لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"بالکل درست ہے جناب! ۔۔۔ تو پھر رچرڈ کو یہیں بلوا لیجئے۔ ہم ابھی میٹنگ کر لیتے ہیں" ۔۔۔ نوبل نے جواب دیا اور باس نے ایک بار پھر ٹرانسمیٹر پر رچرڈ کو کال کرنا شروع کر دیا۔

رابطہ قائم ہوتے ہی رچرڈ کو فوری طور پر ہیڈ کوارٹر آنے کا حکم دے کر باس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

اور پھر تقریباً دس منٹ بعد رچرڈ میٹنگ ہال میں داخل ہوا اور باس کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"رچرڈ! ۔۔۔ مائیکل ہلاک ہو چکا ہے ۔۔۔ اس کا پوائنٹ ختم ہو چکا ہے۔ تمہارے تین ساتھی ختم ہو چکے ہیں ۔۔۔ مائیکل کا بھی ایک آدمی ختم ہو گیا ہے۔ اب اس کے گروپ کے تین افراد باقی بچے ہیں ان تین افراد کو تم اپنی ماتحتی میں لے لو۔ اس طرح تمہارا گروپ مکمل ہو جائے گا ۔۔۔ نوبل کا پورا گروپ موجود ہے جبکہ میرا ایک آدمی

رہ گیا ہے ____ اس طرح ہم تینوں کے پاس ہمارے علاوہ نو افراد موجود ہیں ____ مائیکل نے مقامی غنڈے فرینکی کا تعاون حاصل کر کے وزیر داخلہ کو قتل کرا دیا تھا۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے کہ فرینکی کی وجہ سے ہی مائیکل کی کوٹھی پر ریڈ ہوا۔ اور وہ ہلاک ہو گیا ہے۔ اس لئے ہمیں سوائے اشد ضرورت کے مقامی لوگوں کا تعاون حاصل نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ سیکرٹ سروس یہاں کے مقامی غنڈوں کو اچھی طرح پہچانتی ہے ____ اور کسی ایک کی شناخت ہو جانے پر ہمارا پوائنٹ سامنے آ سکتا ہے" ____ باس نے کہا۔

"باس! ____ مائیکل نے اور بھی مقامی افراد کو کنٹکٹ کیا ہوا ہے۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے اس کے پوائنٹ پر ایک مقامی آدمی موجود ہے" ____ رچرڈ نے کہا۔

"میں فرینکی کو ہدایت دے دوں گا کہ وہ اسے فوری طور پر قتل کر دے ____ تاکہ وہ ہمارے آئندہ کے لئے خطرہ نہ بن سکے" ____ باس نے کہا۔

"باس! ____ یہاں ایک مجرم تنظیم ہے وائٹ پرل ____ بڑی شہرت یافتہ تنظیم ہے۔ اس کا باس ایک آدمی انکل کارگن ہے انتہائی ہوشیار ____ منظم ____ اور منصوبہ بندی کا ماہر ____ میں نے اس سے رابطہ قائم کیا ہے اور آئل فیلڈ میں بموں کی تنصیب کے لئے میں نے اس سے دس آدمی مانگے ہیں ____ کیونکہ یہاں تمام مزدور مقامی افراد ہیں اس لئے مقامی افراد ہی یہاں کام کر سکتے ہیں ____ اس کے بارے میں کیا خیال ہے" ____ ؟ نوبل نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تم اس سے کنٹریکٹ ختم کر دو ____ بلکہ انکل کارگن کو ہی ختم کر دو ____ تاکہ وہ ہمارے بارے میں معلومات کو آگے نہ بڑھا سکے ____ ہمارے نو افراد ہی یہاں کے مقامی مزدوروں کا میک اپ کر کے یہ کام کر سکتے ہیں ____ ایسا نہ ہو کہ ایک کی غفلت سے ہمارا اصل منصوبہ ہی سبوتاژ ہو جائے" ____ باس نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے باس! ____ ہمیں مقامی افراد کو ٹچ ہی نہیں کرنا چاہیئے ____ اس طرح ہم زیادہ کامیاب ہو سکتے ہیں" ____ رچرڈ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ____ میں آج ہی انکل کارگن کا خاتمہ کرا دیتا ہوں" ____ نوبل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اور سنو! ____ اب ہمارے سامنے ایک واضح منصوبہ ہے۔ وہ یہ کہ سیکرٹ سروس کو مسلسل الجھائے رکھنے کا ____ اور عمران کے خاتمے کا ____ تاکہ اصل مشن ہر قسم کی مداخلت سے محفوظ رہے اور تیزی سے مکمل ہو سکے ____ اس سے پہلے تو ہم نے پلاننگ یہ کی تھی کہ مائیکل اور رچرڈ یہاں کی سیکرٹ سروس کو الجھائے رکھیں ____ میں عمران کے خاتمے کے لئے کام کروں ____ اور نوبل اور موشے آئل فیلڈ پر کام کریں ____ لیکن اب تک کی صورت حال یہ سامنے آئی ہے کہ عمران پر پہلے ہی حملے میں میرے تین آدمی ختم ہو گئے اور مجھے وقتی طور پر خاموش ہونا پڑا ____ مائیکل نے دو ٹارگٹس نہایت کامیابی سے کور کئے ____ یعنی یو۔ کے یونٹ کی تباہی ____ اور وزیر داخلہ کا

قتل ___ لیکن مقامی افراد کی وجہ سے مائیکل خود بھی ختم ہو گیا اور پھر اس کا پوائنٹ بھی ختم کرنا پڑا ___ رچرڈ نے ایک ٹارگٹ پر کام کیا اور اس کے تین افراد ختم ہو گئے اور اس نے اپنی ذاتی دلیری اور ہمت کی بنا پر ٹارگٹ کور کیا ___ لیکن آئندہ کے لئے وہ بھی محدود ہو کر رہ گیا ___ نوبل نے آئل فیلڈ میں کام کرنا ہے لیکن ابھی اس کے کام کو دیر ہے۔ کیونکہ موشے وہاں بنیادی اور ابتدائی انتظامات کرنے میں مصروف ہے اور مجھے بڑی خوشی ہے کہ وہ بڑی کامیابی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ کیونکہ ہمارا اصل مشن تو وہی ہے اور وہ کامیاب جا رہا ہے ___ اب میرا خیال ہے کہ موشے کو چھوڑ کر ہم سب کو اکٹھا کام کرنا چاہیئے اور کوئی ایسا منصوبہ بنانا چاہیئے جس سے ہم تیز ___ براہِ راست اور فوری ٹارگٹ کور کر سکیں ___ ٹارگٹس ایسے ہوں جو ملک میں دہشت ___ خوف و ہراس پھیلا دیں تاکہ یہاں کی پولیس ___ انٹیلی جنس ___ اور سیکرٹ سروس مسلسل اُلجھی رہے ___ اور پھر عمران کے خاتمے پر بھی خصوصی توجہ دی جا سکے ___ اس سلسلے میں آپ لوگ کیا تجاویز پیش کرتے ہیں؟" باس نے صورتِ حال کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"باس! ___ ہمیں بھی وہی طریقہ کار استعمال کرنا چاہیئے۔ جو یہاں کی سیکرٹ سروس نے اسرائیل میں استعمال کیا تھا ___ یعنی مسلسل اور پے در پے حملے ___ لگاتار گوریلا کارروائیاں ___ اس طرح ہم پورے ملک کو بھونچال کی زد میں لے آئیں گے ___ اور یہ کام ہم ایک گروپ کی صورت میں کریں صرف اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر" ___ رچرڈ

"چیف سکیورٹی آفیسر کون ہے یہاں؟" ___ جمشید نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"بابر زمان ___ وہ میرا دوست ہے جناب" ___ خورشید نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اُسے یہاں بُلا سکتے ہو؟" ___ جمشید نے پوچھا۔

"یس سر ___ بُلا سکتا ہوں" ___ خورشید نے جواب دیا۔

"گڈ ___ میں بعد میں تمہیں اس کا آرڈر دونگا" ___ جمشید نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب میں پڑے ہوئے ہاتھ کو حرکت دی تو خورشید کے ذہن میں ایک بار پھر کلک کی آواز گونجی اور دوسرے لمحے اس کے سپاٹ چہرے پر جذبات اُمڈتے چلے آئے۔

"ارے جمشید ___ تم نے بتایا نہیں کہ کہاں چھوڑ آئے ٹریسی کو" ___ خورشید نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔ اس کا لہجہ بے تکلفی سے پُر تھا۔

"اس کے فلیٹ میں چھوڑ آیا ہوں ___ اور کہاں چھوڑ آتا" ___ جمشید نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا ہوا ___ کیا اس نے لفٹ نہیں کرائی جو بیٹھے کو دنین چبا رہے ہو" ___ خورشید نے بُری طرح ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ تو بے چاری لفٹ کرا رہی تھی ___ مگر میں ہی ٹال گیا۔ اور مجھے یہ بتاؤ کہ آخر تم نے یہ کیا چکر چلا رکھا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ اس طرح غیر ملکی لڑکیوں کو یہاں رات رکھنا کتنا بڑا جرم ہے" ___ جمشید نے کہا۔

"اچھا تو تم اب نصیحتوں کا پٹارہ کھولو گے ___ ارے یہاں چار دن

عمران دانش منزل کی مخصوص لائبریری میں بیٹھا ایسی مجرم تنظیموں کی فائلیں پڑھنے میں مصروف تھا جو اس قسم کی دہشت پسندانہ کارروائیوں میں ملوث رہی ہوں۔ لیکن کسی تنظیم کا طریقہ کار بھی موجودہ مجرموں سے نہ ملتا تھا۔ ابھی وہ انہی فائلوں میں سر کھپانے میں مصروف تھا کہ میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس" ——— عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"عمران صاحب! ——— ٹائیگر کا فون ہے ——— وہ آپ سے کوئی اہم بات کرنا چاہتا ہے" ——— دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"اوہ کے ——— میں آرہا ہوں" ——— عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر ہاتھ میں موجود فائل اس نے بند کر کے واپس خانے میں رکھی اور تیز تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم کی طرف بڑھتا چلا آیا۔ بلیک زیرو نے

رسیور ڈیڈ کریڈل سے ہٹا کر عمران کے ہاتھ میں دے دیا۔ یہ ڈیڈ کریڈل اس لئے بنایا گیا تھا کہ دوران کال اگر بلیک زیرو کو کوئی کام یا کسی اور سے بات کرنی پڑے تو دوسری طرف اس سے متعلقہ آواز نہ سنائی دے۔

"کیا بات ہے ٹائیگر" ——— ؟ عمران نے کرسی پر بیٹھ کر رسیور ہاتھ میں لیتے ہوئے پوچھا۔

"سر! ——— میں نے پہلے بھی آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن ———" عمران کی آواز سنتے ہی ٹائیگر نے تمہید باندھنی شروع کر دی۔

"کام کی بات کرو ——— میرے پاس فضول باتوں کے لئے فرصت نہیں ہے" ——— عمران نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"اوہ سوری سر! ——— ویسے سر تھوڑی سی تمہید باندھے بغیر میں آپ کو سمجھا نہ سکوں گا" ——— ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تو تمہید کی بجائے دھوتی باندھ لیا کرو ——— جلدی سمجھ آجائے گی" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو بھی عمران کی بات سن کر مسکرا دیا۔

"سر! ——— آپ مجھے بے شک ڈانٹ لیا کریں ——— لیکن میری بات سن لیا کریں" ——— ٹائیگر نے اس بار شوخ لہجے میں جواب دیا۔

"ڈانٹنے کے بعد بات سننے کا کیا فائدہ ——— بہرحال سناؤ قصہ ایک درویش کا" ——— عمران نے جواب دیا۔

"صاحب آپ نے کافی دنوں سے کوئی کام نہیں بتایا تھا اس لئے فارغ اوقات گزارنے کے لئے میں نے مجرموں کے اڈوں میں اٹھنا بیٹھنا

شروع کر دیا تاکہ کام کی معلومات حاصل ہو سکیں ۔۔۔ یہاں ایک مقامی مجرم تنظیم ہے وائٹ پرل ۔۔۔ اس کا باس کارگن ہے کیفے کارگن کا مالک ۔۔۔ بظاہر وہ انتہائی سیدھا سادھا اور بے ضرر سا شخص ۔ لیکن درحقیقت خاصا عیار اور ذہین آدمی ہے ۔۔۔ بہرحال میری اس سے دوستی ہو گئی ۔۔۔ اپنی صلاحیتیں اس پر ثابت کرنے کے لئے میں نے تھوڑا سا کام کیا تھا ۔ اس لئے کارگن جسے یہاں سب لوگ انکل کارگن کہتے ہیں ، مجھ پر بے حد اعتماد کرنے لگا ۔۔۔ آج اس نے مجھے اپنی تنظیم میں شامل ہونے کے لئے کہا" ۔۔۔ ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا ۔

"تو تم اب انکل کارگن کا بھتیجا بننا چاہتے ہو ۔۔۔ بن جاؤ بھئی ۔ شاید کوئی جائیداد مل جائے اور اس جاسوسی کے دھندے سے نجات مل جائے" ۔۔۔ عمران نے کہا ۔

"ایسی بات نہیں سر ! ۔۔۔ میں نے جب اسے مزید ٹٹولا تو اس نے ایک بڑے کام کے متعلق بتایا جس کا تعلق کسی غیر ملکی تنظیم سے ہے" ٹائیگر نے جواب دیا ۔

"غیر ملکی تنظیم ۔۔۔ اوہ بہتر ۔۔۔" عمران کے کان بھی غیر ملکی تنظیم کا سن کر کھڑے ہو گئے ۔ وہ چونک پڑا ۔

"تو جناب غیر ملکی تنظیم کا سن کر میرے کان بھی کھڑے ہو گئے" ٹائیگر نے کہا ۔

"تم کانوں کو بیٹھنے ہی کیوں دیتے ہو" ۔۔۔ عمران نے کہا ۔

"بہتر جناب ! ۔۔۔ آئندہ نہیں بیٹھنے دوں گا ۔۔۔ انکل کارگن

اصول پرست ہے ۔۔۔ اس نے بغیر تنظیم میں شامل ہوئے تفصیل بتانے سے انکار کر دیا ۔۔۔ لیکن میں باقاعدہ تنظیم میں شامل نہ ہونا چاہتا تھا ۔ چنانچہ میں نے اس سے معلومات حاصل کرنے کے لئے ایک اور طریقہ سوچا ۔۔۔ میں نے میک اپ کر کے اسے اغوا کیا اور پھر اس پر بلیک زرولا آزمائی ۔۔۔ لیکن انکل کارگن بے حد سخت جان ثابت ہوا ۔۔۔ بہرحال جب اس پر غشی طاری ہونے لگی تو اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ۔۔۔ ٹاپ راک ۔۔۔ آئل فیلڈ ۔۔۔ تباہی" ۔۔۔ اور اس کے بعد انٹی ڈوٹ دینے تک وہ مر گیا ۔ چنانچہ میں نے اس کی لاش کو برقی بھٹی میں ڈال دیا ۔۔۔ اس کے علاوہ سر ! ۔۔۔ اس کی جیب سے ایک کاغذ بھی برآمد ہوا ہے جس پر کچھ نمبر اور الٹی سیدھی لکیریں اور دائرہ پڑا ہوا ہے ۔ میری سمجھ میں یہ کاغذ نہیں آیا ۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ آپ ہی اس معمے کو حل کر سکتے ہیں" ۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا ۔

"ٹاپ راک ۔۔۔ آئل فیلڈ ۔۔۔ تباہی ۔۔۔ کیا تم نے صحیح الفاظ سنے تھے" ۔۔۔ عمران کا لہجہ بیحد سنجیدہ ہو گیا ۔

"یس سر ! ۔۔۔ بالکل یہی الفاظ تھے" ۔۔۔ ٹائیگر نے بڑے بااعتماد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا ۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ میں دیکھ لوں گا ۔۔۔ تم ایسا کرو کہ وہ کاغذ دانش منزل کے لیٹر ہول میں ڈال دو ۔ میں ایکسٹو کو کہہ دوں گا کہ وہ مجھ تک پہنچا دے" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا ۔

"بہتر باس" ۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا ۔

"سنو ! ۔۔۔ آئل فیلڈ میں تمہاری کسی سے دوستی ہے" ۔۔۔ عمران

نے اچانک پوچھا۔

"جی ہاں ـــ وہاں مینجمنٹ اسسٹنٹ ڈائریکٹر خورشید ہے۔ اس سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے ـــ دراصل خورشید عیاش قسم کا آدمی ہے۔ اس لئے وہ شکار کے لئے کیفوں اور ہوٹلوں کے چکر لگاتا رہتا ہے" ـــ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"گڈ! ـــ پھر تم اس کے مہمان بن کر وہاں کچھ روز رہو۔ اور آنکھیں کھول کر رکھنا ـــ اگر کوئی خاص بات محسوس ہو تو پھر مجھے بتانا" ـــ عمران نے اُسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر باس" ـــ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"او۔کے" ـــ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

"یہ آئل فیلڈ کا کیا مسئلہ ہے" ـــ ؟ بلیک زیرو نے عمران کے رسیور رکھتے ہی کہا۔

"تباہی کا لفظ تو یہی بتاتا ہے کہ مجرم آئل فیلڈ کو تباہ کرنا چاہتے ہیں لیکن اگر یہ وہی تنظیم ہے جو اب تک کی وارداتوں میں ملوث ہے تو پھر یہ ٹارگٹ ان کی حماقت ہی ہے ـــ آئل فیلڈ بے حد وسیع و عریض ٹارگٹ ہے ـــ اور وہاں اس طرح کا حملہ بھی نہیں ہو سکتا جس طرح انہوں نے ڈیم ـ چھوٹے بجلی گھر پر کیا ہے ـــ یا پھر یہ کوئی اور چکر ہے" ـــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اور یہ ٹاپ راک" ـــ ؟ بلیک زیرو نے کہا۔

"نیا ہی نام ہے۔ آج تک تو سُنا نہیں ـــ یا یہ کسی تنظیم کا نا

ہے ـــ یا پھر اس کا مطلب کچھ اور ہو گا ـــ بہرحال ہو سکتا ہے کہ وہ کاغذ جو ٹائیگر بھیج رہا ہے، سے کوئی رہنمائی مل سکے" ـــ عمران نے سوچنے والے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب ہمارے سامنے کوئی کلیو بھی تو نہیں آ رہا ـــ ادھر سر سُلطان نے میرا ناطقہ بند کر رکھا ہے ـــ جب سے وزیر داخلہ قتل ہوتے ہیں۔ حکومتی سطح پر بڑا خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے" ـــ بلیک زیرو نے کہا۔

"ہاں کلیو تو نہیں ہے ـــ ارے ـــ اوہ ویری گڈ ـــ ٹھیک ہے ـــ یقیناً وہی ہو گا" ـــ اچانک عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا ـــ ؟ کون ہو سکتا ہے" ـــ ؟ بلیک زیرو نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

"وہاں مجرموں کے اڈے پر میں نے ایک مقامی آدمی کو دیکھا تھا۔ مجھے اس کی شکل مانوس لگ رہی تھی۔ لیکن یاد نہ آ رہا تھا کہ میں نے اُسے کہاں دیکھا ہے ـــ اب تم نے کلیو کی بات کی ہے تو اچانک مجھے یاد آ گیا ہے۔ اس کا تعلق فرینکی کے اڈے سے ہے ـــ میں نے اُسے کیفے پائنر میں ہی دیکھا تھا۔ ویٹر کے رُوپ میں۔ اس کا مطلب ہے کہ فرینکی کا پورا گروپ مجرموں کے لئے کام کر رہا ہے" ـــ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن فرینکی تو ختم ہو چکا ہے ـــ میں نے پتہ کرایا تھا" ـــ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"مگر فرینکی کا گروپ تو ختم نہیں ہوا ـــ بہرحال میں تنویر کی ڈیوٹی

لگا دیتا ہوں ۔۔ وہ ایسے معاملات میں خاصا ہوشیار ہے ۔۔۔ ضرور کوئی کلیو نکال لائے گا" ۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر تنویر کا نمبر ڈائل کرنا شروع کر دیا۔

آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اس لئے رات بے حد تاریک تھی۔ سڑکوں پر ٹمٹماتے ہوئے بلب اندھیرے کے خلاف جنگ کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے رات سیاہ چادر لپیٹے ہوئے ہو۔ اس اندھیرے میں ایک دو منزلہ عمارت اندھیرے کا ہی ایک حصہ معلوم ہو رہی تھی۔ وسیع و عریض عمارت کا بیشتر حصہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔

عمارت کے گرد چاروں طرف وسیع میدان تھا جس کے چاروں طرف خاردار تاروں کی اونچی باڑ لگی ہوئی تھی۔ خاردار تاروں کے چاروں کونوں میں اونچی مچانیں سی بنی ہوئی تھیں۔ یہ چیک پوسٹیں تھیں لیکن ان پر بھی گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ مین گیٹ لوہے کے موٹے سریوں سے بنا ہوا تھا۔ جس کے ساتھ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ اور گیٹ کے باہر ایک

مسلح سپاہی بڑے ڈھیلے انداز میں کھڑا سگریٹ پی رہا تھا۔ سب مشین گن اس کے کاندھے سے لٹکی ہوئی تھی۔

یہ عمارت آرڈر سپلائی ڈپو کی تھی۔ اس کی دونوں منزلوں پر سپلائی سیکشن کے دفاتر تھے۔ لیکن نیچے پھیلے ہوئے وسیع و عریض تہہ خانوں میں جدید ترین اسلحے کا ڈپو قائم کیا گیا تھا۔ یہ تہہ خانے مکمل طور پر بم پروف بنائے گئے تھے۔ اور ان کی حفاظت کے لئے جدید ترین الیکٹرونک نظام موجود تھا۔ یہ باڑیں اور سپاہی تو صرف اوپر والے حصے کی رسمی حفاظت کے لئے تھا۔ سپلائی کے لئے مخصوص ٹرک تھے جو عمارت کے اندر لگی ہوئی ایک بڑی آٹومیٹک لفٹ کے ذریعے نیچے تہہ خانے میں جاتے اور پھر وہاں سے پُر ہو کر دوسری لفٹ کے ذریعے باہر نکلتے اور چلے جاتے۔ یہ ٹرک بھی خصوصی طور پر فائر پروف اور بم پروف بنائے گئے تھے تاکہ ان میں لے جانے والا جدید ترین اسلحہ ہر لحاظ سے محفوظ رہ سکے۔ شام کو لفٹوں کو نیچے روک کر کمپیوٹر لاک لگا دیا جاتا تھا اور تہہ خانے کی اوپر والی سلیب بند کر دی جاتی تھی۔ اس کے بعد نیچے جانے یا نیچے سے اوپر آنے کے لئے کوئی راستہ باقی نہ رہ جاتا تھا اور اس طرح یہ مکمل طور پر محفوظ ہو جاتے تھے۔ چونکہ اس کی حفاظت کے لئے انتہائی خصوصی انتظام تھا اس لئے بیرونی عمارت جہاں صرف دفاتر تھے ان کی حفاظت کے لئے کچھ زیادہ انتظامات کی ضرورت نہ سمجھی گئی تھی اور اس ڈپو کو بنے ہوئے آٹھ سال ہو گئے تھے اور آج تک کوئی ایسی بات نہ ہوئی تھی جس سے اس کے انتظامات میں کوئی گڑبڑ ہوتی۔ اس لئے سب کچھ رسمی انداز میں کیا جاتا تھا۔

مین گیٹ کی طرف پہنچنے والی سڑک پر ایک سیاہ رنگ کی بڑی سی ویگن آہستہ آہستہ تقریباً رینگتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ ویگن میں اس وقت بارہ افراد سوار تھے۔ ان سب نے سیاہ رنگ کے فائر پروف لباس اور سر پر مخصوص ہیلمٹ پہن رکھے تھے۔ یہ باس۔ نوبل۔ رچرڈ اور ان کے نو ساتھی تھے۔ ویگن کے پچھلے حصے میں ایک تھیلا پڑا ہوا تھا جو خاصا پھولا ہوا تھا۔ ویگن کی تمام اندرونی اور بیرونی لائٹیں بند تھیں اور پھر وہ مین گیٹ سے تقریباً دو سو گز پہلے ہی اندھیرے میں رک گئی۔ ویگن رکتے ہی نوبل نے تھیلا کھولا اور پھر تھیلے میں سے انہوں نے ٹیپ ریکارڈر نما بڑے بڑے باکس نکالے جن کے ساتھ بیلٹیں لگی ہوئی تھی۔ یہ باکس انہوں نے کاندھوں سے لٹکائے اور پھر ویگن کا دروازہ کھول کر وہ ایک ایک کر کے نیچے اترتے چلے گئے۔ صرف باس ویگن میں بیٹھا رہ گیا۔ اس نے سر پر ہیڈ فون لگا رکھا تھا۔ اور وہ ویگن کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ فرنٹ سیٹ سے نیچے ایک چھوٹی سی سکرین نصب تھی جس پر نیلے رنگ کی ہلکی ہلکی لہریں کوندر رہی تھیں۔ ساتھ ہی مختلف بٹن اور نابیں لگی ہوئی تھیں۔ سب کے نیچے اترنے کے بعد باس نے ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن دبا دیا۔ اس بٹن کے دبتے ہی سکرین پر ایک جھماکا سا ہوا اور پھر اس پر عمارت کا منظر ابھرتا چلا آیا۔ یہ عمارت کا اندرونی منظر تھا۔ ایک طویل گیلری تھی جس کے دونوں اطراف میں کمروں کے دروازے تھے جن کے باہر مختلف نیم پلیٹیں لگی ہوئی تھیں۔ سکرین کے نچلے حصے میں گیارہ سائے ایک قطار کی صورت میں جھکے جھکے انداز میں بڑھے چلے جا رہے تھے باس کی نظریں سایوں پر جمی ہوئی تھیں۔ باس نے ایک بٹن اور دبا دیا تو

سکرین پر سے عمارت کا اندرونی منظر غائب ہو گیا۔ اور سائے پوری سکرین پر پھیلتے چلے گئے۔ وہ سب ایک قطار کی صورت میں بائیں جانب والے حصے کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ باکس ان کے کاندھوں سے لٹک رہے تھے۔ سب سے آگے رچرڈ تھا۔ کیونکہ اس کا ہیلمٹ سرخ تھا۔ خاردار باڑ کے قریب پہنچنے سے قبل وہ زمین پر لیٹ گئے اور پھر کراسنگ کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ خاردار تار کے قریب پہنچتے ہی وہ ایک لمحے کے لئے رکے اور پھر سب سے آگے موجود رچرڈ نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک کٹر نکالا اور اس نے کٹر کو خاردار تار سے ساتھ لگانے سے پہلے کاندھے پر لدے ہوئے باکس میں سے ایک تار کھینچ کر اس کا سرا تار کے ساتھ ٹچ کیا۔ باکس میں سے ہلکی سی سیٹی کی آواز نکلی اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ تار کو علیحدہ کر کے رچرڈ نے بڑی پھرتی سے کٹر کے ذریعے تار کو کاٹ کر اس کے دونوں سروں کو مخالف سمتوں میں موڑ دیا اور پھر وہ زمین کے ساتھ رینگتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ باقی لوگوں نے بھی اس کی پیروی کی اور وہ سب اندر پہنچنے کے بعد اسی طرح کراسنگ کرتے ہوئے عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

جب وہ سب عمارت کے اندرونی بڑے شیڈ کے اندر پہنچ گئے تو باس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ اور مشین کا ایک اور بٹن دبا دیا اب سکرین پر ایک بار پھر جھماکا سا ہوا اور اس کے ساتھ ہی عمارت کا اندرونی منظر دوبارہ نمودار ہو گیا۔ سائے اب ایک فولادی گیٹ کے سامنے زمین پر پڑے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

رچرڈ نے پہلے کی طرح باکس سے نکلنے والی تار کو اس دروازے

کے ساتھ ٹچ کیا تو اس کے باکس میں سے ہلکی سی گونج نکلی اور رچرڈ نے بڑی پھرتی سے تار واپس ہٹائی اور پھر اس نے ہاتھ موڑ کر باکس کا ڈھکن کھولا اور اس کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک پتلی سی چپٹی پتری نکالی جس کے ساتھ سپرنگ نما تار لگی ہوئی تھی۔ اس نے وہ پتری فولادی دروازے کے ساتھ لگائی تو وہ اس طرح چمٹ گئی جیسے مقناطیس کے ساتھ لوہا چمٹتا ہے رچرڈ نے باکس نیچے زمین پر رکھا اور اس کی سائیڈ میں لگے ہوئے دو بٹنوں کو دبا دیا۔ ان بٹنوں کے دبتے ہی باکس میں سے سرسر کی آوازیں نکلنے لگیں اور پھر دروازے کا وہ حصہ جس کے ساتھ پتری چمٹی ہوئی تھی پتری کے چاروں طرف دو میٹر کے دائرے میں یوں پگھلتا چلا گیا جیسے اسے زبردست آگ میں ڈال دیا گیا ہو۔

دوسرے لمحے پتری چٹ کی آواز کے ساتھ دروازے کے درمیانی حصے سے اکھڑ گئی۔ اور سپرنگ نما تار کی وجہ سے واپس باکس میں پہنچ گئی۔ اور پتری والا حصہ بھی اس کے ساتھ ہی پگھل گیا۔ اب فولادی دروازے میں دو میٹر کا دائرہ نما خلا بن گیا۔ جس کے سرے سرخ تھے لیکن وہ تیزی سے مدھم ہوتے جا رہے تھے۔ جب وہ سیاہی میں بدل گئے تو رچرڈ باکس کو دوبارہ بغل سے لگاتے اس خلا سے دوسری طرف کود گیا اور پھر اس کی پیروی میں باقی افراد بھی اندر پہنچ گئے۔ البتہ ایک آدمی وہیں دروازے کے باہر ہی رہ گیا۔

اندر پہنچنے والے تیزی سے راہداری کی بائیں سائیڈ والے خلا کی طرف بڑھ گئے۔ یہ ایک ڈبہ نما جگہ تھی۔ رچرڈ اور اس کے ساتھی اس ڈبے والی جگہ میں فرش پر لیٹ گئے اور ان سب نے اپنے اپنے باکسوں

میں سے تاریں نکال کر فرش اور دیواروں کو جگہ جگہ سے چیک کرنا شروع کر دیا۔

چند لمحوں بعد وہ سب دائیں طرف والی دیوار کے کونے میں جمع ہو گئے اور رچرڈ نے جیب میں سے ایک چپٹا سا باکس نکالا اور اسے دیوار کے ساتھ چپکا کر اس نے بڑے باکس سے نکلنے والی تار کو اس باکس کے ایک سوراخ میں ڈال دیا اور پھر باکس کے مختلف بٹن دبانے شروع کر دیئے۔ کھٹک کی آواز سنائی دی اور دیوار کا ایک حصہ ریلنگ کے سے انداز میں ایک طرف ہٹتا چلا گیا۔ اب وہاں ایک بڑا سا سوئچ بورڈ نظر آنے لگ گیا جس پر سرخ رنگ کے بڑے بڑے ہینڈل اور بند باکسز نصب تھے۔

رچرڈ نے دیوار کے ساتھ چمٹے ہوئے باکس کو چھڑا کر واپس جیب میں ڈالا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر درمیان میں موجود سرخ رنگ کے ہینڈل کو نیچے کی طرف دبا دیا۔ اس ہینڈل کے نیچے دبتے ہی دروازے کی طرف سے ایک دیوار زمین سے نکل کر تیزی سے چھت کے ساتھ مل گئی۔ اب وہ سب ایک بند کمرے میں مقید ہو گئے۔ لیکن دوسرے لمحے کمرے کا فرش کسی لفٹ کی طرح نیچے اترنے لگا۔ سکرین پر منظر بدلتا جا رہا تھا۔ جب فرش کی حرکت رکی تو وہ ایک اور فولادی دروازے کے سامنے موجود تھے۔ یہ فولادی دروازہ پوری دیوار کی چوڑائی میں بنا ہوا تھا۔ رچرڈ باکس اٹھائے تیزی سے اس دروازے کی طرف بڑھا اور اس نے اس کے قریب پہنچ کر باکس میں سے چیکنگ تار نکال کر اس کا سرا اس دروازے سے لگانا چاہا ہی تھا کہ اچانک دروازے پر ایک

سرخ رنگ کا بلب جل اٹھا اور اس بلب کے جلتے ہی پوری عمارت میں جیسے تیز سائرنوں کا بھونچال سا آگیا۔ اور سائرن بجتے ہی خاردار تاروں کے چاروں کونوں پر بنی ہوئی چیک پوسٹوں پر سے سرچ لائٹیں روشن ہوگئیں اور اس کے ساتھ ہی ان چیک پوسٹوں کے نیچے بنے ہوئے بند کمروں نے جیسے مسلح سپاہی اگلنے شروع کر دیئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں اور وہ تیزی سے عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ سائرنوں کے بجتے ہی اس فولادی دروازے کے آگے ایک ٹھوس دیوار پھیلتی چلی گئی۔

"اوہ! ۔۔ فائر کھول دو ۔۔۔ بے شمار سپاہی تمہاری طرف بڑھ رہے ہیں ۔۔۔ ایکشن تیز ایکشن" ۔۔۔۔ اس نے ایک بٹن دبا کر چیختے ہوئے کہا۔ اور رچرڈ کے ساتھ ساتھ سب لوگوں نے اپنے اپنے باکس کو تیزی سے کھولا اور اس میں سے ایریل نما تاریں کھینچ کر اوپر کیں اور پھر ان سب ایریلز کا رخ انہوں نے فولادی دروازے کے سامنے آنے والی دیوار کی طرف کر کے باکسز کے کونے میں لگے ہوئے بٹن دبا دیئے۔ ان ایریل نما تاروں کے سروں پر تیز روشنیاں پیدا ہوئیں اور دوسرے لمحے خوفناک دھماکوں کا ایک سلسلہ سا شروع ہوا۔ اور دیوار اور اس کے پیچھے موجود فولادی دروازے کے پرخچے اڑتے چلے گئے اب اندر طویل اور وسیع راہداری نظر آرہی تھی۔ جس کی سائیڈوں میں بڑے بڑے فولادی دروازے موجود تھے۔ وہ سب دوڑتے ہوئے اس راہداری میں گھسے اور پھر انہوں نے اپنے باکس ایک ایک دروازے کے سامنے رکھ دیئے اور پھر دوبارہ باہر کی طرف دوڑتے چلے گئے۔

ادھر پہلے فولادی دروازے کے باہر موجود آدمی نے سائرن بجتے اور سپاہیوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر تیزی سے ایک ستون کی آڑ لی۔ اور پھر باکس میں سے ایریل نما تار کھینچ کر اس نے اس کا رخ ان سپاہیوں کی طرف کر کے بٹن دبا دیا۔ ایریل میں سے روشنیوں کے جھماکے ہوتے اور اس کے ساتھ ہی عمارت کا بیرونی حصہ خوفناک دھماکوں سے گونج اٹھا۔ ان دھماکوں کے ساتھ بے شمار چیخیں بھی ابھریں اور ہر طرف گہرے رنگ کا دھواں سا پھیلتا چلا گیا۔ جس میں جگہ جگہ روشنیاں چمک رہی تھیں اور مسلسل دھماکے اور چیخیں اُبھر رہی تھیں۔ قیامت کا سا سماں تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سامنے کا پورا علاقہ جہنم بن گیا ہو۔ اور چوکیوں سے نکل کر آگے آنے والے سپاہی مچھروں کی طرح مرنے لگے۔

اسی لمحے اس آدمی کو پشت پر آہٹ سی محسوس ہوئی اور وہ باکس لئے تیزی سے مڑا۔ لیکن اسی کی پشت پر دھماکہ سا ہوا اور وہ ایک جھٹکا کھا کر نیچے گرا اور باکس اس کے جسم کے نیچے دب گیا جیسے ہی اس کا جسم باکس کے اوپر گرا ایک خوفناک اور کان پھاڑ دینے والا دھماکہ ہوا اور عمارت کا وہ حصہ پرزے پرزے ہو کر فضا میں اچھلا اور پھر اس جگہ جہاں چند لمحے پہلے باکس موجود تھا خوفناک آگ کا ایک فوارہ سا نکلا اور پوری تیزی سے اوپر اٹھتا چلا گیا جیسے آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑا ہو۔ اور یہ فوارہ اوپر اٹھ کر چھتری کی طرح پھیلتا چلا گیا اور پھر یہ آگ عمارت کی کھڑکیوں اور اندرونی حصوں میں پھیلتی چلی گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے پوری عمارت پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی گئی ہو۔

باس دانت بھینچے بیٹھا سکرین کو دیکھ رہا تھا۔ سامنے پوری عمارت

دھڑا دھڑ جل رہی تھی۔

رچرڈ اور اس کے ساتھی باکسز اندر پھینک کر واپس اس ڈبے کرے میں پہنچے تو اسی لمحے وہ خوفناک دھماکہ ہوا تھا اور اس خوفناک دھماکے کے ساتھ ہی ڈبے نما کمرے کی چھت اور دیواریں فضا میں اُڑتی چلی گئیں ڈبے کے اندر موجود سائے دیواروں کے اڑتے ہی بجلی کی سی تیزی آگ کے پھیلے ہوئے سمندر میں کود گئے۔ اب سکرین پر ہر طرف آگ ہی نظر آرہی تھی۔ باس دانت بھینچے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں اس کے الاؤ پر جمی ہوئی تھیں جو زمین سے لیکر آسمان تک پھیلی ہوئی ہوئی تھی۔ اور عمارت کے تباہ شدہ حصے اس آگ میں یوں گر رہے جیسے بڑے بڑے پتھروں کی آسمان سے بارش ہو رہی ہو۔

چند لمحوں بعد خارداروں کے قریب چار آگ کے گولے ہوتے اور باہر آتے ہی وہ تیزی سے نیچے گرے اور پھر لوٹ تاروں کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ان کے اس طرح زمین پر لوٹنے ان کے لباسوں پر موجود سرخی تیزی سے ختم ہو گئی۔ اور چند لمحوں بعد تاروں کے اسی خلا سے ہوتے ہوتے ویگن کی طرف بڑھتے چلے باس کی نظریں ان سایوں پر جمی ہوئی تھیں۔

چند لمحوں بعد ویگن کا دروازہ کھلا اور وہ چاروں اچھل کر ویگن اندر داخل ہو گئے۔

"نکل چلو باس! ـــــ دور سے سائرنوں کی آوازیں آرہی ہیں" رچرڈ کی تیز آواز سنائی دی اور باس نے جو اس دوران ڈرائیونگ پر منتقل ہو چکا تھا ایک جھٹکے سے انجن سٹارٹ کیا اور ویگن لٹو کی طرح

گھومی اور پھر سڑک پر واپس دوڑتی چلی گئی۔

"باقی ساتھی کیسے آئیں گے" ـــــ؟ باس نے ویگن کو دوڑاتے ہوئے پوچھا۔

"وہ سب ختم ہو گئے ہیں باس! ـــ عمارت کے پتھروں نے ان کا خاتمہ کر دیا ہے" ـــــ رچرڈ نے سر پر سے ہیلمٹ اتارتے ہوئے جواب دیا۔

اور باس نے دیکھا کہ رچرڈ کے ساتھ مائیکل کا ساتھی فرینک ـــ نوبل کا ساتھی براؤن ـــ اور باس کا ساتھی ٹیری موجود تھے۔ نوبل اور باقی چھ افراد ختم ہو گئے تھے۔ نوبل تو باکس لئے باہر رک گیا تھا۔ اور اس کے ان باکس پر اچانک گرنے سے یہ سب تباہی مچی تھی۔ ان چاروں کے چہرے بھی معمولی سے جھلسے ہوئے تھے اور لباس باوجود فائر پروف ہونے کے کافی حد تک جل گئے تھے۔ اور اب وہ سب تیزی سے اپنے لباس اتارنے میں مصروف تھے۔

باس سڑک پر ویگن بھگاتا چلا گیا۔ سکرین پر ابھی تک آگ کا منظر پھیلا ہوا تھا۔ اب پوری عمارت آگ کا ایک بڑا گولہ سا دکھائی دے رہی تھی۔

اور پھر اچانک باس کو دور سڑک پر روشنیاں نظر آئیں تو اس نے تیزی سے ویگن کو ایک کچی سی پگڈنڈی پر موڑ دیا۔ اور ویگن ہچکولے کھاتی ہوئی اس پگڈنڈی پر دوڑتی چلی گئی۔ کافی فاصلے پر درختوں کا ایک بڑا سا جھنڈ موجود تھا۔ باس نے ویگن اس جھنڈ کے اندر جا کر روک دی۔ اسی لمحے سڑک پر کاروں۔ بڑے بڑے فائر انجنوں کے

دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں۔ ان سب کا رُخ اس عمارت کی طرف تھا۔

"باس! ___ باکسز اُڑا دو ___ ابھی یہ پورا علاقہ فوج کی تحویل میں آجائے گا" ___ رچرڈ نے تیز لہجے میں کہا اور باس نے سر ہلاتے ہوئے ڈلیش بورڈ کے نیچے موجود ایک چھوٹے سے ہینڈل کو باہر کی طرف کھینچا تو خانہ ڈھکن کی طرح کھلتا چلا گیا۔ اب اس کے اندر گیارہ سفید رنگ کے بٹنوں کی قطار سی موجود تھی۔ باس نے پھرتی سے ان بٹنوں کو باری باری پُش کرنا شروع کر دیا۔ اور اس کے بعد اس نے خانہ بند کیا اور سکرین کے ساتھ لگے ہوئے ایک ناب نما بٹن کو آہستہ سے گھمایا تو سکرین پر ایک گھڑی کا ڈائل ابھر آیا جس پر سرخ رنگ کی بڑی سی سوئی چھ کے ہندسے پر موجود تھی۔ باس نے اس کے ساتھ موجود بٹن کو پُش کیا تو گھڑی کی سوئی آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔

"چلو جلدی نیچے اترو" ___ باس نے ویگن کا دروازہ کھول کر چھلانگ لگاتے ہوئے کہا اور رچرڈ اور اس کے ساتھی بھی پچھلے دروازے سے نیچے کود گئے۔ اور پھر وہ سب بے تحاشا بائیں سمت میں دوڑتے چلے گئے۔ فائر پروف لباس کے اندر بھی انہوں نے سیاہ رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس لئے وہ سب اندھیرے کا ایک حصہ بن چکے تھے۔ وہ انتہائی تیز رفتاری سے بھاگتے ہوئے کھیتوں کے اندر بڑھتے چلے جا رہے تھے کہ اچانک انہوں نے اپنے پیچھے درختوں کے جھنڈ میں ایک شعلہ سا اُبھرتے دیکھا۔ دوسرے لمحے وہ بھاگتے ہوئے زمین پر گرے اور زمین کے ساتھ چپکتے چلے گئے۔ جلتی ہوئی عمارت انہیں دور سے صاف نظر آ رہی تھی اور پھر خوفناک گڑگڑاہٹ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس کے

بعد اسقدر خوفناک دھماکوں کا ایک ایسا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا کہ عمارت سے کافی فاصلے پر پڑے ہوئے باس اور اس کے ساتھیوں کے جسم بُری طرح لرزنے لگ گئے۔ وہ سب کانوں میں انگلیاں دیئے زمین سے چپکے پڑے ہوئے تھے۔ لیکن انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ زمین کی بجائے کسی تیز رفتار جھولے پر لیٹے ہوئے ہوں۔

گڑگڑاہٹ اور دھماکے مسلسل ہوتے چلے جا رہے تھے اور اب عمارت اور اس کے ارد گرد کا علاقہ آگ کا سمندر بنا ہوا تھا جس میں سے شعلے نکل کر آسمان کی طرف اُڑتے اور پھر نجانے کہاں آسمان پر جا کر غائب ہو جاتے۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد گڑگڑاہٹ اور دھماکوں کی آوازوں کی شدت میں آہستہ آہستہ کمی آتی چلی گئی۔ اب زمین کی لرزش بھی تقریباً ختم ہو چکی تھی اور وہ سب لرزش کے ختم ہوتے ہی اُٹھے اور پھر تیزی سے کھیتوں کے اندر بھاگتے چلے گئے ان کا رُخ عمارت کی مخالف سمت میں تھا اور جلد ہی وہ گہری تاریکی میں مدغم ہو گئے۔

پریذیڈنٹ ہاؤس کے مخصوص میٹنگ ہال میں اس وقت دس کے قریب افراد کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سب کے چہرے اترے ہوئے اور زرد پڑے ہوئے تھے۔ ایک طرف اونچی نشست پر عمران بطور ایکسٹو نقاب پہنے بیٹھا ہوا تھا۔

صدر مملکت کی اونچی نشست والی کرسی خالی پڑی ہوئی تھی۔ ہال کے دروازے بند تھے اور ہر دروازے کے اوپر سُرخ رنگ کے بلب جل رہے تھے۔ جس کا مطلب تھا کہ اس ہال میں ہونے والی گفتگو کو نہ ہی کسی بھی طریقے سے باہر سے سُنا جا سکتا ہے اور نہ ہی اُسے ٹیپ کیا جا سکتا ہے۔

وہ سب خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور صدر مملکت کا انتظار کر رہے تھے۔ چند لمحوں بعد کونے میں موجود چھوٹے دروازے کا سُرخ بلب بند ہوا اور اس کے ساتھ ہی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے سب افراد چوکنا ہو گئے

دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور صدر مملکت ڈھیلے ڈھیلے قدم اٹھاتے اندر داخل ہوئے۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی کرسیوں پر موجود سب افراد ان کے استقبال کے لئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ صرف عمران اپنی کرسی پر بیٹھا رہا۔ کیونکہ بطور ایکسٹو اس پر صدر مملکت کے استقبال کے لئے اٹھنا قانوناً لازمی نہ تھا۔ جب کہ صدر مملکت کے لئے یہ لازمی تھا کہ وہ اگر کسی محفل میں پہلے سے موجود ہوں اور ایکسٹو بعد میں اس محفل میں پہنچے تو وہ اٹھ کر مسٹر ایکسٹو کا استقبال کریں۔

صدر مملکت نے ہاتھ کے اشارے سے استقبال کے لئے کھڑے ہوئے افراد کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود انہوں نے کرسی سنبھال لی۔ جو افراد کرسیوں پر موجود تھے ان میں ملٹری سیکرٹ سروس کا چیف —— سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر رحمان —— سیکرٹری وزارتِ داخلہ سر سلطان —— چیف پولیس کمشنر شامل تھے۔

عمران اپنا مخصوص سیاہ رنگ کا لباس اور نقاب پہنے بطور ایکسٹو بیٹھا ہوا تھا۔

صدر مملکت نے کرسی پر بیٹھتے ہی سر سلطان کو اشارہ کیا اور وہ اپنی کرسی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"جناب! —— صدر مملکت نے یہ ہنگامی میٹنگ اس لئے کال کی ہے تاکہ ملک میں پیدا ہونے والی موجودہ صورت حال کا تجزیہ کر کے اس کو سنبھالنے کے لئے مؤثر اقدامات کئے جائیں —— آج سے چند روز قبل ہمارے دارالحکومت میں یکلخت دہشت پسندانہ گوریلا کاروائیاں شروع ہو گئیں —— دارالحکومت سے ملحقہ ڈیم کے بڑے گیٹ کو

اڑا دیا گیا ۔۔۔۔ اور اس طرح ڈیم کے تباہ ہونے سے وہاں پر موجود بجلی گھر کو شدید ترین نقصان پہنچا ۔۔۔۔ ڈیم اور جھیل کے بے پناہ پانی نے پورے دارالحکومت کے مضافات میں موجود وسیع رقبے کو تباہ و برباد کر دیا ۔۔۔۔ اس ڈیم کے ٹوٹنے سے ہونے والے نقصان کا اندازہ سرسری طور پر کروڑوں ڈالر بنتا ہے اور بے پناہ جانی نقصان اس کے علاوہ ہے ۔۔۔۔ اس کے ساتھ ہی یو۔کے اینڈ ٹ بجلی گھر کو اڑا دیا گیا ۔۔۔۔ پھر ایک بڑا پل اڑا دیا گیا جس سے رسد و رسائل کو شدید ترین نقصان پہنچا اور ملکی معیشت کو زبردست نقصان پہنچا ۔۔۔۔ پھر ہمارے وزیر داخلہ کو بڑی دیدہ دلیری سے ان کے دفتر ہی میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ۔۔۔۔ اور اس قدر بڑی تباہی اور دہشت ناک کارروائیوں کے باوجود مجرموں کا سراغ نہ لگایا جا سکا ۔۔۔۔ صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ اس کارروائی کے پیچھے کوئی غیر ملکی تنظیم کام کر رہی ہے لیکن یہ غیر ملکی تنظیم کون ہے ۔۔۔۔؟ کس ملک سے تعلق رکھتی ہے۔ کوئی مجرم تنظیم ہے یا کسی ملک سے اس کا تعلق ہے ۔۔۔۔؟ ان کارروائیوں کا مقصد کیا ہے ۔۔۔۔؟ ان سب سوالوں کا جواب حاصل کرنے کے لئے کیس کو باقاعدہ طور پر سنٹرل انٹیلی جنس سے ٹرانسفر کر کے سیکرٹ سروس کے حوالے کر دیا گیا اور محترم ایکسٹو سے درخواست کی گئی کہ وہ جلد از جلد ان مجرموں کا سراغ لگا کر ملک کو تباہی سے بچائیں ۔۔۔۔ لیکن رات کو جو واقعہ ہوا ہے اس نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا ہے ۔۔۔۔ دارالحکومت سے بیس میل دور آرڈر سپلائی ڈپو میں موجود جدید ترین اسلحے کو مجرموں نے گوریلا کارروائی کے ذریعے

تباہ کر دیا ۔۔۔۔ یہ تباہی اس قدر وسیع اور لرزہ خیز ہے کہ اس سے ہونے والے جانی و مالی نقصان کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ حالانکہ اس ڈپو کو بچانے کے لئے انتہائی جدید ترین حفاظتی نظام قائم کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود مجرموں نے اس پوری عمارت کو تہہ خانوں سمیت پھونک ڈالا۔ یہ تباہی اس قدر ہولناک تھی کہ دس کلومیٹر کے اندر موجود ہر عمارت تباہ ہو گئی ۔۔۔۔ اور پورے دارالحکومت میں کھڑکیوں اور دروازوں کے شیشے ٹوٹ گئے ۔۔۔۔ کئی کمزور عمارتوں میں دراڑیں پڑ گئیں ۔۔۔۔ ڈپو پر موجود پچاس مسلح سپاہیوں میں سے ایک کی لاش بھی نہیں مل سکی۔ اور مجرموں نے انتہائی دیدہ دلیری سے کام لیتے ہوئے پاکیشیا کو اس قدر نقصان پہنچایا ہے کہ پاکیشیا کو اس صدمے سے سنبھلنے کے لئے کئی سال لگ جائیں گے ۔۔۔۔ ملٹری سیکرٹ سروس نے جو تحقیقات کی ہے اس کے مطابق ڈپو سے شمال کی طرف دو کلومیٹر کے فاصلے پر درختوں کے ایک جھنڈ میں ایک ویگن کا سراغ ملا ہے لیکن ویگن اس طرح جل کر تباہ ہو گئی ہے کہ اس کے اندر کوئی چیز بھی صحیح نظر نہیں آتی صرف اس کا مڑا تڑا ڈھانچہ ہی وہاں سے ملا ہے ۔۔۔۔ یوں لگتا ہے کہ اس ویگن پر طاقتور بم مارا گیا ہو ۔۔۔۔ اس کے علاوہ اور کوئی سراغ نہیں مل سکا" ۔۔۔۔ سر سلطان نے دھیمے اور افسردہ لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور پھر کرسی پر بیٹھ گئے۔

"سر! ۔۔۔۔ میرے محکمہ نے جو تحقیقات کی ہے اس سے پتہ چلا ہے کہ ڈپو کے اندر انتہائی جدید ترین اور خوفناک بم رکھے گئے تھے جو تعداد میں کئی تھے ۔۔۔۔ کیونکہ ڈپو کے ہر سیکشن کو علیحدہ علیحدہ اس

طرح بنایا گیا تھا کہ ایک سیکشن کی تباہی کا دوسرے سیکشن پر اثر نہ ہو لیکن یہاں ہر سیکشن ایک ہی وقت میں تباہ ہو گیا ہے ___ اور لیبارٹری ریسرچ سے پتہ چلا ہے کہ اٹیمک ٹائپ کے بم استعمال کئے گئے ہیں اور ایک سپاہی جو عمارت سے باہر پہرہ دے رہا تھا۔ شدید زخمی حالت میں ملا تھا۔ وہ بجائے اندر جانے کے باہر کو بھاگ نکلا تھا۔ اس لئے وہ چند گھنٹوں کے لئے بچ گیا ___ اس نے عالم نزع میں جو بیان دیا ہے اس کے مطابق ہر چیز درست تھی کہ اچانک ڈپو کے تہہ خانوں کے مرکزی گیٹ کو کراس کیا گیا تو سائرن بج اٹھے اور وہاں موجود سپاہی مجرموں کو پکڑنے کے لئے لپکے ہی تھے کہ عمارت کے باہر کمپاؤنڈ آگ کے سمندر میں تبدیل ہو گیا ___ اور تمام سپاہی ایک لمحے میں جل کر ہلاک ہو گئے ___ اس کے بعد ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور عمارت کا بیرونی داخلے کا حصہ بھک سے اڑ گیا اور پھر پوری عمارت دھڑا دھڑ جلنے لگی ___ اس کے بعد آگ تیزی سے پھیلتی چلی گئی لیکن دھماکے نہ ہوئے۔ سپاہی زخمی ہو کر جان بچانے کے لئے بھاگا۔ لیکن پھر اندر اسلحہ تباہ ہو گیا اور پھر تو قیامت برپا ہو گئی ___ اس سپاہی نے بتایا ہے کہ قیامت برپا ہونے سے پہلے اس نے دور درختوں کے جھنڈ میں ایک بڑا سا شعلہ چمکتے ہوئے دیکھا تھا ___ اس سپاہی کے بیان سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مجرموں نے عمارت کے اندر حملہ کیا۔ جدید ترین وائرلیس بم رکھے اور پھر ویگن سے ان خوفناک بموں کو اڑا دیا گیا اور ہر قسم کا نشان مٹانے کے لئے وہ ویگن بھی تباہ کر ڈالی" ___ ملٹری سیکرٹ سروس کے چیف نے سر سلطان کے بعد اپنی رپورٹ پیش کرتے

ہوئے کہا۔

"مسٹر ایکسٹو! ___ اب آپ بتائیے کہ آپ کی تحقیقات کس نتیجے پر پہنچی ہے" ___؟ صدر مملکت نے خاموش بیٹھے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ابھی تحقیقات ہو رہی ہے جناب صدر! ___ جب مجرم گرفتار ہو جائیں گے تو رپورٹ سرکاری طور پر ارسال کر دی جائے گی" ___ عمران نے بڑے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن مسٹر ایکسٹو! ___ موجودہ حالات انتہائی بھیانک ہیں ___ آپ ہمیں رپورٹ دیں کہ اب تک آپ نے کیا تحقیقات کی ہے تاکہ حکومت کو معلوم ہو سکے کہ ملک کے تحفظ کے لئے کیا کیا جا رہا ہے" ___ صدر مملکت نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سوری جناب صدر! ___ میں تحقیقات مکمل ہونے سے قبل رپورٹ نہیں دے سکتا ___ یہ میرے اصول کے خلاف ہے ___ بہرحال آپ کے اطمینان کے لئے اتنا بتایا جا سکتا ہے کہ وزیر داخلہ کے قتل کرنے والے مجرم کو ٹریس کر لیا گیا ___ لیکن اسے قتل کر دیا گیا ہے ___ باقی مجرموں کی تلاش جاری ہے" ___ عمران نے پُروقار لہجے میں جواب دیا۔

"مسٹر ایکسٹو! ___ ملک تباہ ہو رہا ہے ___ پورے ملک میں شدید خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے ___ حکومت بھونچال کی زد میں ہے۔ جدید ترین اسلحہ ڈپو تباہ کر دیا گیا ہے ___ ڈیم اڑائے جا رہے ہیں ___ بجلی گھر تباہ ہو رہے ہیں ___ پل توڑے جا رہے ہیں ___ اہم ترین

شخصیت کو قتل کر دیا گیا ہے ـــــ اور آپ کہہ رہے ہیں کہ تحقیقات ہو رہی ہے ـــــ کیا آپ کی تحقیقات اس وقت مکمل ہو گی جب پورا ملک تباہ ہو جائے گا ـــــ؟ جب تمام اہم شخصیتیں موت کے گھاٹ اتر جائیں گی ـــــ؟ جب لاکھوں بے گناہ شہری قتل ہو چکے ہوں گے ـــــ؟ جب اربوں کھربوں روپے کا نقصان ہو چکا ہو گا ـــــ؟ اس وقت میں تحقیقاتی رپورٹ کو چاٹوں گا ـــــ؟ اس وقت اگر مجرموں کی لاشیں اٹھا کر لے آئے تو کیا میں صرف انہیں دفناتا رہ جاؤں گا ـــــ؟ مجھے ابھی رپورٹ چاہئے ـــــ مجھے ابھی بتایئے کہ یہ کون لوگ ہیں ـــــ؟ ان کے مقاصد کیا ہیں ـــــ؟ آپ انہیں روکنے کے لئے کیا کر رہے ہیں ـــــ؟ ابھی اور اسی وقت رپورٹ دیجئے" ـــــ صدر مملکت نے غصے کی شدت سے بار بار سامنے رکھی ہوئی میز پر مکے مارتے ہوئے کہا۔ ان کا چہرہ غصے کی شدت سے بگڑ گیا تھا اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

"ویری سوری جناب صدر! ـــــ میں رپورٹ دینے کا پابند نہیں ہوں ـــــ اور آپ اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھیں ـــــ ایک ملک کے صدر کو اس حد تک جذباتی نہیں ہونا چاہئے" ـــــ عمران کا لہجہ اور زیادہ سرد ہو گیا۔

عمران کے اس جواب نے میٹنگ میں موجود ہر فرد کو جیسے حیرت سے بُت بنا دیا۔ سوائے سر سلطان کے ہر شخص کو شاید خواب میں بھی یہ توقع نہ تھی کہ کوئی اس طرح صدر مملکت کو بھی جواب دے سکتا ہے۔

صدر مملکت بھی حیرت سے بُت بنے ایکسٹو کو دیکھتے رہ گئے۔ ان کا

پورا جسم اس طرح سُن ہو گیا جیسے وہ مجسمے میں تبدیل ہو گئے ہوں۔ شاید ان کو بھی یہ توقع نہ تھی کہ انہیں اس طرح سرد جواب بھی مل سکتا ہے اور نہ صرف جواب بلکہ توہین آمیز جواب ـــــ وہ سکتے کے عالم میں ایکسٹو کو دیکھتے رہ گئے۔

"جناب صدر! ـــــ میں مؤدبانہ گذارش کروں گا کہ مسٹر ایکسٹو پر اعتماد کیجئے ـــــ انہوں نے آج تک بڑے بڑے بحرانوں سے ملک کو بچایا ہے۔ اس بار بھی یقیناً وہ مجرموں کو فوری طور پر گرفتار کر کے اس تباہی کو روک لیں گے" ـــــ سر سلطان نے کھڑے ہو کر ہال پر چھائے ہوئے سکوت کو توڑتے ہوئے کہا۔

"آپ خاموش رہیں سر سلطان! ـــــ مسٹر ایکسٹو نے میرے عہدے کی توہین کی ہے ـــــ انہیں اس کی سزا بھگتنی ہو گی" ـــــ صدر مملکت نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ ان کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بڑی مشکل سے اپنے آپ کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ ورنہ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ایکسٹو کو اپنے ہاتھ سے گولی مار دیں۔

"جناب صدر! ـــــ میرا ایک بار پھر آپ کو یہی مشورہ ہے کہ آپ جذبات کو کنٹرول میں رکھیں ـــــ آپ نے ایکسٹو سے اس انداز میں رپورٹ مانگ کر اس کی توہین کی ہے ـــــ ایکسٹو آپ کے سامنے جوابدہ نہیں ہے اور نہ ہی آپ کے یہ اختیار میں ہے کہ آپ ایکسٹو کو کوئی سزا دے سکیں ـــــ جہاں تک مجرموں کی گرفتاری کا تعلق ہے تو ایکسٹو کو آپ سے بھی زیادہ پاکیشیا سے محبت ہے اور اس کی ایک اینٹ کی تباہی بھی ایکسٹو کے دل پر گراں گزرتی ہے ـــــ لیکن موجودہ حالات

کو جذبات کے ذریعے کنٹرول نہیں کیا جاسکتا ـــــ اور نہ ہی ایکسٹو کوئی نجومی ہے کہ زائچہ بنا کر آپ کے سامنے مجرموں کے نام دیتے اور ان کے مقاصد رکھ دے گا ـــــ میرا سیکشن مسلسل کام کر رہا ہے اور ہم نے دن رات ایک کر رکھا ہے ـــــ مجھے یقین ہے کہ جلد ہی مجرم ہماری گرفت میں ہوں گے ـــــ بس اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں کہنا" ـــــ عمران کی سرد مگر پُر وقار آواز ہال میں گونج اٹھی۔

"لیکن آپ کو یہ جاننا چاہیئے کہ میں اس ملک کا صدر ہوں" ـــــ صدر مملکت نے اس بار قدرے نرم اور مصلحت آمیز لہجے میں کہا۔ انہیں شاید خیال آگیا تھا کہ واقعی آئین کے مطابق وہ ایکسٹو کو نہ ہی کوئی سزا دے سکتے ہیں اور نہ اُسے رپورٹ دینے پر مجبور کر سکتے ہیں ـــــ اور اگر انہوں نے مزید جذبات سے کام لیا تو پھر انہی کی بے عزتی ہو گی۔

"میں آپ کا دل سے احترام کرتا ہوں جناب صدر! ـــــ لیکن ایکسٹو سے بات کرتے وقت آپ کو بھی یہ جان لینا چاہیئے کہ آپ اپنے ماتحت سے بات نہیں کر رہے" ـــــ عمران نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جناب صدر! ـــــ میں ایک بار پھر گذارش کروں گا کہ یہ موقع ہمارا آپس میں الجھنے کا نہیں ـــــ میں مسٹر ایکسٹو سے بھی گذارش کروں گا کہ وہ ہم سب کے ذہنی اطمینان کے لئے اتنا ضرور بتا دیں کہ حالات کس نہج پر جا رہے ہیں" ـــــ سر سلطان نے بڑے مدبرانہ انداز میں بیچ بچاؤ کرتے ہوئے کہا۔

"سوری مسٹر ایکسٹو! ـــــ میں واقعی جذباتی ہو گیا تھا ـــــ دراصل اس طرح کے پے در پے اور اچانک پیدا ہونے والے حالات نے مجھے پریشان کر دیا تھا" ـــــ صدر مملکت نے اس بار معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ اب وہ پوری طرح اپنے آپ کو کنٹرول کر لینے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

"میں بھی معذرت خواہ ہوں جناب صدر! ـــــ میرا مقصد آپ کی یا آپ کے عہدے کی توہین کرنا ہرگز نہ تھا ـــــ اگر میرے الفاظ کو آپ نے محسوس کیا ہو تو میں معذرت چاہتا ہوں" ـــــ عمران نے دوسرے افراد کے سامنے صدر مملکت کی عزت بڑھانے کے لئے کہہ دیا۔ اور صدر مملکت کا چہرہ ایکسٹو کے الفاظ سن کر کھل اٹھا۔

سر سلطان بھی مطمئن ہو گئے۔ ورنہ انہیں معلوم تھا کہ عمران اگر اکھڑ گیا تو پھر اُسے سنبھالنا ناممکن ہو جائے گا۔

"شکریہ مسٹر ایکسٹو! ـــــ تو کیا ہم یہ میٹنگ برخواست کر دیں"؟ صدر مملکت نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

"جناب صدر! ـــــ میٹنگوں سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا کرتا ـــــ آپ نے کیس میرے محکمے کو ٹرانسفر کیا ہے ـــــ اور اگر نہ بھی کیا ہوتا تب بھی ایکسٹو کا یہ فرض ہے کہ ملک کی سلامتی اور تحفظ کے لئے خون کا آخری قطرہ تک نچھاور کر دے ـــــ بہر حال آپ کے ذہنی اطمینان کے لئے اتنا بتا دیتا ہوں کہ میری تحقیقات کے مطابق کسی بڑے مقصد کو چھپانے کے لئے یہ دہشت پسندانہ کارروائیاں کی جا رہی ہیں ـــــ مجرموں کا ٹارگٹ کچھ اور ہے۔ اور وہ اس ٹارگٹ سے توجہ ہٹانے کے لئے ایسی کارروائیوں میں مصروف ہیں ـــــ ہم مجرموں کے گرد دائرہ تنگ

کر رہے ہیں ۔۔۔ اور مجھے یقین ہے کہ ہم بہت ہی جلد مجرموں کو گرفتار کر لیں گے ۔۔۔ لیکن چونکہ مجرم اندھا دھند گوریلا کارروائیوں میں مصروف ہیں اور ان کی اس سلسلے میں کوئی لائن آف ایکشن نہیں ہے۔ اس لئے اہم مراکز کے تحفظ کے لئے یہ بہتر رہے گا کہ انہیں فوج کی تحویل میں دے دیا جائے ۔۔۔ جب تک مجرم گرفتار نہیں ہو جاتے اس وقت تک اہم مراکز فوج کی تحویل میں رہیں ۔۔۔ کیونکہ سیکرٹ سروس ہر اہم جگہ کی نگرانی نہیں کر سکتی ۔۔۔ اور اگر ہم اس کام میں مصروف ہو جائیں تو پھر ہم مجرموں کے پیچھے دوڑ نہیں سکتے" ۔۔۔ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"ویری گڈ! ۔۔۔ جناب ایکسٹو کی تجویز بے حد مناسب ہے" ۔۔۔ سیکرٹری وزارتِ داخلہ سر ارشد حسین نے پہلی بار بولتے ہوئے کہا۔ اور وہاں موجود باقی افراد نے بھی تائید میں سر ہلا دیئے۔

"لیکن سیاسی طور پر ہم وسیع پیمانے پر یہ کارروائی نہیں کر سکتے۔ البتہ محدود پیمانے پر ایسی کارروائی کی جا سکتی ہے" ۔۔۔ صدر مملکت نے کہا۔

"جناب صدر! ۔۔۔ میرا محکمہ اس کام کے لئے حاضر ہے" ۔۔۔ سر رحمان نے اٹھ کر کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ یہ ٹھیک رہے گا ۔۔۔ چیف پولیس کمشنر اور سر رحمان مل کر کم حیثیت کے مراکز کا تحفظ کریں اور فوج کو انتہائی حساس اور انتہائی اہم مراکز کی نگرانی کا کام سونپا جائے" ۔۔۔ صدر مملکت نے رضامند ہوتے ہوئے کہا اور پھر تھوڑے سے بحث مباحثے کے بعد تجویز متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔ اس کے ساتھ ہی صدر مملکت نے میٹنگ برخواست کی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

صدر مملکت کے اٹھتے ہی سوائے ایکسٹو کے باقی سب افراد بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ عمران اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ صدر مملکت کے جانے کے بعد جب میٹنگ میں شریک تمام افراد ایک ایک کر کے ہال سے رخصت ہو گئے تو عمران اٹھا اور پھر اپنے لئے مخصوص خفیہ راستے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کی چال میں بے پناہ وقار تھا۔

تنویر نے کیفے پائنر سے ذرا ہٹ کر اپنی کار روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے دروازہ لاک کیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا کیفے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اُسے ایکسٹو نے ہدایت کی تھی کہ وہ کیفے پائنر کے فرینکی گروپ کو ٹٹولے اور یہ معلومات حاصل کرے کہ یہ گروپ کس تنظیم کے لئے کام کر رہا ہے کیونکہ فرینکی گروپ کے ایک آدمی جیکب کو مجرموں کیساتھ شامل دیکھا گیا ہے اُسے یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ فرینکی ختم ہو چکا ہے اور اب ظاہر ہے اس گروپ کا انچارج کوئی اور ہو گا۔

اور اب تنویر ایکسٹو کی ہدایت کے مطابق مطلوبہ معلومات حاصل کرنے کے لئے کیفے پائنر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے جسم پر کشمشی رنگ کا سوٹ تھا اور جیب کا اُبھار بتا رہا تھا کہ اس میں ریوالور موجود ہے۔

تنویر نے کیفے میں قدم رکھا اور پھر تیزی سے کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تنویر کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شائد کسی بیرے کو لالچ دے کر یا کسی اور

انداز سے یہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ لیکن تنویر اس قسم کی جاسوسی کا قائل ہی نہ تھا۔ اُسے تو پولیس آفیسروں کی طرح ایک ہی طریقہ آتا تھا کہ شکار کی گردن دباؤ۔ وہ خود ہی معلومات اُگل دے گا یا جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

چنانچہ وہی ہوا۔ تنویر اپنی فطرت کے مطابق سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے انداز میں وقار اور اعتماد تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کاؤنٹر پر کھڑا ہوا نوجوان اُسے دیکھ کر قدرے سہم گیا۔ شائد اس نے یہ سمجھا تھا کہ تنویر کوئی اعلیٰ آفیسر ہے۔ اور کسی پوچھ گچھ کے سلسلے میں آیا ہے۔

"فرینکی کے بعد گروپ کا انچارج کون ہے" ــــــ؟ تنویر نے کاؤنٹر کے قریب پہنچتے ہی بڑے اکھڑے لہجے میں براہ راست سوال داغ دیا۔

"گروپ ـــ سر کیسا گروپ" ــــــ؟ کاؤنٹر مین نے چونکتے ہوئے کہا۔

"تو تمہیں اب گروپ کا مطلب بھی سمجھانا پڑے گا اُلو کے پٹھے" ـــــ تنویر نے غضب ناک لہجے میں کہا۔

"جناب! ـــ پہلے آپ اپنا تعارف کرائیں کہ آپ کون ہیں ـــ؟ اور آپ کو کس نے اختیار دیا ہے کہ آپ یوں مجھے گالی دیں" ـــ کاؤنٹر مین بھی شائد گرم دماغ کا آدمی تھا اس لئے اس کا لہجہ بھی تیز ہو گیا لیکن اس کے باوجود اس نے اپنے آپ کو تہذیب کے دائرے کے اندر ہی رکھا۔

لیکن دوسرے لمحے تنویر کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور تڑاخ کی زوردار آواز اور کاؤنٹر مین کے پیچھے ریک میں رکھی ہوئی

بوتلوں سے ٹکرانے کی آواز سے ہال گونج اٹھا۔

"یہ میرا تعارف ہے ـــــ کافی ہے یا مزید تفصیل سے کراؤں" تنویر نے زہر خند لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا۔

تھپڑ کی اچانک آواز نے پورے ہال پر سکتہ طاری کر دیا۔ ادھر ادھر بکھرے ہوئے غنڈے نما ویٹر تیزی سے کاؤنٹر کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔

کاؤنٹر مین نیچے گرنے کے بعد جب اٹھا تو اس کے منہ کے کونے سے خون کی لکیر باہر کو نکل رہی تھی۔ اور اس کی بائیں گال پر تنویر کی انگلیوں کے نشانات ابھر آئے تھے۔ کاؤنٹر مین بڑی کینہ توز نظروں سے تنویر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ کاؤنٹر نے چھپا رکھے تھے کہ اچانک اس کا ہاتھ حرکت میں آیا اور تنویر تیزی سے جھک گیا اور بھاری بوتل اس کے سر کے اوپر سے ہو کر فرش پر گری اور ایک چھناکے سے ٹوٹتی چلی گئی۔

دوسرے لمحے تنویر کے ریوالور نے شعلہ اگلا اور ایک زور دار دھماکے کے ساتھ ہی کاؤنٹر مین اچھل کر پشت کے بل ایک بار پھر ریک سے ٹکرایا لیکن وہ نیچے نہیں گرا۔ البتہ ریک میں رکھی ہوئی دو بوتلیں ایک دھماکے سے اڑ گئیں۔ کاؤنٹر مین کے دائیں کان کی لو سے خون تیزی سے ٹپکنے لگا۔ تنویر کی گولی نے اس کے کان کی لو اڑا دی تھی۔

"یہ گولی تمہارے سینے میں بھی گھس سکتی ہے الو کے پٹھے ـــــ میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو" ـــــ تنویر نے غصے سے

ہوئے کہا۔

"جناب آپ کیا پوچھ رہے ہیں ـــــ مجھ سے بات کیجئے۔ میں سپروائزر ہوں" ـــــ اچانک ایک صحت مند اور ہٹا کٹا نوجوان اچھل کر تنویر کے سامنے آگیا۔

"زینکی کے بعد گروپ کا انچارج کون ہے" ـــــ؟ تنویر نے بدستور اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیوں! ـــــ تم کیوں پوچھ رہے ہو ـــــ؟ اور تم نے ٹینی پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کیسے کی" ـــــ؟ سپروائزر یکلخت اکھڑ گیا۔ اور اس سے پہلے کہ تنویر اس کا ارادہ بھانپتا، اس نے انتہائی پھرتی سے اچھل کر تنویر کی ناک پر زوردار ٹکر جڑ دی اور تنویر لڑکھڑاتا ہوا دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ سپروائزر نے ایک بار پھر اچھل کر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اب تنویر ہوشیار ہو چکا تھا۔ اس نے تیزی سے جھکائی دی اور دوسرے لمحے وہ سپروائزر چیختا ہوا اس کے سر کے اوپر سے ہوتا ہوا پیچھے فرش پر جا گرا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے ـــــ؟ کیوں ہنگامہ ہے" ـــــ؟ اچانک ایک دھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی اور شاید یہ اس آواز کا اثر تھا کہ تنویر کی طرف بڑھنے والے ویٹر ٹھٹھک کر رک گئے۔ سپروائزر بھی اب فرش سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"باس! ـــــ یہ آپ کے متعلق پوچھ رہا تھا ـــــ اور اس نے جبراً پوچھنے کی کوشش کی ہے" ـــــ کاؤنٹر مین نے اس لحیم شحیم آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔ جو اب کاؤنٹر کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس کا جسم

پہلوانوں جیسا تھا۔ اس نے دھاری دار بنیان اور گہرے رنگ کی پتلون پہن رکھی تھی۔ اس کا ایک کان آدھے سے زیادہ کٹا ہوا تھا۔

"مجھ سے پوچھ رہا ہے ___ کیوں"___؟ اس کان کٹے نے حیرت بھرے انداز میں تنویر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"فرینکی کے بعد گروپ کے انچارج تم ہو"___؟ تنویر نے لہجے میں سوال کیا۔

"ہاں!___ میں انچارج ہوں ___ کیوں کون ہو تم ___؟ اور کیوں پوچھ رہے ہو"___؟ کان کٹے نے غور سے تنویر کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہارا نام کیا ہے"___؟ تنویر نے یوں پوچھا جیسے وہ اخبار کے لئے اس کا انٹرویو لینے آیا ہو۔

"میرا نام بلیکی ہے ___ کنگ بلیکی ___ مگر میں پوچھ رہا ہوں کہ تم کون ہو"___؟ کان کٹے نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں تم سے تمہارے مفاد میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں ___ کیا تمہارا کوئی دفتر ہے جہاں ہم ان لونڈوں کی مداخلت سے ہٹ کر بات کر سکیں"___ تنویر نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

"دفتر تو بعد میں چلیں گے ___ پہلے تم بتاؤ تو سہی کہ تم کون ہو"___؟ بلیکی نے کہا۔

"میرا نام تنویر ہے ___ اور بس تمہارے لئے اتنا جاننا ہی کافی ہے ویسے اگر تم چاہو گے تو تفصیلی تعارف بھی کرا دوں گا ___ لیکن تمہارے دفتر میں"___ تنویر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ___ لیکن تم اپنا اسلحہ یہاں کاؤنٹر پر جمع کرا دو۔ اس کے بعد بات ہو سکتی ہے"___ بلیکی نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"اوہ!___ تم ان کھلونوں سے ڈرتے ہو ___ یہ لو"___ تنویر نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کو کھولا اور اس میں سے میگزین نکال کر کاؤنٹر کی طرف اچھال دیا۔

"کافی ہے ___ یا یہ خالی ریوالور بھی تمہیں چبھتا ہے"___ تنویر نے بڑے بے نیازانہ لہجے میں کہا۔

"ہوں ___ آؤ میرے ساتھ"___ بلیکی نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور پھر وہ مڑ کر ایک راہداری کی طرف بڑھنے لگا۔ تنویر بھی اس کے پیچھے چل پڑا اور پھر راہداری کے آخر میں بلیکی ایک دروازے کو کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

تنویر بھی جب اندر داخل ہوا تو اس نے اپنے آپ کو ایک خاصے بڑے کمرے میں پایا۔ جو شاندار انداز میں سجایا گیا تھا۔

"بہت ٹھاٹھ ہیں تمہارے ___ خوب سجا رکھا ہے دفتر"___ تنویر نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"ہاں بولو ___ کیا بات ہے"___؟ بلیکی نے میز کے پیچھے رکھی ہوئی بڑی کرسی سنبھالتے ہوئے کہا۔ اس نے تنویر کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"دیکھو!___ تمہارے گروپ کا ایک آدمی جیکب ہمیں مطلوب ہے۔ وہ کہاں مل سکتا ہے"___؟ تنویر نے براہ راست سوال کرتے ہوئے

کہا اور بلیکی جیکب کا نام سنتے ہی چونک پڑا۔

"تمہیں مطلب ہے ۔۔۔ کیوں" ۔۔۔؟ بلیکی کے لہجے میں حیرت نمایاں تھی۔

"میرا تعلق ملٹری سیکرٹ سروس کے ایک خصوصی شعبے سے ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم جیکب کے متعلق بتا دو ۔۔۔ ورنہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہارا پورا گروپ کسی تہہ خانے میں بھوکا پیاسا ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتے" ۔۔۔ تنویر نے کرخت لہجے میں کہا۔

"ملٹری سیکرٹ سروس ۔۔۔ مگر جیکب میں ایسی کیا خصوصیت ہے وہ تو بس ایک عام سا غنڈہ تھا" ۔۔۔ بلیکی نے کہا۔

"غنڈہ تھا ۔۔۔ کیا مطلب ۔۔۔ وہ زندہ نہیں ہے" ۔۔۔؟ تنویر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ! ۔۔۔ وہ مرچکا ہے ۔۔۔ کل رات اس کی لاش ایک کوڑے کے ڈھیر سے پولیس کو ملی ہے۔ اُسے گولی ماری گئی ہے" ۔۔۔ بلیکی نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک فوٹو اور اخبار کا ایک تراشہ نکال کر تنویر کے سامنے رکھ دیا۔ وہ شاید ملٹری سیکرٹ سروس کا نام سُن کر دل چھوڑ بیٹھا تھا۔ اس لئے پورا تعاون کر رہا تھا۔

تنویر نے غور سے فوٹو کو دیکھا۔ فوٹو کے پیچھے پولیس ڈیپارٹمنٹ کی مہر تھی اور اخبار میں وہی فوٹو شائع کیا گیا تھا جس میں درج تھا کہ ایک مقامی غنڈے جیکب کی لاش کوڑے کے ڈرم سے ملی ہے۔ پولیس تحقیقات کر رہی ہے۔

"ہوں ۔۔۔ ٹھیک ہے۔ مجھے یقین آگیا ۔۔۔ لیکن اب یہ بتاؤ کہ یہ جیکب کس کے ساتھ کام کر رہا تھا ۔۔۔ اور کہاں کام کر رہا تھا" ۔۔۔؟ تنویر نے فوٹو اور تراشہ واپس بلیکی کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم نہیں ۔۔۔ میں گروپ کا سیکنڈ باس ضرور ہوں لیکن میں دو روز پہلے ایک مشن کی وجہ سے آران سے واپس آیا ہوں یہاں آکر معلوم ہوا کہ باس اپنے دفتر میں کسی دھماکے کی وجہ سے ہلاک ہو گیا ہے ۔۔۔ دفتر میں ایک عجیب سے ٹرانسمیٹر کے پرزے بکھرے ہوئے تھے۔ چنانچہ گروپ کے اصول کے مطابق میں گروپ کا باس بن گیا ۔۔۔ میں نے تحقیقات کی کہ باس کس کام میں ملوث تھا۔ لیکن اس بار باس فرینکی نے ہر کام انتہائی رازداری سے کیا ہے ۔۔۔ مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ باس کیا کر رہا تھا ۔۔۔ پھر جیکب کے بارے میں اطلاع ملی۔ اس کے متعلق بھی یہاں گروپ میں کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہا تھا" ۔۔۔ بلیکی نے جواب دیا۔ اور تنویر کو اس کے چہرے کے تاثرات سے محسوس ہوا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ مجرم اگر اتنی آسانی سے سب کچھ بتا دیا کریں تو پھر وہ جرائم کی دنیا میں آئیں ہی کیوں؟

"دیکھو بلیکی ! ۔۔۔ مجھے تم لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں ۔۔۔ مجھے صرف اتنی معلومات چاہئیں کہ جیکب کن لوگوں کے ساتھ کام کر رہا تھا اور بس۔ اس وقت تم گروپ کے انچارج ہو ۔۔۔ تمہیں معلوم نہیں ہے تو اس میں میرا قصور نہیں ۔۔۔ تمہیں بتانا تو بہرحال پڑے گا" ۔۔۔ تنویر نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں ملٹری سیکرٹ سروس سے ہر قسم کے تعاون کے لئے تیار ہوں پھر آپ مجھے مہلت دیں۔ میں مزید تحقیقات کرتا ہوں اور کوشش کروں گا کہ مجھے معلومات مل جائیں" ____ بلیکی نے جواب دیا۔

"کتنی مہلت چاہتے ہو" ____؟ تنویر نے چند لمحے سوچنے کے بعد پوچھا۔

"دو روز تو کم از کم ہونے چاہئیں" ____ بلیکی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ____ میں دو روز بعد آؤں گا اور اس روز مجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ جیکب کن لوگوں کے ساتھ کام کر رہا تھا ____؟ اور یہ لوگ کہاں موجود ہیں ____ اس روز میں انکار نہیں سنوں گا" ____ تنویر نے کہا اور کرسی سے اُٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا اس نے یہی سوچا تھا کہ اگر واقعی بلیکی کو معلومات نہیں اور وہ نیک نیتی سے یہ سب کچھ کہہ رہا ہے تو پھر اس کا تعاقب نہیں کرائے گا لیکن اگر اس کے دل میں کوئی بات ہے تو یقیناً اس کا تعاقب ہو گا۔ اس طرح اصل بات سامنے آجائے گی۔

دفتر سے باہر نکل کر تنویر راہداری میں سے ہوتا ہوا کیفے کے ہال میں آیا۔ اور ایک نظر کاؤنٹر مین پر ڈال کر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کاؤنٹر پر کھڑے نوجوان نے اُسے دیکھ کر بُرا سا منہ بنایا اور رُخ پھیر لیا۔ تنویر مسکراتا ہوا کیفے سے باہر آگیا۔ اب اس کا رُخ اپنی کار کی طرف تھا۔ وہ درمیانی گلی کراس کرنے ہی لگا تھا کہ گلی میں سے ایک مجہول سا نوجوان تیزی سے آگے بڑھا۔ اس کا چہرہ زرد اور سر کے بال ٹوتھ برش کی طرح کھڑے تھے۔ گال پچکے ہوئے تھے اور اسکو دیکھتے

ہی پتہ لگ جاتا تھا کہ وہ منشیات کا عادی ہے۔

"جناب ایک منٹ" ____ اس مجہول سے نوجوان نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ! ____ کیا بات ہے" ____؟ تنویر ٹھٹھک کر رُک گیا۔ اب وہ غور سے اس نوجوان کو دیکھ رہا تھا۔

"جناب! ____ آپ جیکب کے بارے میں معلومات یا تحقیقات کرنے آئے تھے" ____؟ نوجوان نے قریب آکر بڑے پُراسرار سے لہجے میں کہا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں جیکب کے بارے میں تحقیقات کر رہا ہوں"؟ تنویر نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔ کیونکہ اس نے صرف جیکب کی بات بلیکی سے اس کے دفتر میں بیٹھ کر کی تھی۔

"جناب! ____ آپ کے جانے کے بعد بلیکی نے ایک آدمی سے بات کی تھی کہ آپ جیکب کے بارے میں پوچھنے آئے تھے۔ میں نے سُن لیا جناب ____ اور میں عقبی سمت سے آپ کی طرف آیا ہوں" ____ نوجوان نے جواب دیا۔

"اوہ اچھا ____ بولو کیا کہنا چاہتے ہو" ____ تنویر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے پوچھا۔

"جناب! ____ میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ جیکب کس کے لئے کام کر رہا تھا" ____ اس نوجوان نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

"اوہ! ____ مگر تمہارا کیا تعلق ہے جیکب سے" ____؟ تنویر نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"وہ میرا بھائی تھا جناب! ـــــ اور ہم اکٹھے رہتے تھے" ـــــ نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو بتاؤ" ـــــ تنویر نے کہا۔

"جناب! ـــــ اس کے لئے آپ کو قیمت ادا کرنی ہو گی۔ مناسب سی قیمت" ـــــ نوجوان نے کہا۔

"قیمت ـــــ تم جانتے ہو کہ میرا تعلق حکومت سے ہے" ـــــ تنویر نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں جناب! ـــــ مجھے معلوم ہے کہ آپ ملٹری سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ جیکب کن لوگوں کے لئے کام کر رہا تھا" ـــــ نوجوان نے کہا۔

"سنو! ـــــ میں تمہاری گردن دبا کر بھی یہ معلومات حاصل کر سکتا ہوں" ـــــ تنویر نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جناب! ـــــ آپ میری حالت دیکھ رہے ہیں ـــــ مجھے مار کر آپ کو کچھ حاصل نہ ہو گا ـــــ میں تو ویسے ہی مر رہا ہوں۔ اگر آپ کے ہاتھوں مر جاؤں گا تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا" ـــــ نوجوان نے طنزیہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور تنویر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"اچھا بولو ـــــ اگر تم نے صحیح بتا دیا تو تمہیں قیمت ملے گی" ـــــ تنویر نے کہا۔

"جناب! ـــــ یہاں سڑک پر نہیں۔ آپ ادھر گلی میں آ جائیں۔ یہاں قریب ہی میرا مکان ہے وہاں آ جائیں ـــــ وہ لوگ بہت ظالم ہیں

انہیں اب تک میرے متعلق معلوم نہیں ہے۔ ورنہ جیکب کے ساتھ میری لاش بھی کہیں پڑی ہوتی" ـــــ نوجوان نے کہا اور تنویر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ گلی میں سے گزر کر دائیں طرف ایک اور تنگ سی گلی میں گھسا اور پھر اس نے ایک پرانے سے دروازے کی کنڈی کھولی اور اندر چلا گیا۔ مکان کی حالت بے حد خستہ تھی۔ ہر طرف گندگی تھی۔ وہ اسے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے گیا جس میں ایک جھلنگا سی چارپائی پڑی ہوئی تھی۔ اور ساتھ ایک ٹوٹی ہوئی کرسی تھی۔

"یہ میرا کمرہ ہے صاحب! ـــــ آپ دیکھ رہے ہیں میری حالت۔ اب آیئے! میں آپ کو جیکب کے کمرے میں لئے چلتا ہوں۔ تاکہ آپ کو یقین ہو جائے کہ وہ میرا بھائی تھا" ـــــ اس نوجوان نے کہا اور پھر ایک دروازہ کھول کر اندر گیا۔ تنویر اس کے پیچھے تھا۔

اس کمرے کی حالت خاصی بہتر تھی۔ ایک صوفہ۔ ایک بڑی الماری۔ ایک بیڈ اور ایک میز تھی۔ گو فرنیچر پرانا تھا لیکن بہرحال اس نوجوان کے کمرے سے زیادہ صاف تھا۔ سامنے کارنس پر ایک تصویر رکھی ہوئی تھی۔ یہ تصویر جیکب کی تھی۔ اس کے نقوش واضح طور پر اخبار اور پولیس والے نوٹوں سے ملتے تھے۔

"ٹھیک ہے ـــــ مجھے یقین آگیا ہے کہ جیکب یہاں رہتا تھا اور تمہارا بھائی تھا ـــــ اب بولو" ـــــ تنویر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"جناب میرے بھائی کو ڈائری لکھنے کی عادت تھی اور اس کی ڈائری اس وقت میرے قبضے میں ہے ـــــ اس ڈائری سے آپ کو مکمل

معلومات مل سکتی ہیں ــــ میں وہ ڈائری ایک محفوظ جگہ پہنچا چکا ہوں اگر آپ پانچ ہزار روپے دیں تو یہ ڈائری آپ کو مل سکتی ہے" ــــ نوجوان نے کہا۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہے احمق آدمی ــــ میں تمہارا لحاظ کر رہا ہوں اور تم سر پر چڑھتے جا رہے ہو ــــ پانچ ہزار روپیہ ــــ میں تمہیں پانچ روپے دے سکتا ہوں ــــ بولو منظور ہے ــــ یا پھر میں تمہارا گلا دبا کر تم سے ڈائری اگلوا لوں" ــــ تنویر نے غصے سے بھڑکتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں غراہٹ تھی اور نوجوان سہم کر پیچھے کی طرف ہٹ گیا۔

"جج ــ جناب پانچ روپے ــــ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں" ــــ؟ نوجوان نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"دیکھو ــــ میں زیادہ سے زیادہ تمہیں سو روپے دے سکتا ہوں اور یہ بھی صرف تم پر رحم کھاتے ہوئے ــــ ورنہ میں نے زندگی میں کبھی فقیر کو ایک پیسہ نہیں دیا ــــ میں تو گولی چلانا جانتا ہوں۔ دوسری بات بھی نہیں کرتا ــــ بولو ڈائری دیتے ہو یا پھر میں اس نوٹ کو جیب میں رکھ لوں" ــــ تنویر نے جیب سے سو کا نوٹ نکال کر ہاتھ میں پکڑتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جناب ــــ کاش میں کسی اور کو یہ راز فروخت کر دیتا ــــ مجھے یقین ہے کہ دو ڈھائی ہزار ضرور مل جاتے ــــ مجھ سے غلطی ہو گئی کہ میں نے آپ کو کہہ دیا ــــ بہرحال ٹھیک ہے" ــــ نوجوان نے تنویر کے ہاتھ سے نوٹ لیتے ہوئے کہا اور پھر اس نے بڑی

احتیاط سے یوں تہہ کر کے جیب میں رکھا جیسے یہ سو کا نوٹ نہ ہو بلکہ لاکھوں روپے کا بنڈل ہو۔ اور پھر وہ تیزی سے میز کی طرف بڑھا۔ اس نے دراز کھولی اور اس میں سے نیلے رنگ کے کور چڑھی ایک ڈائری نکال کر تنویر کی طرف بڑھا دی۔

تنویر نے بڑے بے تابانہ انداز میں ڈائری اس کے ہاتھ سے لی اور اس کے ورق کھولنے لگا۔ ڈائری میں زیادہ تر عام چھوٹی موٹی لڑائیوں لڑکیوں کے پتے ــــ فون نمبر ــــ معاشقوں کے قصے درج تھے لیکن آخری صفحے پر نظر پڑتے ہی وہ چونک پڑا۔ اس پر درج تھا۔ "آج باس فریڈی نے مجھے ایک بڑا کام دیا ہے۔ ایک غیر ملکی تنظیم نے باس سے با اعتماد آدمی مانگا تاکہ ان کے ہیڈ کوارٹر میں کام کر سکے۔ باس نے مجھے جانے کا حکم دیا ہے۔ دو ہزار روپے روز معاوضہ۔ اور پھر اگر میں نے ان غیر ملکیوں کا اعتماد حاصل کر لیا تو میں بہت بڑا آدمی بن جاؤں گا۔ باس فریڈی سے بھی بڑا۔ مجھے اب غیر ملکیوں کے ساتھ ایگل بلز کی کوٹھی نمبر پچیس میں رہنا ہو گا۔ میں آج ہی وہاں جاؤں گا" ــــ اس کے ساتھ ہی تحریر ختم ہو گئی اور تنویر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ڈائری بند کر دی۔

"اگر ہو سکے تو ایک سو اور دے دو" ــــ نوجوان نے بڑے مسکین سے لہجے میں کہا۔

"شٹ اپ ــــ تم وہ سو بھی واپس نکالو ــــ جو کچھ اس ڈائری میں درج ہے۔ وہ مجھے پہلے سے معلوم ہے۔ مجھے اس کے بعد کی معلومات چاہئیں تھیں" ــــ تنویر نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس کے بعد کی ـــ اوہ ٹھیک ہے ـــ چلو نکالو سو روپے میں تمہیں تازہ ترین معلومات دیتا ہوں" ـــ نوجوان نے تیز لہجے میں کہا۔ مگر دوسرے لمحے چٹاخ کی زوردار آواز گونجی اور نوجوان گیند کی طرح اچھل کر کمرے کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس کے منہ سے چیخ نکلی تھی جس سے کمرہ گونج اٹھا تھا۔

"اُلو کے پٹھے! ـــ تم نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے ـــ میں تمہارا لحاظ کر رہا ہوں اور تم سر پر چڑھتے آ رہے ہو ـــ فوراً بکو ـــ ورنہ گولی مار کر ڈھیر کر دوں گا" ـــ تنویر نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز اتنا وحشیانہ تھا کہ فرش پر گرا ہوا نوجوان بُری طرح گھگھیانے لگا۔ اس کے منہ سے خون کی لکیر باہر کو بہہ رہی تھی اور تکلیف کی شدت سے اس کا سانس رُک رُک کر آ رہا تھا۔ لیکن تنویر کو اس انداز میں اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ نوجوان اپنی تکلیف بھول گیا۔

"بب ـــ بب ـــ بتاتا ہوں ـــ خدا کے لئے مجھے مت مارو"۔ نوجوان نے گھگھیاتے ہوئے کہا۔

"بکو جلدی" ـــ تنویر نے جھک کر اس کا گریبان پکڑا اور اُسے یوں ہوا میں اٹھا لیا جیسے وہ ربڑ کا بنا ہوا تھا۔

"وہ ہلٹن روڈ کی کوٹھی نمبر بارہ میں شفٹ ہو گیا تھا ـــ اُسے یقیناً وہیں ہلاک کیا گیا ہے ـــ کیونکہ اسی کالونی کے کوڑے کے ڈھیر پر سے اس کی لاش ملی ہے" ـــ نوجوان نے انتہائی خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا" ـــ؟ تنویر نے اُسے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

"جب وہ اینگل ہلز میں تھا تو وہ مجھے روزانہ خرچہ بھیجتا تھا ـــ پھر جو آدمی خرچہ لے کر آتا تھا اس نے بتایا کہ وہ فوری طور پر شفٹ ہو گئے ہیں ـــ اسی نے بتایا تھا" ـــ نوجوان نے جواب دیا اور تنویر نے اُسے جھٹکا دے کر نیچے پھینک دیا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے نکل کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے انتہائی قیمتی معلومات حاصل کر لی تھیں اور اُسے یقین تھا کہ ایکسٹو اس کی اس کارکردگی پر اس کی یقیناً تعریف کرے گا۔ وہ تیزی سے گلی سے نکل کر اپنی کار کی طرف بڑھا اور چند لمحوں بعد اس کی کار انتہائی تیز رفتاری سے اپنے فلیٹ کی طرف اُڑی چلی جا رہی تھی۔

موشے جمشید آغا کے رُوپ میں بڑی آسانی سے اس کی جگہ ایڈجسٹ ہو گیا کیونکہ وہ خود الیکٹرک انجینئر رہ چکا تھا اس لئے اُسے ذرا برابر بھی تکلیف نہ ہوئی۔ وہ اس وقت اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اس کی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی نے اس کی کلائی پر ضربیں لگانا شروع کر دیں اور وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اس نے بڑی تیزی سے گھڑی کا بٹن دبا دیا۔ ضربیں لگنا بند ہو گئیں اور پھر وہ اٹھ کر ملحقہ باتھ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے نل کھولا اور دروازے کو اندر سے چٹخنی لگا دی۔ اس کے بعد اس نے گھڑی اتار کر اس کے ونڈ بٹن کو دو بار مخصوص انداز میں دبا کر اُسے باہر کھینچ لیا۔ دوسرے لمحے گھڑی کے ڈائل پر ایک سرخ رنگ کا نقطہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"یس موشے سپیکنگ۔ اوور" ___ موشے نے گھڑی سے منہ لگا کر آہستہ سے کہا۔

"جیکسن سپیکنگ۔ اوور" ___ دوسری طرف سے سفید بالوں والے باس کی آواز سنائی دی۔

"یس باس۔ اوور" ___ موشے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"تمہاری طرف سے کیا رپورٹ ہے موشے۔ اوور" ___؟ باس نے پوچھا۔

"سر! ___ کام خاصی تیز رفتاری سے ہو رہا ہے ___ میں نے ٹارگٹ فائنل کر لئے ہیں ___ اب صرف سامان اور آدمیوں کے آنے کی دیر ہے۔ اوور" ___ موشے نے جواب دیا۔

"ہوں ___ ٹھیک ہے ___ سنو! یہاں خاصی گڑبڑ ہو چکی ہے۔ مائیکل اور نوبل ہلاک ہو چکے ہیں ___ مزید افراد بھی ختم ہو چکے ہیں۔ مقامی افراد سے تعلق ختم کیا جا چکا ہے اس لئے اب مقامی آدمیوں کو استعمال نہیں کیا جاتے گا ___ میں اور ریچرڈ اب مل کر کام کر رہے ہیں ___ ہم نے رات ایک بہت بڑا ٹارگٹ ہٹ کیا ہے بہت بڑا۔ اسی ٹارگٹ کے دوران ہی نوبل اور دوسرے آدمی ہلاک ہوئے ہیں۔ اب سارا کام ہم نے خود کرنا ہے۔ اوور" ___ باس نے کہا اور موشے اپنے ساتھی نوبل اور مائیکل کی ہلاکت کا سُن کر حیرت سے بُت بنا رہ گیا۔ اُسے یقین نہ آ رہا تھا لیکن ظاہر ہے باس غلط تو نہیں کہہ سکتا۔

"مگر باس! ___ یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ اوور" ___؟ موشے نے کہا۔

"تفصیل یہاں نہیں بتائی جا سکتی ___ تم ہیڈ کوارٹر آ جاؤ ___ وہاں تمہیں تفصیل بھی بتائی جائے گی اور نئی منصوبہ بندی بھی ڈسکس کر لی جائے گی۔ اوور" ___ باس نے کہا۔

"بہتر باس! ___ میں آج آجاؤں گا۔ اوور" ___ موشے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"خورشید کیسا جا رہا ہے ___ کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔ اوور" ___ باس نے پوچھا۔

"نہیں باس! ___ وہ مکمل کنٹرول میں ہے اور اسی کی وجہ سے تو یہاں ایڈجسٹ ہوا ہوں اور ٹارگٹ بھی کور ہوتے ہیں۔ اوور" ___ موشے نے جواب دیا۔

"او کے ___ پھر بھی محتاط رہنا۔ ہمارا اصل مشن یہی ہے اور ہر صورت میں کامیاب ہونا ہے۔ اوور" ___ باس نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس! ___ میں خیال رکھوں گا۔ اوور" ___ موشے نے جواب دیا۔

"اور سنو! ___ خورشید پر کڑی نگاہ رکھنا ___ وہ شخص بیحد کایاں ہے ایسا نہ ہو کہ کنٹرول کے باوجود کچھ گڑبڑ ہو جائے۔ اوور" ___ باس نے نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں باس! ___ میں محتاط ہوں۔ اوور" ___ موشے نے کہا۔

"اوور اینڈ آل" ___ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

موشے نے ونڈ بٹن دبا کر گھڑی دوبارہ کلائی پر باندھی اور پھر [illegible] کر کے اور دروازہ کھول کر واپس اپنے دفتر میں آگیا۔ اسی لمحے ٹیلیفون گھنٹی بج اٹھی۔ موشے نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس" ___ موشے کا لہجہ بالکل جمشید آغا سے ملتا جلتا تھا۔

"سر! ___ ایم۔ ڈی نے آپ کو یاد فرمایا ہے ___ کوئی ٹاپ میٹنگ کال کی ہے انہوں نے" ___ پی۔ اے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"او کے" ___ موشے نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ ویسے اس کے ذہن میں خدشے ابھر آئے تھے کہ مینیجنگ ڈائریکٹر نے اچانک ہنگامی میٹنگ کیوں کال کی ہے۔ اس نے دوبارہ رسیور اٹھا لیا۔

"یس سر" ___ رسیور اٹھاتے ہی دوسری طرف سے پی۔ اے کی آواز سنائی دی۔

"خورشید صاحب سے بات کراؤ" ___ موشے نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ وہ خورشید کو ٹٹولنا چاہتا تھا کہ آخر یہ ہنگامی میٹنگ کیوں ہو رہی ہے؟ خورشید کی آواز سنائی دی۔

"خورشید! ___ ایم۔ ڈی نے ہنگامی میٹنگ کال کی ہے۔ کیا تمہیں پتہ ہے" ___؟ موشے نے پوچھا۔

"ہاں! ___ میں نے ہی تو اطلاعات بھیجی ہیں ___ کیوں" ___؟ خورشید نے جواب دیا۔

"کون کون آ رہا ہے ___؟ اور میٹنگ کیوں کال کی جا رہی ہے"؟ موشے نے پوچھا۔

"ارے یار! ___ کوئی خاص بات نہیں ___ مرکز سے سکیورٹی سخت کرنے کے احکامات آتے ہیں ___ اسی سلسلے میں میٹنگ کال کی جا رہی ہے ___ سارے چیف اکٹھے ہو رہے ہیں" ___ خورشید نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا اچھا تو رسمی میٹنگ ہے ۔۔۔ میں نے سمجھا کہ کوئی خاص بات ہو گئی ہے" ۔۔۔ موشے نے جواب دیا۔

"نہیں ۔۔۔ خاص بات کیا ہونی ہے ۔۔۔ بس ایسے احکامات تو آتے ہی رہتے ہیں" ۔۔۔ خورشید نے جواب دیا اور موشے نے اس کا شکریہ ادا کر کے رسیور رکھ دیا۔

اسی لمحے چپڑاسی نے آکر کار تیار ہونے کی اطلاع دی تو موشے اٹھ کر باہر کی طرف چل پڑا۔

ٹیلیفون کی گھنٹی بجتے ہی عمران نے میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا لیا۔ بلیک زیرو کو اس نے کہیں کام پر بھیجا ہوا تھا اور اس وقت وہ دانش منزل میں اکیلا تھا۔ جب سے یہ دہشت پسندانہ کارروائیاں شروع ہوئی تھیں وہ دانش منزل میں ہی رہ رہا تھا۔

"ایکسٹو" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"تنویر بول رہا ہوں جناب" ۔۔۔ دوسری طرف سے تنویر کی آواز سنائی دی۔

"رپورٹ" ۔۔۔ عمران نے اسی طرح سرد لہجے میں پوچھا۔ اور تنویر نے پوری تفصیل کے ساتھ ساری بات بتا دی کہ کس طرح وہ مجرموں کا پتہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

"گڈ ۔۔۔ تنویر تم نے بڑی ذہانت سے کام لیا ہے" ۔۔۔ عمران نے جان بوجھ کر اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ جناب" ____ تنویر کا لہجہ مسرت سے پُر تھا۔

"تم نے ہلٹن روڈ کی کوٹھی نمبر بارہ کو چیک کیا کہ وہاں کون رہ رہا ہے" ____ عمران نے پوچھا۔

"نہیں سر ____ میں نے سوچا کہ پہلے آپ کو رپورٹ دے دوں پھر جیسے آپ حکم فرمائیں" ____ تنویر نے جواب دیا۔

"اوکے! ____ تم وہیں پہنچو ____ میں صفدر اور عمران کو وہاں بھیج رہا ہوں" ____ عمران نے کہا اور پھر تنویر کی بات سُنے بغیر ہی کریڈل دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

تنویر کا حاصل کردہ یہ کلیو واقعی انتہائی کارآمد تھا۔ کم از کم مجرموں کا ایک نیا اڈہ تو سامنے آیا تھا۔

عمران نے صفدر کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"صفدر سپیکنگ" ____ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" ____ عمران نے کہا۔

"یس سر ____ فرمایئے" ____ صفدر کی مستعد آواز سنائی دی۔

"صفدر! ____ تم مسلح ہو کر ہلٹن روڈ کی کوٹھی نمبر بارہ پر پہنچو۔ تنویر وہاں موجود ہو گا ____ کیپٹن شکیل کو بھی اپنے ساتھ لیتے جاؤ ____ میں عمران کو بھی بھیج رہا ہوں ____ تنویر نے مجرموں کے اس نئے اڈے کا کلیو تلاش کیا ہے۔ وہاں فوری چھاپہ مارنا ہے" ____ عمران نے تفصیل سے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر! ____ میں کیپٹن شکیل کو ساتھ لے کر ابھی پہنچ جاتا ہوں" ____

صفدر نے جواب دیا اور عمران نے اس بار بھی بغیر کوئی جواب دیئے رسیور رکھ دیا۔ پھر آٹومیٹک کنٹرول کو آن کرنے کے بعد وہ تیزی سے آپریشن روم سے نکل کر باہر کھڑی اپنی کار کی طرف بڑھتا گیا اور چند لمحوں بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے ہلٹن روڈ کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ ہلٹن روڈ شہر کے شمال مشرقی علاقے میں ایک نئی کالونی تھی۔ جسے حال ہی میں آباد کیا گیا تھا۔

جب وہ ہلٹن روڈ پر پہنچا تو اُسے دانش منزل سے چلے ہوئے تقریباً بیس منٹ ہو چکے تھے۔ ہلٹن روڈ کے پہلے چوک پر پہنچتے ہی کار کی رفتار آہستہ کی اور پھر اُسے ایک طرف کھڑی کر کے وہ نیچے اتر آیا۔ اس نے احتیاطاً ریڈی میڈ میک اپ کر لیا تھا اور پھر وہ اِدھر اُدھر بنی ہوئی کوٹھیوں کے نمبر دیکھتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد اُسے کوٹھی نمبر بارہ نظر آ گئی۔

یہ ایک خاصی بڑی اور کشادہ کوٹھی تھی جس کے گرد ابھی کوئی کوٹھی تعمیر نہ ہوئی تھی۔ اس لئے اردگرد پلاٹ خالی پڑے ہوئے تھے۔ اسی لمحے ایک درخت کی آڑ سے صفدر نکل کر اس کی طرف بڑھا۔

"عمران صاحب" ____ صفدر نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ____ شکیل اور تنویر کہاں ہیں" ____؟ عمران نے پوچھا۔

"وہ دونوں کوٹھی کے اندر ہیں" ____ صفدر نے کہا

"کیا مطلب ____ اندر ہیں ____ کیوں" ____؟ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"کوٹھی خالی پڑی ہوئی ہے ____ تنویر پہلے ہی چیک کر چکا ہے۔

ہیں آپ کی وجہ سے باہر رک گیا تھا" ـــــ صفدر نے جواب دیا۔

"اوہ اچھا! ـــ آؤ شاید کوئی کلیو مل جائے" ـــــ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ مجرم خاصے ہوشیار ثابت ہو رہے تھے اور وہ کوٹھی کے پھاٹک کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

صفدر نے پھاٹک کو دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا اور عمران اندر داخل ہوا۔ صفدر اس کے پیچھے تھا۔ برآمدے میں انہیں کیپٹن شکیل اور تنویر بھی مل گئے۔

"کچھ بھی نہیں ہے ـــ کوٹھی بالکل خالی پڑی ہے" ـــ کیپٹن شکیل نے مایوسانہ انداز میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیوں کچھ بھی نہیں ہے ـــ؟ جہاں تنویر بھائی موجود ہوں وہاں کچھ نہیں کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیئے" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے قدم جہاں پڑیں گے ـــ وہاں بربادی ہی ہوتی ہے۔ اچھا خاصا کلیو ڈھونڈا تھا مگر تمہاری وجہ سے کچھ بھی نہیں ملا" ـــ تنویر نے بُرا سامنہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"قدم تو پہلے تمہارے پڑے ہیں تنویر بھائی! ـــ میں بے چارہ تو بعد میں آیا ہوں ـــ جہاں تک کلیو ڈھونڈنے کا تعلق ہے یہ جاسوسی کا واقعی جدید ترین انداز ہے کہ کسی خالی کوٹھی کا پتہ بتادیا اور بس بن گیا کلیو" ـــــ عمران نے جواب دیا اور صفدر اور کیپٹن شکیل بے اختیار ہنس پڑے۔

"تو تمہارا مطلب ہے کہ میں نے فراڈ کیا ہے ـــ خالی کوٹھی کا پتہ بتادیا ہے" ـــــ تنویر نے اشتعال میں آتے ہوئے کہا۔

"ارے میرے لئے تو خالی نہیں ہے ـــ جس وقت میں اور صفدر پہنچے تو وہاں دو آدمی موجود تھے ـــ میں تو تمہارے چیف کو یہی رپورٹ دوں گا" ـــــ عمران نے کہا اور تنویر بُرا سا منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔

عمران نے اب خالی کمروں میں گھومنا شروع کر دیا۔ واقعی ہر چیز وہاں سے صاف کر دی گئی تھی۔ اچانک عمران ایک کمرے میں داخل ہوتے ہی ٹھٹھک کر رک گیا۔ اُسے فرش کے کونے میں ردی کی ایک خالی ٹوکری نظر آ رہی تھی جس کے نیچے سے کاغذ کے ایک ٹکڑے کا ایک کونا دکھائی دے رہا تھا۔

عمران تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور اس نے ٹوکری ہٹا کر وہ کاغذ اٹھا لیا۔ یہ بڑے کاغذ کا ایک پھٹا ہوا ٹکڑا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے ٹوکری خالی کرتے وقت یہ اُڑ کر نیچے فرش پر گرا اور پھر اس پر ٹوکری آجانے کی وجہ سے ٹوکری خالی کرنے والے کو اس کی موجودگی کا پتہ نہ چلا۔

کاغذ کے اس ٹکڑے پر چند ہندسے لکھے ہوتے تھے۔ عمران ان ہندسوں پر غور کرتا رہا۔ دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ یہ فون نمبر بھی تو ہو سکتا تھا۔ لیکن دارالحکومت میں فون نمبر چھ ہندسوں میں تھے جبکہ یہ ہندسے پانچ تھے۔ عمران تیزی سے واپس مڑا اور پھر اس نے ایک طرف میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا لیا۔ فون کام کر رہا تھا۔ اس نے تیزی سے انکوائری کے نمبر گھمائے۔

"یس انکوائری پلیز" ۔۔۔ دوسری طرف سے آپریٹر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض فرام سنٹرل انٹیلی جنس" ۔۔۔ عمران نے بڑے کرخت لہجے میں کہا۔

"یس سر ۔۔۔ حکم سر" ۔۔۔ دوسری طرف سے آپریٹر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ نمبر نوٹ کرو ۔۔۔ اور مجھے بتاؤ کہ مکمل نمبر کیا ہیں ۔ اور یہ کس کا فون نمبر ہے" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"یس سر" ۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے چٹ پہ لکھے ہوئے نمبر دوہرا دیئے۔

"سر ایک منٹ" ۔۔۔ دوسری طرف سے آپریٹر نے کہا اور پھر عمران خاموش ہو گیا۔ اس کے باقی ساتھی بھی خاموش کھڑے تھے۔

"سر! ۔۔۔ اس سے پہلے دن ہے جو ہمارا سنٹرل ایکس چینج کوڈ ہے اور یہ فون سن رائز کالونی کی کوٹھی نمبر ستاون اے کا ہے مسٹر کے. ایچ. راہولا" آپریٹر نے جواب دیا۔

"او کے ۔۔۔ لیکن یہ ٹاپ سیکرٹ ہے سمجھے" ۔۔۔ عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر! ۔۔۔ میں سمجھتا ہوں سر" ۔۔۔ آپریٹر نے جواب دیا اور عمران نے او کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"لو بھئی تنویر! ۔۔۔ ایک اور کوٹھی کا نمبر مل گیا ۔۔۔ اب دعا کرو کہ یہ خالی نہ ہو ۔۔۔ ورنہ تمہارا چوہا ہاتھ سے اکھڑ جائے گا" ۔۔۔ عمران نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ ۔۔۔ تم باس کو بار بار چوہا کہہ کر اس کی توہین کر رہے ہو" ۔۔۔ تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یعنی ایک دو بار کہنے پر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے ۔۔۔ بلکہ ایک بار تو تم نے خود بھی کہا ہے ۔۔۔ تمہیں غصہ صرف بار بار کہنے پر ہے" ۔۔۔ عمران نے فلسفہ جھاڑتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب! ۔۔۔ یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے ۔۔۔ ہمیں ذرا اس کوٹھی کو چیک کرنا چاہیئے" ۔۔۔ صفدر نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا ۔۔۔ تو چلو کر لیتے ہیں چیک" ۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور تھوڑی دیر بعد وہ اپنی اپنی کاروں میں سوار ہو کر سن رائز کالونی کی طرف بڑھنے لگے۔

سن رائز کالونی کے چوک پر پہنچ کر انہوں نے کاریں روک دیں اور پھر وہ علیحدہ علیحدہ ہو کر ستاون اے کوٹھی کو ڈھونڈنے لگے اور پھر تھوڑی دیر بعد کوٹھی ان کی نظروں کے سامنے تھی۔

"تم سب یہیں ٹھہرو۔ میں اندر جاتا ہوں ۔۔۔ اگر کوئی مسئلہ ہوا تو میں تمہیں کاشن دے دونگا" ۔۔۔ عمران نے انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا اور پھر ان کے سر ہلا دینے پر وہ تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کوٹھی کے گیٹ پر کے. ایچ. راہولا کی نیم پلیٹ موجود تھی۔ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں کال بیل پر انگلی رکھ دی اور اس وقت تک نہ ہٹائی

جب تک ایک دھماکے سے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی نہ کھل گئی۔ ایک غیر ملکی نوجوان باہر نکل آیا۔ اس کے چہرے پر زبردست جھلاہٹ تھی۔

"کیا تمہیں کال بیل بجانے کی تمیز نہیں ہے" ـــــ غیر ملکی نوجوان نے باہر نکلتے ہی خاصے برہم لہجے میں کہا۔

"تمیض ـــ کال بیل تمیض ـــ ارے بیل باٹم پتلون تو سنی تھی۔ اب یہ کال بیل تمیض بھی آگئی" ـــــ عمران نے حیرت سے پُر لہجے میں کہا۔

"کون ہو تم ـــ؟ اور کیوں بجائی تھی تم نے کال بیل" ـــ؟ غیر ملکی نے اُسے سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"گڈ! ـــ کوشش کرو تو اچھے خاصے شاعر بن سکتے ہو ـــ بہرحال راہولا صاحب سے ملنا ہے ـــــ انہیں کہہ دیں کہ مسٹر ڈم ڈم تشریف لائے ہیں" ـــــ عمران نے کہا۔

"مسٹر ڈم ڈم ـــــ یہ کیسا نام ہے" ـــ؟ غیر ملکی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جب راہولا نام ہو سکتا ہے تو ڈم ڈم میں کیا برائی ہے ـــ مجھے یقین ہے کہ تمہارا نام مولا ہی ہوگا ـــــ ہمارے ہاں کے ایک شاعر نے کہا ہے کہ لڑا دے مولے کو شہباز سے" ـــــ عمران کی زبان چل پڑی تھی۔

"بھاگ جاؤ ـــــ راہولا صاحب ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں" نوجوان نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیزی سے کھڑکی کے اندر جا کر کھڑکی بند کر دی۔

عمران چند لمحے وہاں کھڑا رہا۔ پھر وہ واپس مڑا۔ اس نے ہاتھ سر کے

اوپر اٹھا کر دُور کھڑے ہوئے اپنے ساتھیوں کو ایک مخصوص اشارہ کیا اور پھر وہ تیزی سے پھاٹک کے اوپر یوں چڑھتا چلا گیا جیسے ساری عمر یہی کام کرتا چلا آیا ہو۔ دوسرے لمحے وہ پھاٹک کے اندر کود گیا۔ کوٹھی کا وسیع و عریض لان خالی پڑا ہوا تھا۔

اندر کودتے ہی وہ تیزی سے برآمدے کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی وہ برآمدے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اچانک دو غیر ملکی ایک طرف سے نکل آئے۔ ان کے چہروں پر شدید غصہ تھا۔ ان میں سے ایک وہ تھا جو باہر آیا تھا۔

"ارے تم اندر آگئے ـــ کیسے آئے تم" ـــ؟ اس نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ڈم ڈم کو تمہارے یہ پھاٹک نہیں روک سکتے ـــ میں تو شاہی قلعے کے پھاٹک پر چڑھ کر اندر کود جاتا ہوں" ـــــ عمران نے یوں جواب دیا جیسے وہ اپنا قابل فخر کارنامہ سُنا رہا ہو۔

"تم چاہتے کیا ہو ـــ؟ کیا پولیس کو بلائیں" ـــــ؟ دوسرے غیر ملکی نے کرخت لہجے میں کہا۔

"بلالو ـــ لیکن اگر انہیں بھی پھاٹک پر سے کود کر آنا پڑا تو مسٹر راہولا کو مقابلے کا پھاٹک پھاندنا پڑے گا" ـــــ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں یہ کوئی پاگل ہے" ـــــ دوسرے غیر ملکی نے چند لمحے غور سے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"سوری ـــ میرا نام کوئی پاگل نہیں، ڈم ڈم ہے ـــ تم مسٹر راہولا

سے جا کر کہو تو سہی ۔۔ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آؤ! ۔۔ تمہیں ملوا ہی دیں صاحب سے" ۔۔۔ پہلے غیر ملکی نے اچانک کہا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ دل ہی دل میں کوئی فیصلہ کر چکا ہے۔

"چلو" ۔۔۔ عمران نے یوں خوش ہوتے ہوئے کہا جیسے بھوکے کو کھانے کی نوید مل گئی ہو۔

برآمدے کے سامنے موجود گیلری سے ہوتے ہوئے وہ ایک کمرے کے دروازے پر جا کر رک گئے۔ ان میں سے ایک نے ہاتھ اٹھا کر دروازے پر دستک دی۔

"یس کم ان" ۔۔۔ اندر سے ایک کرخت آواز سنائی دی اور اس غیر ملکی نے دروازے کو دھکیل کر کھول دیا اور پھر وہ دونوں عمران کو لئے اندر داخل ہو گئے۔

عمران نے دیکھا کہ کمرہ خاصا بڑا تھا۔ اس میں بڑی سی لائبریری بنی ہوئی تھی۔ درمیان میں ایک میز کے پیچھے ایک لمبا تڑنگا غیر ملکی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بال برف کی طرح سفید تھے اور اس نے اپنے سامنے میز پر ایک موٹی سی فائل کھول رکھی تھی۔ اس کے انداز سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس فائل کا مطالعہ کر رہا ہے۔

"یہ کیا حماقت ہے ۔۔ بغیر اطلاع دیئے یہ تم کسے لے آئے ہو" ۔۔۔ سفید بالوں والے نے بڑے کرخت لہجے میں عمران کو لے آنے والے غیر ملکیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر ۔۔ یہ شخص کوئی پاگل لگتا ہے ۔۔ پہلے اس نے کال بیل بجائی اور جب میں باہر گیا تو اس نے الٹی سیدھی باتیں شروع کر دیں۔ جس پہ میں پھاٹک بند کر کے آ گیا ۔۔ لیکن پھر یہ پھاٹک پر چڑھ کر اندر کود گیا ۔۔ یہ اپنا نام ڈم ڈم بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے آپ سے ملنا ہے" ۔۔۔ اس غیر ملکی نے مودبانہ لہجے میں کہا جو گیٹ سے باہر آیا تھا۔

"ڈم ڈم ۔۔ یہ کیسا نام ہے ۔۔ بہرحال ٹھیک ہے میں خود بات کر لیتا ہوں" ۔۔۔ غیر ملکی نے حیرت بھرے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور وہ دونوں اسے چھوڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتے کمرے سے باہر نکلتے چلے گئے۔

"آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں مسٹر ڈم ڈم" ۔۔۔ غیر ملکی نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

عمران ان دونوں کے جاتے ہی ایک کرسی پر بڑے اطمینان سے بیٹھ چکا تھا۔ اس کی تیز نظروں نے غیر ملکی اور کمرے کا مکمل جائزہ لے لیا تھا۔

"میں کوٹھی کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ آپ کی نیم پلیٹ پر نظر پڑی دراصل میں مخفف ناموں سے بڑا الرجک ہوں اور جب تک مجھے ان کی تفصیل معلوم نہ ہو ۔۔ میری بے چینی دور نہیں ہوتی۔ اور آپ کے نام کے سامنے کے۔ ایچ لکھا ہوا ہے" ۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو تم صرف یہی پوچھنے کے لئے آئے ہو ۔۔ یہ بات تم میرے ملازم سے بھی پوچھ سکتے تھے" ۔۔۔ غیر ملکی کا لہجہ درشت ہو گیا۔

"میں نے پوچھنے کے لیے تمہید باندھی ہی تھی کہ اس نے دروازہ بند کر دیا ۔۔۔ اس لئے مجبوراً مجھے کود کر اندر آنا پڑا" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"تمہاری اس غیر قانونی حرکت پر اگر میں پولیس کو بلا لوں تو" ۔۔۔؟ غیر ملکی نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

"بلا لیں ۔۔۔ میں مانوں گا ہی نہیں کہ میں پھاٹک پر چڑھ کر آیا ہوں" ۔۔۔ عمران نے یوں جواب دیا جیسے اُسے پولیس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہو۔

"کے ۔ ایچ سے مطلب کینٹ ہیگل ہے ۔۔۔ میرا پورا نام کینٹ ہیگل راہولا ہے ۔۔۔ اور میں جمیکا سفارت خانے میں ڈپٹی سیکرٹری ہوں"۔ اس غیر ملکی نے اپنا پورا تعارف کراتے ہوئے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا کیونکہ وہ ایک دیوار پر جمیکا کے صدر کی تصویر اور جمیکا کے قومی جھنڈے کو پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔

"میرا نام پروفیسر ڈم ڈم ہے ۔۔۔ میں نیشنل یونیورسٹی میں جادو کا پروفیسر ہوں" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"جادو کا پروفیسر ۔۔۔ کیا مطلب ۔۔۔ کیا تم جادوگر ہو" ۔۔۔؟ غیر ملکی نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے آگو بانکا یونیورسٹی سے جادو کے مضمون پر ڈاکٹریٹ کیا ہوا ہے ۔۔۔ اس علم کا اصل نام علم مابعدالطبیعات ہے۔ عرف عام میں اسے جادو کہتے ہیں" ۔۔۔ عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا اچھا ۔۔۔ بہرحال میرے لائق کوئی مزید خدمت ہو تو بتایئے میں ایک اہم فائل کا مطالعہ کر رہا ہوں" ۔۔۔ غیر ملکی نے جواب دیا۔ اس کے انداز سے بیزاری جھلکنے لگی تھی۔

"اوہ اچھا ۔۔۔ میرے خیال میں اب مجھے اجازت دیجئے۔ بے حد شکریہ ۔۔۔ اب میری بے چینی دور ہو گئی ہے" ۔۔۔ عمران نے اٹھ کر باقاعدہ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور غیر ملکی نے اس بار کھڑے ہو کر باقاعدہ ہاتھ ملایا اور عمران بڑی بے نیازی سے مڑ کر دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ کمرے سے نکل کر وہ برآمدے میں آیا تو ایک غیر ملکی وہاں موجود تھا۔

"ہو گئی ملاقات" ۔۔۔ اس غیر ملکی نے مسکراتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

"کہاں ہوئی ہے ۔۔۔ بڈھا پٹھے پر ہاتھ ہی نہیں رکھنے دیتا" ۔۔۔ عمران نے قدرے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر وہ پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ غیر ملکی برآمدے میں اطمینان سے کھڑا رہا۔

عمران پھاٹک کی کھڑکی کھول کر باہر نکل آیا۔ اور اطمینان سے سڑک کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس نے ایک بار اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر اپنے ساتھیوں کو مخصوص اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد چوک پر پہنچا تو اس کے ساتھی بھی دوسری سائیڈ سے ہوتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔

"کیا ہوا عمران صاحب" ۔۔۔؟ صفدر نے پوچھا۔

"ابھی کچھ نہیں ہوا ۔۔۔ وہ اپنا تعلق جمیکا سفارت خانے سے بتاتا ہے بہرحال اب سوائے سخت نگرانی کے اور کوئی صورت نہیں ۔۔۔ تم نگرانی

کرو۔ میں جا رہا ہوں" ـــــ عمران نے مختصر لفظوں میں کہا اور پھر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ لیکن وہ اپنی کار کی طرف جانے کی بجائے پیدل ہی آگے بڑھتا گیا۔

چوک سے کچھ دور جانے کے بعد عمران تیزی سے مڑا اور پھر سڑک کراس کر کے وہ ایک زیر تعمیر کوٹھی کی سائیڈ سے ہوتا ہوا پچھلی سڑک کی طرف بڑھنے لگا۔

پچھلی سڑک پر پہنچ کر عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا میک اپ باکس نکالا اور پھر اس کے ہاتھ تیزی سے اپنے چہرے اور بالوں پر چلنے لگے۔ وہ ایک زیر تعمیر عمارت کے ایک بے چھت کے کمرے میں موجود تھا۔

میک اپ کر کے اس نے اپنا کوٹ اتارا اور اسے الٹ کر دوبارہ پہن لیا۔ اب کوٹ کا ڈیزائن اور رنگ بدل چکا تھا۔ پھر وہ باہر نکلا اور تیزی سے راہولا کی کوٹھی کے عقب کی طرف بڑھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کوٹھی کے عقب میں پہنچ گیا۔ چند لمحے وہاں رکنے کے بعد وہ ایک چھوٹی سی دیوار کود کر اندر داخل ہو گیا۔ پھر پائیں باغ سے ہوتا ہوا تیزی سے اصل عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ پائیں باغ کی طرف کوئی آدمی موجود نہ تھا اس لئے وہ اطمینان سے چلتا ہوا اصل عمارت کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں ایک کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ عمران چند لمحے کھڑکی کے نیچے رکا اندر سے آہٹ لیتا رہا۔ پھر وہ اچھل کر کھڑکی کے اندر کود گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جسے خوابگاہ کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ عمران

اس کے دروازے کی طرف بڑھا اور ابھی وہ دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ اسے دوسری طرف سے اسی غیر ملکی کی تیز آواز سنائی دی۔

"میں کہتا ہوں کہ اگر وہ عام سا آدمی تھا تو پھر اسے اس طرح اندر آنے کی کیا ضرورت تھی ـــــ؟ یقیناً وہ کوئی غلط آدمی تھا" ـــــ غیر ملکی غصیلے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"مگر جناب! ـــ وہ یہاں سے نکل کر سیدھا چوک کی طرف گیا اور پھر پیدل ہی آگے بڑھتا چلا گیا ـــ اس کی چال میں بڑا اطمینان تھا اور نہ ہی اس سے کوئی اور آدمی ملا" ـــ ایک اور آواز سنائی دی یہ وہی غیر ملکی تھا جس سے عمران کی ملاقات پھاٹک سے باہر ہوئی تھی۔

"ہونہہ ـــ اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کوئی سنکی آدمی تھا لیکن پھر بھی محتاط رہنا چاہیئے ـــ سفارت خانے کی وجہ سے کوئی بھی چکر چل سکتا ہے" ـــ سفید بالوں والے کی آواز ابھری۔

"ہم پوری طرح محتاط ہیں ـــ ویسے سر! ـــ ایک اور خیال مجھے آ رہا ہے ـــ کہیں یہ سلسلہ ٹاپ راک کا نہ ہو" ـــ اسی غیر ملکی نے کہا۔

"اوہ ٹاپ راک ـــ مگر ہمارا پتہ انہیں کیسے مل سکتا ہے ـــ؟ اور پھر ہمارا کوئی براہ راست تعلق بھی نہیں ہے" ـــ باس کی چونکی ہوئی آواز سنائی دی اور عمران کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تیرنے لگی کہ اصل بات سامنے آ ہی گئی۔

"تعلق تو نہیں ہے ـــ لیکن ہو سکتا ہے کوئی تعلق ٹریس ہو گیا ہو ـــ میرا خیال ہے کہ آپ ٹاپ راک کو اس کی اطلاع دے دیں" ـــ

غیر ملکی نے کہا۔

"ٹھیک ہے ___ میں فون پر کہہ دیتا ہوں" ___ باس نے کہا اور پھر رسیور اٹھانے اور نمبر گھمانے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

عمران نے پوری توجہ نمبر گھمانے کی آواز پر لگا رکھی تھی۔ کم اور زیادہ گھمنے سے نمبروں کو سمجھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ جیسے جیسے نمبر گھومنے کی آواز آتی رہی اس کے ذہن میں نمبر آتے چلے گئے۔

"ہیلو ___ راہولا بول رہا ہوں ___ جیکسن سے بات کراؤ" ___ باس کی آواز سنائی دی۔

"مسٹر جیکسن! ___ میں کے۔ ایچ راہولا بول رہا ہوں ___ آج ایک سنکی سا آدمی میری کوٹھی میں جبراً داخل ہوا ہے ___ وہ مجھ سے مل کر میرے پورے نام کو جاننا چاہتا تھا ___ اپنا نام مسٹر ڈم ڈم بتا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ وہ نیشنل یونیورسٹی میں مابعد الطبیعات کا پروفیسر ہے" ___ باس کی آواز سنائی دی۔

پھر چند لمحے خاموشی رہی۔ شاید باس دوسری طرف سے جیکسن کا جواب سُن رہا تھا۔

"وہ نوجوان سا آدمی تھا" ___ چند لمحوں بعد باس نے جواب دیا اور پھر اس نے عمران کا وہ حلیہ بتانا شروع کر دیا جس میں وہ کوٹھی میں داخل ہوا تھا۔

"میں نے اس لئے فون کیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے چکر میں آیا ہو ___ سفارت خانے کی مجبوریوں سے ہم نے آپ کو ہلٹن روڈ والی کوٹھی دی تھی ___ لیکن پلیز! ___ آپ آئندہ ہم سے کوئی رابطہ نہ رکھیں۔ ورنہ ہم یہاں کے حکام کو اطلاع دے دیں گے" ___ باس کا لہجہ سخت ہو گیا۔ شاید دوسری طرف سے جیکسن نے غصہ دلانے والی بات کی تھی۔

"شکریہ! ___ آپ جو کرتے ہیں وہ آپ کا فعل ہے ___ اور مجھے آپ کے کاموں سے کوئی تعلق نہیں ہے ___ لیکن ہمیں ملوث نہیں ہونا چاہیئے۔ بس میری اتنی درخواست ہے۔ گڈ بائی" ___ باس نے دوسری طرف سے کچھ سننے کے بعد کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھنے کی آواز سنائی دی۔ اور عمران تیزی سے واپس کھڑکی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اب صورت حال واضح ہو گئی تھی اور اصل کلیو بھی مل چکا تھا اس لئے وہ جلد از جلد باہر پہنچنا چاہتا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ کوٹھی کی عقبی دیوار کود کر سڑک پر آیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"احمق ___ خوامخواہ گھبرا رہا ہے" ___ باس نے رسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے غصیلے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کون تھا باس" ___ رچرڈ نے پوچھا۔

"وہ جمیکا سفارت خانے کا ڈپٹی سیکرٹری راہولا ___ کوئی سنکی ان کی کوٹھی میں جبراً داخل ہوا ہے تو مجھے فون کر دیا کہ تمہاری وجہ سے آیا ہے" ___ باس جیکسن نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"مگر ہم سے اس کا کیا تعلق ہے" ___ رچرڈ نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہلٹن روڈ کی ایک کوٹھی ہم نے ان سے حاصل کی تھی پوائنٹ نمبر جسے خالی کر دیا گیا ہے" ___ باس نے جواب دیا۔

"ایسے لوگوں کو فون نمبر آپ نے کیوں دے دیا باس ___ اس طرح تو کسی بھی وقت اس فون نمبر کی وجہ سے کوئی بھی ہم تک پہنچ سکتا

ہے ___ رچرڈ نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

"تم نے مجھے احمق سمجھ رکھا ہے رچرڈ کہ میں نے ہیڈ کوارٹر کا فون نمبر عام کر رکھا ہے ___ یہ فون جدید ترین انداز میں فٹ ہے ___ اس کا نمبر ایک خراب شدہ پبلک بوتھ کا ہے اور اسے کسی طرح بھی چیک نہیں کیا جا سکتا" ___ باس نے کہا اور رچرڈ نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔

"اب مزید کیا پروگرام ہے ___ میرے خیال میں ہمیں اب پوری توجہ مین ٹارگٹ پر رکھنی چاہیئے۔ وہاں ہماری کارکردگی بے حد آہستہ ہے" ___ رچرڈ نے کہا۔

"ہاں! ___ واقعی کام بہت آہستہ ہو رہا ہے ___ لیکن وہ ٹارگٹ اتنا اہم ہے کہ وہاں معمولی سی غلطی بھی بھیانک نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ جب تک وہاں تفصیلی ٹارگٹس پر جدید ترین بم فٹ نہ ہو جائیں معاملہ کسی بھی وقت خراب ہو سکتا ہے" ___ جیکسن نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ رچرڈ کوئی جواب دیتا۔ دروازے کے پٹ کھلے اور ایک غیر ملکی اندر داخل ہوا۔

"مسٹر موشے مقامی آدمی کے میک اپ میں آ گئے ہیں" ___ آنے والے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"کوڈ وغیرہ چیک کر لیا" ___ ؟ باس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"یس باس ___ کوڈ بالکل درست ہیں" ___ نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"او کے! ___ اُسے بھیج دو ___ اور سنو! ___ نگرانی انتہائی سخت کر دو

ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے ہیڈ کوارٹر مشکوک ہو جاتے ——— اُسے چاہئے تھا کہ بغیر میک اپ کے آتا ——— بہرحال اچھی طرح نگرانی کرو" ——— باس نے کہا اور نوجوان سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"واقعی موشے نے مقامی میک اپ میں یہاں آکر زیادتی کی ہے" ——— رچرڈ نے کہا اور اُسی لمحے موشے جمشید آغا کے روپ میں اندر داخل ہوا۔

"ہیلو باس! ——— ہیلو رچرڈ" ——— موشے نے اپنے اصل لہجے میں مخاطب ہو کر کہا۔

"آؤ بیٹھو! ——— یہ بہتر نہ تھا کہ تم یہاں اس مقامی میک اپ میں نہ آتے" ——— باس نے قدرے ناگوار لہجے میں کہا۔

"باس! ——— میں نے بھی ایسا سوچا تھا لیکن پھر مجھ سے ایسا ممکن نہ ہو سکتا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ جہاں میں ہوں ——— وہاں معمولی سی کوتاہی بھی سب کچھ تباہ کر سکتی ہے ——— اس لئے میں بے حد محتاط انداز میں آیا ہوں ——— میں نے گاڑی یہاں سے چار بلاک دُور ایک پبلک پارکنگ میں روکی ہے اور پھر میں مختلف سڑکوں سے گھومتا ہوا اچھی طرح محتاط ہو کر یہاں داخل ہوا ہوں" ——— موشے نے جواب دیا اور رچرڈ اور باس کے بگڑے ہوئے چہرے اس کی بات سُن کر مطمئن ہو گئے۔

"اوہ گڈ" ——— باس نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"باس! ——— نوبل اور مائیکل کے ساتھ کیا ہوا ——— ؟ کیا سیکرٹ سروس ہماری راہ پر لگ گئی ہے" ——— ؟ موشے نے پوچھا۔

"یہ بات نہیں ——— مائیکل تو اپنی حماقت سے مارا گیا ہے۔ اس نے وزیر داخلہ کے قتل کے لئے ایک مقامی آدمی سے کنٹیکٹ کیا اور پھر اس

سے جا کر ملتا رہتا تھا ——— اس مقامی آدمی کی وجہ سے عمران اس کے پوائنٹ پر داخل ہوا۔ اور پھر مجھے پتہ چل گیا ——— میں نے اُسے فوری طور پر قتل کرنے کا کہا ——— لیکن بعد میں پتہ چلا کہ عمران، مائیکل کو ختم کر کے اور اس کے اڈے کے کئی افراد کا خاتمہ کر کے نکل گیا ہے ——— جس پر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ مقامی افراد سے تعلق نہیں رکھنا۔ اور جو کچھ کرنا ہے خود ہی کرنا ہے" ——— باس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس! ——— آپ کا فیصلہ درست ہے ——— لیکن نوبل کو کیا ہوا" ——— ؟ موشے نے پوچھا اور باس نے اُسے سپلائی ڈپو مشن کے بارے میں تفصیل سے بتایا اور موشے نے سر ہلا دیا۔

"لیکن اب مین ٹارگٹ کا کیا ہو گا ——— وہاں ہمیں کم از کم پانچ افراد چاہئیں جو مقامی مزدوروں کے روپ میں ٹارگٹس پر کام کر سکیں اور جدید ترین ریڈیشن بم نصب کریں" ——— موشے نے کہا۔

"اس کے لئے تمہارے ذہن میں کیا پلان ہے ——— ؟ کیا اس کے لئے خورشید کو استعمال نہیں کیا جا سکتا" ——— ؟ باس نے کہا۔

"پہلے تو یہ کام نوبل نے سنبھالا تھا اور میں نے اُسے بتا دیا تھا کہ ایک دو روز میں آئل فیلڈ میں ایک بڑی تقریب ہونے والی ہے جس کے لئے باہر سے مزدور جائیں گے ——— ان مزدوروں میں اس کے آدمی جا کر کام کر سکتے تھے اور اس نے شاید کسی مقامی تنظیم سے رابطہ بھی قائم کر لیا تھا"۔ موشے نے کہا۔

"ہاں! ——— اس نے یہاں کی ایک مقامی تنظیم "وائٹ پرل" کے باس الکارگن سے رابطہ قائم کیا تھا ——— پھر میرے کہنے پر اس نے اس آدمی

کو قتل کرنا چاہا۔ لیکن معلوم ہوا کہ انکل کارگن اچانک کہیں غائب ہو گیا ہے
اس کی اپنی تنظیم اسے تلاش کرتی پھر رہی ہے اور اب تک وہ نہیں مل
سکا" ۔۔۔۔ باس نے جواب دیا۔

" اوہ! ۔۔۔ یہ تو بہت برا ہوا ۔۔۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسے
اغوا کیا گیا ہے ۔۔۔ اور ہو سکتا ہے کہ سیکرٹ سروس اس کی طرف سے
مشکوک ہو گئی ہو" ۔۔۔ موشے نے پریشان لہجے میں کہا۔

" ایسی کوئی بات نہیں ۔۔۔ میں نے مکمل تحقیقات کرا لی ہیں۔ اس
کی ٹیم نے دوسرا باس چن لیا ہے اور ان میں سے کسی کو بھی نوبل کے
اس معاہدے کا علم نہیں ہے" ۔۔۔ باس نے جواب دیا۔

" لیکن اب یہ بیل کیسے منڈھے چڑھے گی باس! ۔۔۔ وہاں آدمی
چاہئیں تاکہ بم نصب ہو سکیں ۔۔۔ میری وہاں پوزیشن ایسی ہے کہ میں
براہ راست یہ کام نہیں کر سکتا" ۔۔۔ موشے نے کہا۔

" تم کوئی پلان بناؤ ۔۔۔ آدمی تو میسر ہو جائیں گے ۔۔۔ ہم سب مل کر
مقامی مزدوروں کے روپ میں وہاں کام کر سکتے ہیں" ۔۔۔ باس نے کہا۔

" باس! ۔۔۔ میری ایک تجویز ہے" ۔۔۔ اچانک خاموش بیٹھا ہوا
رچرڈ بول پڑا۔

" ہاں بتاؤ" ۔۔۔ باس نے چونک کر پوچھا۔

" باس! ۔۔۔ آئل فیلڈ کے لئے جو پلان ہم نے بنایا ہے وہ ایسے حالات
میں مکمل ہونا مشکل ہے ۔۔۔ حکومت اب ہر طرح سے چوکنی ہو چکی ہے
اور مجھے یقین ہے کہ وہاں بھی سیکورٹی کے انتظامات سخت کر دیئے گئے
ہوں گے ۔۔۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سیکرٹ سروس یا انٹیلی کے افراد

وہاں کسی روپ میں پہلے ہی چھپے ہوں" ۔۔۔ رچرڈ نے کہا۔

" ہاں! ۔۔۔ رچرڈ کا آئیڈیا درست ہے ۔۔۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے
منیجنگ ڈائریکٹر نے سپیشل میٹنگ کال کی تھی۔ اس میں اس نے یہی بتایا
ہے کہ حکومت کی طرف سے حفاظتی انتظامات انتہائی سخت کر دینے
کے احکامات موصول ہوئے ہیں ۔۔۔ اور اب ہر آدمی اور ہر چیز کی سختی
سے چیکنگ کی جائے گی" ۔۔۔ موشے نے جواب دیا۔

" ایسی صورت میں باس ۔۔۔ ایک آدمی کے بھی چیک ہو جانے کی صورت
میں ہمارا تمام پلان مکمل طور پر فیل ہو جائے گا" ۔۔۔ رچرڈ نے اپنی بات کی
تائید ہونے پر پرجوش لہجے میں کہا۔

" تو پھر تمہارے ذہن میں کیا تجویز آئی ہے" ۔۔۔ باس نے پوچھا۔

" میرا خیال ہے لمبی پلاننگ کی بجائے اگر سپلائی ڈپو کی طرح کا اندھا حملہ
کیا جائے تو ہم اپنا مشن آسانی سے پورا کر سکتے ہیں ۔۔۔ اگر مکمل طور پر نہیں
تو کم از کم اس حد تک ضرور کہ پاکیشیا دو تین سال پیچھے چلا جائے گا اور ہمیں
فی الحال ضرورت بھی اتنی ہی ہے کہ ہمارا اسکنگ پلان مکمل ہو جائے" ۔۔۔
رچرڈ نے کہا۔

" لیکن رچرڈ! ۔۔۔ اندھے اقدام سے ہم اتنا بڑا ٹارگٹ ہٹ نہیں کر سکتے
اول تو اندھے اقدام سے ہم اصل ٹارگٹ کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتے۔
ہٹ کرنا تو بعد کی بات ہے" ۔۔۔ موشے نے سخت لہجے میں جواب
دیتے ہوئے کہا۔

" سنو تو سہی ۔۔۔ اس کے لئے ہم کنٹرولڈ خورشید کو استعمال کر سکتے
ہیں ۔۔۔ وہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہے ۔۔۔ وہ ہر جگہ آسانی سے آجا سکتا

ہے اور پھر الیکٹرک انجنیئر کے طور پر تم وہاں کے سب سے حساس مرکز میں موجود ہو ___ کم از کم دو تین اہم مقامات پر انتہائی طاقتور بم رکھے جا سکتے ہیں۔ خورشید کے ذریعے یہ بم اندر پہنچائے جائیں" ___ رچرڈ نے پلان بتلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ___ ایسا ہو تو سکتا ہے ___ خورشید کو ہم آسانی سے استعمال کر سکتے ہیں" ___ موشے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے ___ تم اس سلسلے میں ہمیں سوچ کر بتاؤ کہ خورشید کے ذریعے کہاں کہاں ٹارگٹ ہٹ کئے جا سکتے ہیں ___ اور اس سلسلے میں مکمل تفصیلات طے کر لی جائیں تو بہتر ہے تاکہ اس ٹارگٹ کو جلد از جلد ہٹ کر کے ہم یہاں سے نکل جائیں" ___ باس نے کہا اور موشے نے سر ہلاتے ہوئے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور پھر وہ تینوں سر جوڑ کر مشن کی تفصیلات طے کرنے میں مصروف ہو گئے۔

"یہ کون صاحب تھے جو اس طرح میٹنگ سے ڈر رہے تھے ___؟" ٹائیگر نے خورشید سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ جس نے ابھی ابھی بات کر کے ریسیور رکھا تھا۔

"ارے یہ ہمارے چیف الیکٹرک انجنیئر جمشید آغا ہیں ___ ویسے پہلی بار اس نے ایسی بات کی ہے۔ شاید ذہنی طور پر پریشان ہو گا" ___ خورشید نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ٹائیگر ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آئل فیلڈ میں خورشید کے پاس پہنچا تھا۔ پہلی چوکی سے اس نے خورشید سے رابطہ قائم کیا تھا اور اس کی خصوصی اجازت سے اسے دفتر تک پہنچنے دیا گیا تھا۔ اور وہ خورشید کے دفتر میں جا کر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ فون آ گیا تھا۔

"چیف الیکٹرک انجنیئر ___ کیا یہ کوئی نیا آدمی ہے" ___ ٹائیگر نے پوچھا۔

"ارے نہیں ___ سنیئر موسٹ آدمی سے ___ اچھا چھوڑو ___ یہ بتاؤ آج ادھر کیسے آنا ہوا" ___ خورشید نے گھنٹی کے بٹن پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ ٹائیگر کوئی جواب دیتا۔ دروازے پر چپڑاسی نمودار ہوا۔

"دو پیپسی لاؤ" ___ خورشید نے چپڑاسی سے مخاطب ہو کر کہا اور چپڑاسی سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔

"بس ویسے ہی خیال آ گیا تھا ___ میں نے سوچا کہ کئی دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی۔ پوچھ ہی آؤں کہ آجکل میرے دوست کو کیا ہو گیا ہے" ___ ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے ہونا کیا ہے ___ بس مصروفیت کی وجہ سے وقت ہی نہیں نکال سکا ___ یار! کیا بتاؤں۔ ایک واقعہ ایسا ہوا ہے کہ مجھے آج تک اس پر افسوس ہے ___ میں نے بعد میں کوشش بھی کی کہ اس کی تلافی کر دوں۔ لیکن وہ تو اب گھاس بھی نہیں ڈالتی ___ بس چانس ملا تھا نکل گیا ہاتھ سے" ___ خورشید نے بڑے اوباشانہ انداز میں کہا۔ اسی لمحے چپڑاسی دوبارہ اندر داخل ہوا۔ اس نے سلور ٹرے میں پیپسی کی دو بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ قریب آ کر اس نے میز کی دراز سے دو ٹیبل میٹ نکال کر ایک خورشید اور ایک ٹائیگر کے سامنے رکھا اور پھر ایک ایک بوتل اس نے دونوں کے سامنے رکھی اور خالی ٹرے لئے واپس کمرے سے باہر نکل گیا۔

"کس کی بات کر رہے ہو دوست! ___ کون گھاس نہیں ڈالتی؟"

ٹائیگر نے پوچھا۔

"ارے ایکریمیا سفارت خانے کے ٹیکنیکل اتاشی مسٹر رچرڈ کی پرسنل سیکرٹری مس ٹریسی کی بات کر رہا ہوں ___ بڑی ظالم چیز ہے وہ ___ یوں سمجھو کہ اُسے دیکھتے ہی زاہد خشک بھی نوجوان ہو جاتے۔ وہ پرانی شراب پینے کی شوقین تھی ___ میں نے اُسے رات اپنے پاس ٹھہرنے کی دعوت دے ڈالی تاکہ میں اسے انتہائی پرانی شراب پلاؤں" ___ خورشید نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

"اور وہ ٹھہر بھی گئی ہو گی ___ اور تم نے اُسے شراب بھی پلا دی ہو گی پھر چانس ضائع ہونے کا کیا مطلب" ___؟ ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے یہی تو غضب ہوا ___ وہ ٹھہر بھی گئی۔ میں نے اُسے شراب پلائی۔ لیکن نجانے میرے ساتھ کیا ہوا کہ میں نے ایک جام ہی پیا تھا کہ بس فیوز اُڑ گیا ___ پھر صبح ہی آنکھ کھلی ___ یار بڑی شرمندگی اٹھانی پڑی ___ اتنی شرمندگی کہ بس پوچھو نہیں" ___ خورشید نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"تو پھر دوبارہ دے ڈالنی تھی دعوت" ___ ٹائیگر نے کہا۔

"میں نے تو بڑی کوشش کی۔ لیکن وہ مانی ہی نہیں ___ مگر میں بھی ضد کا پکا ہوں ___ ایک روز راضی کر ہی لونگا" ___ خورشید نے بوتل سپ کرتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن یار! ___ تمہیں ہوا کیا تھا ___؟ تم تو عادی مجرم ہو پینے پلانے کے" ___؟ ٹائیگر نے پوچھا۔

"یار! ___ سچ پوچھو تو مجھے آج تک اس بات کی سمجھ نہیں آئی ___ میں تو گھڑے پی کر بھی ڈکار نہ لینے والوں میں سے ہوں ___ لیکن اس روز ایک ہی جام کے بعد ٹُن ہو گیا ___ نجانے کیا ہوا تھا مجھے ___ اور غضب یہ ہوا کہ صبح بھی دیر سے جب آنکھ کھلی تو مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا دماغ کام نہیں کر رہا ___ بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا اس روز ایک اور غضب ہوا کہ ایک ایمرجنسی میٹنگ تھی اس لئے میں اُسے چھوڑنے بھی نہ جا سکا تھا ___ چنانچہ میں نے جمشید آغا کی منت سماجت کی ___ وہ بیچارہ رات کی ڈیوٹی دے کر آیا تھا۔ میری منت سماجت پر اُسے چھوڑنے چلا گیا" ___ خورشید نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"پھر تو جمشید آغا نے راستہ سیدھا کر لیا ہو گا" ___ ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے یار! ___ راستے کے ذکر پر مجھے یاد آیا۔ اور میں اکثر یہ بات سوچ کر حیران ہوتا ہوں۔ اُس روز جب میں ڈیوٹی دے کر واپس اپنی رہائش گاہ پر گیا تو وہاں جمشید آغا پہلے سے موجود تھا۔ اور پھر پتہ ہے اس نے مجھے کیا کہا" ___ خورشید نے بڑے پُراسرار انداز میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں ایسی دلچسپی کی چمک اُبھر آئی تھی کہ جیسے وہ کوئی نہایت ہی عجیب چیز بتانے والا ہو۔

"کیا ہو سکتا ہے ___ ظاہر ہے تم سے گلہ کیا ہو گا کہ اتنی خوبصورت ٹریسی کو کیوں جانے دیا" ___ ٹائیگر نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"ارے نہیں! ___ وہ مجھے کہنے لگا کہ مجھے میری رہائش گاہ پر چھوڑ آؤ" ___ خورشید نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا اس کی رہائش گاہ بہت دُور تھی" ___ ٹائیگر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ارے یہی تو حیرت کی بات ہے ___ اس کی رہائش گاہ میری رہائش گاہ سے تقریباً بیس پچیس قدم دُور ہو گی" ___ خورشید نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ___ واقعی یہ تو عجیب بات ہے ___ پھر تو تم کار پر اُسے چھوڑ آئے ہو گے" ___ ٹائیگر نے کہا۔

"اب مجھے یاد نہیں ___ شاید کار پر ہی چھوڑ آیا ہوں گا ___ بہرحال چھوڑو اور سناؤ۔ آج رات کوئی جشن وشن کا پروگرام بنتا ہے" ___ خورشید نے اکتاتے ہوئے انداز میں موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہ ٹریسی پر ہی کوشش کی جائے" ___ ٹائیگر نے کہا۔

"وہ کیسے ___ وہ تو ملتی ہی نہیں" ___ خورشید نے چونکتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں یکلخت چمک اُبھر آئی تھی۔

"ارے ہم سے بات کرو ___ کیسے نہیں ملتی۔ جب چاہو ملوا دوں" ___ ٹائیگر نے بڑے بااعتماد لہجے میں کہا۔

"اچھا! ___ اوہ! اگر ایسا ہو جائے تو یار مزہ آ جائے ___ کیا وہ تمہاری واقف ہے" ___ خورشید نے کہا۔

"ایسی ویسی ___ بڑی دُور تک کی دوستی ہے ___ بہرحال تمہارا کام ہو جائے گا۔ بے فکر رہو" ___ ٹائیگر نے کہا اور خورشید کے چہرے پر یکلخت مسرت کے آثار طاری ہو گئے۔

"پھر آج رات ہو جائے پروگرام" ___ خورشید نے بڑے بے چین

لہجے میں کہا۔

"ہاں بے شک ــــ لیکن دوست! ــــ تم نے جمشید آغا والی بات بتا کر مجھے مشکوک کر دیا ہے ــــ اس کے بال سنہرے تو نہیں" ــــ؟ ٹائیگر نے کہا۔

"سنہرے ــــ نہیں تو۔ عام سے سیاہ بال ہیں۔ کیوں" ــــ خورشید نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"سنہری بال ٹرلیسی کی کمزوری ہے ــــ دو ہفتے سے اس سے ملاقات نہیں ہوئی ــــ اس لئے میں سوچ رہا تھا کہ کہیں جمشید آغا نے اسے چکر میں نہ لے لیا ہو" ــــ ٹائیگر نے کہا۔

"ارے نہیں! ــــ وہ ایسا آدمی نہیں ہے ــــ جب میں نے اسے بھیجا تھا تو مجھے یقین تھا کہ وہ دیر گئے آئے گا۔ لیکن وہ تو دوپہر کو ہی واپس آ گیا۔ حالانکہ وہ بتا رہا تھا کہ ٹرلیسی نے دلچسپی لی تھی بس لیکن وہ ٹال گیا" ــــ خورشید نے جواب دیا۔

"جمشید آغا کے ساتھ جانے کی بات تم نے خود سوچی تھی ــــ یا ٹرلیسی نے کہا تھا" ــــ؟ ٹائیگر نے پوچھا۔

"ٹرلیسی نے ــــ مجھے یاد نہیں ــــ شاید کہا ہو۔ لیکن وہ تو جمشید آغا سے واقف ہی نہیں تھی۔ پھر کیسے کہہ سکتی تھی ــــ میں نے ہی سوچا ہوگا ــــ بہرحال مجھے یاد نہیں ــــ لیکن یہ تم پولیس والوں کے سے انداز میں جرح کیوں کر رہے ہو" ــــ؟ خورشید نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"دوست! ــــ ایک بات بتاؤ ــــ ذرا سوچ کر بتانا ــــ جب سے میں

تا ہوں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ تم اکثر ذہنی طور پر غائب ہو جاتے ہو۔ حالانکہ پہلے ایسا نہیں تھا ــــ کیا کوئی پریشانی ہے" ــــ؟ ٹائیگر نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

خورشید چند لمحے تو حیرت سے ٹائیگر کو دیکھتا رہا۔ پھر اس کے چہرے پر سنجیدگی آتی گئی۔

"تم نے بڑا عجیب سوال پوچھا ہے ــــ تم نے محسوس کیا ہے کہ میں ذہنی طور پر غائب ہو جاتا ہوں" ــــ خورشید نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! ــــ محسوس کیا ہے تو پوچھ رہا ہوں ــــ ایسا کسی خاص پریشانی کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے" ــــ ٹائیگر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"پریشانی تو مجھے کوئی نہیں ــــ ہر چیز معمول کے مطابق چل رہی ہے لیکن اب تم نے پوچھا ہے تو یہ بات میں بھی محسوس کر رہا ہوں کہ کبھی کبھی میرا ذہن بلینک ہو جاتا ہے اور پھر مجھے بالکل یاد نہیں رہتا کہ اس عرصہ میں کیا ہوا ہے" ــــ خورشید نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر غور و فکر کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"اوہ! ــــ تمہاری یہ حالت اس وقت سے ہوئی ہوگی جب سے ٹرلیسی کو تم نے پرانی شراب پلائی ہوگی" ــــ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم ہنس رہے ہو ــــ اڑا لو مذاق ــــ لیکن یار واقعی بات ایسی ہی ہے تب سے ہی میں غائب دماغ ہونے لگ گیا ہوں" ــــ خورشید نے کہا اور پھر اچانک ٹیلیفون کی گھنٹی بجی تو اس نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس خورشید سپیکنگ" ــــ خورشید نے کہا۔

"میٹنگ کا وقت ہو گیا ہے سر ــــ ڈرائیور کار لئے تیار ہے" ــــ

دوسری طرف سے پی۔ اے کی آواز سنائی دی۔

"اوہ اچھا ــــ ٹھیک ہے ــــ مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ ٹھیک ہے میں آرہا ہوں" ــــ خورشید نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر رسیور رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"یار میٹنگ ہے اور میری شرکت ضروری ہے ــــ وہ جشن ــــ" خورشید نے کہا۔

"تو آجاؤ ــــ کسی بھی وقت آجاؤ ــــ ہو سکے تو میٹنگ کے بعد ہی آجاؤ ــــ خوب تفریح رہے گی" ــــ ٹائیگر نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ــــ میں ڈیوٹی کے بعد آجاؤں گا ــــ مگر بات بالکل پکی ہونی چاہیے" ــــ خورشید نے کہا۔

"پہلے کبھی وعدہ خلافی ہوئی ہے ــــ یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ پھر کس وقت پہنچو گے" ــــ؟ ٹائیگر نے پوچھا۔

"پانچ بجے پہنچ جاؤں گا ــــ کہاں ملاقات ہوگی" ــــ؟ خورشید نے کہا۔

"تم ہوٹل میلارڈ آجاؤ ــــ میں اور ٹریسی وہاں تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے ــــ پھر وہاں سے کسی بھی ایسی جگہ چلیں گے جہاں تم ٹریسی کو اطمینان سے پرانی شراب پلا سکو" ــــ ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا

"گڈ! ــــ یہ بات ہوئی نا ــــ ٹھیک ہے" ــــ خورشید نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ دونوں ہنستے ہوئے باہر آگئے۔

خورشید ٹائیگر سے مصافحہ کر کے اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ جب کہ ٹائیگر نے اپنی کار کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور تھوڑی دیر بعد وہ چیک پوسٹیں

کراس کرتا ہوا شہر کی طرف جانے والی سڑک کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک خیال بار بار گونج رہا تھا اور وہ پہلی فرصت میں کسی نزدیکی پبلک فون بوتھ تک پہنچ کر اس خیال کو عمران تک منتقل کرنا چاہتا تھا۔



عمران نے کار میں بیٹھنے سے پہلے اپنے ساتھیوں کو مخصوص اشارہ کیا اور جب وہ اس کے قریب پہنچے تو اس نے نگرانی ختم کرنے اور انہیں واپس اپنے اپنے فلیٹوں میں جانے کی ہدایت کی اور پھر خود کار لئے وہ واپس دانش منزل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کار کو باہر برآمدے کے پاس روک کر آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو وہاں موجود تھا۔

"کیا ہوا بلیک زیرو ــــ کوئی بات بنی" ــــ؟ عمران نے اندر جاتے ہی بلیک زیرو سے پوچھا۔

"ہاں! ــــ ڈاکٹر تصدق نے ایکسٹو کا نام سنتے ہی فوراً مجھے وقت دے دیا اور پھر اس نے اس کاغذ پر غور کرنا شروع کر دیا۔ اس نے کافی دیر تک مختلف

کتابیں بھی دیکھیں اور خاصی عرق ریزی کرتا رہا ۔۔۔ اس کے بعد اس نے یہی نتیجہ نکالا کہ یہ کسی چیز کا نقشہ ہے ۔۔۔ نمبرز کے متعلق اس نے یہی فیصلہ کیا کہ یہ فون نمبرز ہیں۔ لیکن یہ نمبرز ڈائرکٹری میں چیک کیے گئے تو کوئی کسی رہائش گاہ کا تھا ۔۔۔ کوئی کسی تاجر کا ۔۔۔ اور کوئی کسی دکان کا تھا" ۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ بات نہیں بنی" ۔۔۔ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"انہوں نے یہی پیغام دیا ہے کہ وہ اس پر مزید غور کریں گے ۔۔۔ کاغذ انہوں نے رکھ لیا ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ کرتا ہے غور" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔ دراصل ٹائیگر نے انکل کارگن کی جیب سے جو کاغذ نکالا تھا۔ وہ جب دانش منزل پہنچا تو عمران نے اس پر بذاتِ خود بہت غور کیا لیکن کوئی بات اس کے پلے نہ پڑی تو اس نے بلیک زیرو کو بطور ایکسٹو کے نمائندے کے ڈاکٹر تصدق کے پاس بھیج دیا۔ ڈاکٹر تصدق کوڈ اور نقشے وغیرہ کے سمجھنے میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ اس لیے عمران نے سوچا کہ شاید وہ کسی نتیجے پر پہنچ جائے لیکن اب بلیک زیرو بتا رہا تھا کہ بات بنی نہیں۔

عمران نے سر جھٹکتے ہوئے فون اپنی طرف کھسکایا اور پھر اس کا رسیور اٹھا کر اس نے وہ نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے جن کا اس نے راہولا کو ڈائل کرتے ہوئے اندازہ لگایا تھا۔ چند لمحے گھنٹی بجنے کے بعد دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا۔

"یس ۔۔۔ سنٹرل اسٹاک ایکس چینج" ۔۔۔ دوسری طرف سے ایک

بھاری سی آواز سنائی دی اور عمران سنٹرل اسٹاک ایکسچینج کا نام سنتے ہی چونک پڑا۔

"مسٹر جیکسن سے بات کرائیے" ۔۔۔ عمران نے فوراً ہی راہولا کا لہجہ اپناتے ہوئے کہا۔

"کون صاحب بول رہے ہیں" ۔۔۔؟ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"آپ بات تو کرائیں ۔۔۔ انہیں کہیں کہ کے۔ ایچ راہولا بات کرنا چاہتا ہے" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"سوری مسٹر راہولا! ۔۔۔ یہاں اسٹاک ایکسچینج میں کوئی مسٹر جیکسن نہیں ہیں" ۔۔۔ دوسری طرف سے فوراً ہی کہا گیا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ ۔۔۔ میری بات کرائیں ۔۔۔ یہ ان کے فائدے کی بات ہے ۔۔۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے ان سے بات کی ہے"۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں درست کہہ رہا ہوں جناب! ۔۔۔ اسٹاک ایکسچینج میں کوئی مسٹر جیکسن نہیں ہیں ۔۔۔ آپ کو غلط بتایا گیا ہے۔ سوری" ۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

عمران کے چہرے پر الجھن کے تاثرات ابھر آئے۔ اُسے یقین تھا کہ اس نے نمبر صحیح ڈائل کیے ہیں اور یہ وہی نمبر ہیں جو مسٹر راہولا نے ڈائل کیے تھے۔ پھر جیکسن سے بات کیوں نہیں ہوئی۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اس نے کریڈل دبا کر دوبارہ وہی نمبر ڈائل کیے۔ لیکن اس بار ٹون فون خراب ہونے کی سنائی دینے لگی۔ عمران چند لمحے غور سے ٹون کو سنتا رہا۔

پھر اس نے کریڈل دبا کر انکوائری سپروائزر کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے
"یس انکوائری سپروائزر سر" ___ دوسری طرف سے رسیور اٹھتے ہی کہا گیا۔

"سپرنٹنڈنٹ فیاض فرام سنٹرل انٹیلی جنس سپیکنگ" ___ عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ وہ ایسے مواقع پر ایکسٹو کی بجائے سپرنٹنڈنٹ فیاض کا نام ہی استعمال کرتا تھا۔

"یس سر" ___ دوسری طرف سے فوراً ہی مؤدبانہ لہجے میں پوچھا گیا۔

"ایک نمبر نوٹ کرو۔ سکس۔ سیون۔ تھری۔ فور۔ فائیو ___ نوٹ کر لیا" ___؟ عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"یس سر۔ سکس۔ سیون۔ تھری۔ فور۔ فائیو" ___ سپروائزر نے نمبر دوہراتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ___ مجھے بتاؤ کہ یہ نمبر کس کا ہے ___ اور کیا یہ انگیج ہے۔ یا خراب ہے ___؟ اگر خراب ہے تو کس وقت خراب ہوا ہے ___؟ جلدی" ___ عمران نے کہا۔

"سر! ___ یہ نمبر تو پبلک فون بوتھ نمبر ایک سو بارہ کا ہے ___ جو گزشتہ کئی ماہ سے ڈسکنکٹ کر دیا گیا ہے ___ وہاں کالز نہیں ہوتی تھیں۔ اس لئے اُسے بیکار سمجھ کر ختم کر دیا گیا ہے اور ابھی تک یہ نمبر کسی کو الاٹ نہیں کیا گیا" ___ سپروائزر نے فوراً ہی جواب دیا۔

"کیا تمہیں یقین ہے ___؟ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے اس نمبر پر بات کی ہے ___ تم کہہ رہے ہو کہ یہ نمبر کئی ماہ سے ڈسکنکٹ ہے" ___ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سر ___ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس نمبر پر بات ہوئی ہو ___ میں سپروائزر ہوں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے ___ ویسے اگر آپ کہیں تو میں مزید تسلی کر لیتا ہوں" ___ سپروائزر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں تسلی کر لو اچھی طرح ___ یہ اہم محکمانہ مسئلہ ہے۔ غلطی نہیں ہونی چاہیئے" ___ عمران نے فیاض کے سے انداز میں کہا۔

اور پھر چند لمحوں بعد سپروائزر کی آواز دوبارہ سنائی دی۔

"سر" ___ سپروائزر نے کہا۔

"یس بولو" ___ عمران نے کہا۔

"سر! ___ میں نے پوری طرح تسلی کر لی ہے ___ یہ نمبر کئی ماہ سے ڈسکنکٹ ہے اور اس پر بات نہیں ہو سکتی" ___ سپروائزر نے جواب دیا۔

"اچھا سنٹرل اسٹاک ایکسچینج کا کیا نمبر ہے" ___؟ عمران نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"سنٹرل اسٹاک ایکسچینج ___ سر نوٹ فرمائیں ___ سیون۔ تھری۔ ون۔ تھری۔ ون" ___ سپروائزر نے جواب دیا۔

"اوکے ___ تھینک یو" ___ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"عجیب چکر ہے ___ اس بار تو مجرم مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے جا رہے ہیں ___ جو کلیو بھی ملتا ہے وہ بیکار ثابت ہوتا ہے" ___ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے رسیور اٹھا کر سپروائزر کے اسٹاک ایکسچینج کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"سنٹرل اسٹاک ایکسچینج پلیز" ___ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف

سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"مسٹر جیکسن سے بات کراؤ — میں کے۔ ایچ۔ راہولا بول رہا ہوں"۔ عمران نے ایک بار پھر راہولا کے لہجے میں کہا۔

"مسٹر جیکسن — مگر اس نام کا کوئی فرد اسٹاک ایکس چینج میں کام نہیں کرتا سر" — دوسری طرف سے جواب ملا۔

"اچھا۔ تھینک یو" — عمران نے ڈھیلے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کے ساتھ قدرے کبیدگی کے آثار بھی نمایاں تھے۔

"ہوا کیا عمران صاحب" — بلیک زیرو نے عمران کو اس طرح کبیدہ دیکھ کر پوچھا اور عمران نے اُسے تنویر کے پہلے کلیو سے لیکر راہولا کی بات چیت تک بتا دیا۔

"اور اب وہ نمبر ڈیڈ ہے — واقعی مسئلہ ٹیڑھا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مجرم ہر کلیو ختم کرتے جا رہے ہیں" — بلیک زیرو نے پریشان لہجے میں کہا۔

"نہ صرف کلیو ختم کرتے جا رہے ہیں — بلکہ وہ جدید ترین آلات استعمال کر رہے ہیں — میرا خیال ہے مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ دوسری طرف سے شاید جیکسن خود بول رہا تھا اور راہولا تو اس کی آواز پہچانتا تھا۔ جب کہ میں نے اُسے نہیں پہچانا۔ اس پر وہ مشکوک ہو گیا اور اس نے نہ صرف رابطہ ختم کر دیا بلکہ نمبر ہی ڈیڈ کر دیا" — عمران نے کہا۔ اس وقت اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی طاری تھی۔

"لیکن کیسے ختم کر دیا — کیا وہ پبلک فون بوتھ سے بول رہا تھا" — ؟

بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یہ بات نہیں — میں نے سُنا ہے کہ یورپ میں ایسے آلات ایجاد کر لئے گئے ہیں کہ کسی بھی نمبر کو اس سے کنکٹ کئے بغیر استعمال کیا جا سکتا ہے — میرے خیال میں مجرموں نے اس قسم کے آلے کو استعمال کیا ہے اس کے لئے انہوں نے وہ نمبر استعمال کیا جو پبلک فون بوتھ کا تھا اور کافی عرصے سے ڈسکنکٹ پڑا تھا۔ اس طرح وہ فون نمبر کی وجہ سے ٹریس نہ ہو سکتے تھے — اور پھر مجھ سے مشکوک ہو کر اس نے اس نمبر سے ہی کنکشن ختم کر دیا" — عمران نے جواب دیا اور بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا جیسے بات اس کی سمجھ میں آگئی ہو۔

اُسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو" — عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"میں ٹائیگر بول رہا ہوں سر — عمران صاحب سے بات کرنی تھی سر" — دوسری طرف سے ٹائیگر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"عمران سے اس وقت رابطہ نہیں ہے — پیغام دے دو" — عمران نے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔ وہ جان بوجھ کر ٹال گیا تھا تاکہ ٹائیگر کو یہ شک نہ ہو سکے کہ عمران اور ایکسٹو ایک ہی شخصیت کے دو رُوپ ہیں

"سر! — عمران صاحب نے میری ڈیوٹی آئل فیلڈ پر لگائی تھی۔ میں آج وہاں گیا تھا۔ وہاں اسسٹنٹ ڈائریکٹر خورشید سے ملاقات ہوئی — مجھے وہ قدرے مشکوک محسوس ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں عمران صاحب سے بات کرنی تھی" — ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تم کہاں سے بول رہے ہو" — ؟ عمران نے پوچھا۔

"سر ایک پبلک فون بوتھ سے بول رہا ہوں"۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم اپنے ہوٹل چلے جاؤ۔۔۔ عمران سے رابطہ قائم ہوتے ہی اسے پیغام دے دیا جائیگا۔۔۔ وہ تم سے خود ہی بات کر لے گا"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"بہتر سر"۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

اور پھر عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"طاہر! ۔۔۔ ہمارے ریکارڈ میں آئل فیلڈ اور آئل ریفائنری کے سکیورٹی انتظامات کی فائل موجود ہے"۔۔۔؟ عمران نے رسیور رکھتے ہی سامنے بیٹھے ہوئے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی ہاں! ۔۔۔ سرکاری طور پر یہ فائل ہمیں بھجوائی گئی تھی"۔۔۔ بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ اٹھ کر ریکارڈ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد اس نے ایک فائل لا کر عمران کو دے دی اور عمران نے فائل کھول کر اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔

"وہ کاغذ جو تم ڈاکٹر تصدق کو دے آئے ہو۔ اس کی نقل ہے"۔۔۔؟ فائل کا مطالعہ کرتے کرتے اچانک عمران نے چونک کر پوچھا۔

"جی ہاں! ۔۔۔ اصل کاغذ ہے۔۔۔ ڈاکٹر تصدق کو میں نے کاپی دی تھی"۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔ اور میز کی دراز کھول کر کاغذ نکالا اور عمران کے سامنے رکھ دیا۔

فائل میں آئل فیلڈ اور آئل ریفائنری اور پائپ لائنز کا تفصیلی نقشہ بھی موجود تھا۔ عمران اس نقشے کو دیکھ رہا تھا اور پھر دو تین بار کاغذ اور اس

نقشے کا معائنہ کرنے کے بعد وہ یکلخت چونک کر سیدھا ہو گیا۔

"اوہ تو یہ مسئلہ ہے۔۔۔ اوہ یہ تو انتہائی سنگین صورت حال ہے"۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"کیا ہوا"۔۔۔؟ بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا اور عمران نے ایک طرف پڑی سرخ رنگ کی پنسل اٹھائی اور پھر اس نے فائل میں موجود نقشے پر کاغذ پر سے دیکھ دیکھ کر نشانات لگانے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد وہ سارے نشانات بالکل اسی انداز میں نقشے پر ابھر آئے جس انداز میں انہیں کاغذ پر دکھایا گیا تھا۔ عمران چند لمحے غور سے نقشے کو دیکھتا رہا پھر اس نے فائل والا نقشہ اٹھا کر بلیک زیرو کے سامنے رکھ دیا۔

"دیکھو۔۔۔ یہ جو نشانات کاغذ پر ہیں۔۔۔ یہ آئل فیلڈ۔ ریفائنری اور پائپ لائنز کے حساس اور اہم حصوں کی نشاندہی نہیں کرتے"۔۔۔؟ عمران نے کہا اور بلیک زیرو نے چونک کر نقشے اور کاغذ کا موازنہ کرنا شروع کر دیا۔

"اوہ عمران صاحب واقعی۔۔۔ بالکل ایسا ہی ہے۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ کاغذ کوئی کوڈ نہیں ہے بلکہ ان جگہوں کی نشاندہی ہے جو اس پورے پلانٹ کے اہم ترین حصے ہیں"۔۔۔ بلیک زیرو نے تشویش سے پر لہجے میں کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ بالکل اب بات واضح ہو گئی ہے۔۔۔ ہم خوامخواہ اسے کوئی کوڈ سمجھ کر مغز ماری کرتے رہے۔۔۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں ڈاکٹر تصدق بھی کیا کرتا"۔۔۔ عمران نے کہا۔

"واقعی۔۔۔ یہ تو ٹائیگر کے فون پر آپ کو خیال آیا۔ ورنہ یہ مسئلہ تو

بڑا ٹیڑھا ہو جاتا" ـــــ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

" دراصل میں دہشت پسندانہ کارروائیوں کے چکر میں رہا۔ حالانکہ ٹائیگر نے انکل کارگن کے الفاظ بتائے تھے ـــ اس لحاظ سے بات واضح تھی۔ اور پھر یہ کاغذ بتا رہا ہے کہ معاملہ انتہائی سنگین ہے اور اب صورتحال کا نقشہ اس طرح بنتا ہے کہ اندھا دھند دہشت پسندانہ کارروائیوں کا اصل مقصد یہی ہے کہ سب کی توجہ آئل فیلڈ سے ہٹائی جائے اور مجرم اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب رہے ہیں" ـــــ عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی پھیل گئی تھی۔

" اوہ! ـــ تو کیا آپ کا مطلب ہے کہ مجرم آئل فیلڈ۔ آئل ریفائنری اور پائپ لائنز تباہ کرنا چاہتے ہیں" ـــــ بلیک زیرو نے بے اختیار آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

" اب تو یہی ظاہر ہوتا ہے ـــ اور جہاں تک میرا آئیڈیا ہے یہ نشانات بتا رہے ہیں کہ مجرموں کا مقصد ان سب پوائنٹس کو تباہ کرنے اس کے لئے شاید انہوں نے انکل کارگن کا تعاون حاصل کیا ہوگا کر وہ اپنے آدمی دے اور اسی لئے انکل کارگن اسے بہت بڑا کام بتا رہا تھا" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" اوہ! ـ اگر ایسی بات ہے تو یہ تو عظیم تباہی ہوگی ـ پاکستان کی تاریخ کی عظیم ترین تباہی" ـــــ بلیک زیرو نے خوف سے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔

" عمران کی زندگی میں ایسا ہونا ناممکن ہے طاہر" ـــ عمران نے سرد لہجے میں کہا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے ٹائیگر کے نمبر ڈائل کرنے

ع کر دیئے۔

ٹائیگر" ـــــ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز دی۔

عمران بول رہا ہوں ـ کیا رپورٹ ہے" ـــ ؟ عمران نے سپاٹ میں کہا۔

اور پھر ٹائیگر نے جواب میں خورشید کے ساتھ ہونے والی تمام بات چیت بتانے کے بعد کہا۔

مجھے شک پڑ رہا ہے عمران صاحب! ـــ کہ مس ٹریسی نے خورشید ساتھ کوئی چکر چلایا ہے ـــــ ورنہ خورشید ایسا آدمی نہیں ہے کہ ایک پیگ پی کر ساری رات پڑا سوتا رہے۔ جبکہ ٹریسی جیسی عورت اس کے ہا ہو۔ اور پھر اس کی غائب دماغی۔ اور پھر جمشید آغا کا مسئلہ ہے۔ چیف الیکٹرک انجینئر ہے ـــ سینئر ملازم ہے اور میٹنگ میں جاتے ہوئے رہا ہے ـــ اور خاص طور پر اس کا یہ کہنا کہ خورشید اُسے اس کی رہائش گاہ چھوڑ آئے جب کہ بقول خورشید کے اس کی رہائش گاہ بیس پچیس قدم دور ہے ـــــ ٹائیگر نے کہا۔

بہت خوب ٹائیگر! ـــ تم واقعی اب میرے شاگرد بنتے جا رہے ہو ـــ تمہارا ذہن اب صحیح معنوں میں اچھے سیکرٹ ایجنٹوں کی طرح کرنے لگا ہے ـــــ تمہارا شک بالکل درست ہے۔ کوئی بہت گڑبڑ ہو رہی ہے۔ بہر حال میں دیکھ لونگا ـــــ تم ایسا کرو کہ خورشید رہائش منزل پہنچا دو ـــ میں اُسے اچھی طرح چیک کر لونگا۔ میرا خیال ہے کہ اُسے عمل تنویم کے ذریعے کنٹرول کیا جا رہا ہے" ـــــ عمران نے

سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"سر! ۔۔۔ میں نے اسی لئے اُسے ٹریسی کے ساتھ وقت گزارنے کا دیا ہے تاکہ اگر آپ اُسے چیک کرنا چاہیں تو فوری طور پر ایسا ہو سکے اور اس کی فطرت کا مجھے اندازہ ہے کہ وہ میٹنگ ختم ہوتے ہی آجائے گا" ٹائیگر نے کہا۔

"کیا وہ تمہارے ہوٹل آئے گا" ۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب! ۔۔۔ اس سے ملاقات ہوٹل میلارڈ میں طے پائی ہے ویسے اس نے کہا تو یہی ہے کہ ڈیوٹی کے بعد آئے گا ۔۔۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ میٹنگ کے بعد ہی آجائے گا" ۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"لیکن اگر وہ پانچ بجے سے پہلے آیا تو وہ پانچ بجے تک کیا کرے گا" عمران نے پوچھا۔

"وہ مجھے فون کر دے گا ۔۔۔ میرا فون نمبر اُسے معلوم ہے" ۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اچھا سنو! ۔۔۔ اُسے لیکر دانش منزل کی بجائے رانا ہاؤس آجانا۔ میں وہاں موجود ہونگا۔ چیکنگ کے وقت تمہاری موجودگی زیادہ بہتر رہے گی" عمران نے کہا۔

"بہتر جناب" ۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران نے کریڈل دبا کر دوبارہ نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"جولیا سپیکنگ" ۔۔۔۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" ۔۔۔۔ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"نعمانی اور صدیقی کی ڈیوٹی لگا دو کہ وہ فوراً ہوٹل میلارڈ پہنچ جائیں ۔۔۔ ٹائیگر جب بھی آئے وہ اس کی نگرانی کریں ۔۔۔ ٹائیگر کو تو جانتے ہو نا وہ" ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ٹائیگر ۔۔۔ وہ عمران کا ساتھی جناب" ۔۔۔ جولیا نے کہا۔

"ہاں وہی ۔۔۔ وہ کسی آدمی سے ملے گا۔ اور پھر اُسے لیکر عمران کے ہاں رانا ہاؤس جائے گا ۔۔۔ ان دونوں یعنی نعمانی اور صدیقی نے رانا ہاؤس تک اُن کی نگرانی کرنی ہے اور چیک یہ کرنا ہے کہ کوئی اور ان دونوں کی نگرانی تو نہیں کر رہا ۔۔۔ اگر کوئی مشکوک آدمی نظر آئے تو اسے فوری طور پر اغوا کر کے دانش منزل پہنچا دیں۔ لیکن ٹائیگر یا اس آدمی کو کسی طور پر بھی شک نہیں ہونا چاہیئے کہ ان کی نگرانی ہو رہی ہے" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب! ۔۔۔ میں ابھی انہیں ہدایت کر دیتی ہوں" ۔۔۔ جولیا نے جواب دیا اور عمران نے ایک بار پھر کریڈل دبا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"صفدر سپیکنگ" ۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" ۔۔۔۔ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر" ۔۔۔۔ صفدر کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

"آئل فیلڈ میں چیف الیکٹرک انجینئر جمشید آغا ہے۔ اس کی سرکاری فائل یا وزارت معدنیات و آئل ریسرچ میں ہو گی ۔۔۔ وہ فائل وہاں سے حاصل کر کے دانش منزل پہنچا دو" ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"کیا مجھے سرکاری طور پر یہ فائل حاصل کرنی ہوگی"۔۔۔۔؟ صفدر نے
پوچھا۔

"ہاں!۔۔ میں سیکرٹری کو فون کر دوں گا۔۔۔ تم صرف اپنا نام بتا دینا
اور بس"۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"بہتر جناب!۔۔۔ ابھی تو دفتر کا وقت ہے۔۔۔ میں ابھی جاتا
ہوں"۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"ہاں۔۔ اور انتہائی احتیاط سے لے کر آنا ہے۔۔۔ نگرانی وغیرہ کا خاص
خیال رکھنا"۔۔۔ عمران نے کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"کیا فائل کی بھی نگرانی ہو رہی ہوگی"۔۔۔؟ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے مجرموں نے ایسا کوئی بندوبست کیا ہو۔۔۔ اور نہ بھی ہو
تو اس کی ہدایات سے ممبرز ذرا محتاط رہتے ہیں۔۔۔ تم سیکرٹری وزارت
معدنیات و آئل ریسرچ کو فون کر کے ہدایات کر دو کہ وہ صفدر کو فائل دے
دے۔ اُسے صفدر سعید کا نام بتا دینا۔ بس یہی کوڈ ہوگا۔۔۔ میں رانا ہاؤس
جا رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے ٹائیگر اُسے پہلے ہی لے آئے"۔۔۔ عمران
نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے ف
اپنی طرف کھسکایا اور عمران مڑ کر کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

"تو طے یہ ہوا کہ رچرڈ تقریب کے ٹھیکیدار کو قابو میں کرے گا اور پھر
تقریب والے روز کراکری اور صوفوں کے اندر مخصوص بم خورشید کی رہائش گاہ
پر پہنچا دیئے جائیں گے اور ہمارے آدمی مزدوروں کے رُوپ میں جائیں۔
وہاں سے خورشید انہیں اپنے ساتھ مختلف سپاٹس پر پہنچا آئے گا۔ اور
وہاں وہ کام کرنے والے کسی کارکن کے میک اپ میں بم خورشید کی رہائش گاہ
سے حاصل کر کے فٹ کریں گے اور اس کے بعد موشے اپنے آدمیوں
کو ایک ایک کر کے باہر نکالے گا اور آخر میں خود بھی باہر آ جائے گا۔ اس
کے بعد یہ بم وائرلیس سے ہٹ کر دیئے جائیں اور مشن مکمل ہو جاتے
ہیں"۔۔۔ باس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"باس!۔۔ اصل بم تو میں خود فٹ کروں گا۔۔۔ یہ لوگ تو سائیڈ بم
لگائیں گے"۔۔۔ موشے نے کہا۔

"لیکن ٹارگٹس تو دس ہیں۔۔۔ اور دس علیحدہ علیحدہ سیکشنوں میں ہیں

وہاں ہم فٹ کرتے اور کارکنوں کے میک اپ میں رہنے کے لیے کافی
چاہیئے ـــــ اور پھر کسی بھی جگہ ہمارا کوئی آدمی مشکوک ہو سکتا ہے جب
سکیورٹی کا نظام بھی سخت کر دیا گیا ہے" ـــــ رچرڈ نے کہا۔

"تو پھر تمہارے ذہن میں کوئی آئیڈیا ہے" ـــــ ؟ باس نے
ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"میرے ذہن میں ابھی ابھی ایک خیال آیا ہے کہ کیوں نہ ہم چیف
سکیورٹی آفیسر کو خورشید کی طرح کنٹرول کر لیں ـــ وہ اپنے دس سکیورٹی
کے آدمی ان دس سیکشنوں سے منتخب کر کے یہاں ہیڈ کوارٹر بھجوا دے
یہاں ان کے میک اپ میں ہمارے آدمی بم لیکر واپس آئل فیلڈ جائیں
اور پھر یہ بم وہاں نصب کر دیئے جائیں ـــ سکیورٹی کے آدمی چونکہ
وہاں آسانی سے گھومتے رہتے ہیں اس لئے ان پر شک بھی کوئی نہیں
کرے گا" ـــ رچرڈ نے کہا۔

"لیکن یہ بم ہم نے یونہی باہر تو نصب نہیں کرنے۔ انہیں تو مخصوص
ٹارگٹس پر فٹ کرنا ہے اور سکیورٹی والے ان مخصوص ٹارگٹس پر نہیں جا سکتے
اور اگر چلے بھی جائیں تو وہاں کام کرنے والے کارکن موجود ہوں گے۔ وہ کس
طرح بم نصب کر سکیں گے" ـــ ؟ موشے نے کہا۔

"تمہاری بات بھی درست ہے" ـــ رچرڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا
اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس خاموشی کو توڑتا۔ اچانک میز پر پڑے
ہوئے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی اور باس نے چونک کر فون کی طرف دیکھا
اور پھر رسیور اٹھا لیا۔

"یس سنٹرل اسٹاک ایکس چینج" ـــ باس نے مخصوص کوڈ دوہرائے

ہوتے کہا۔

"مسٹر جیکسن سے بات کرائیے" ـــ دوسری طرف سے آواز سنائی
دی اور باس کے ذہن میں فوراً ہی کے۔ ایچ۔ راہولا کی آواز گونج اٹھی جس
نے تھوڑی دیر پہلے اس سے بات کی تھی۔

"کون صاحب بول رہے ہیں" ـــ ؟ باس نے آنکھیں جھپکاتے
ہوئے پوچھا۔

"آپ بات تو کرائیں ـــ انہیں کہیں کہ کے۔ ایچ راہولا بات کرنا چاہتا
ہے" ـــ دوسری طرف سے کہا گیا اور باس جیکسن نے فوراً ہی دانت
بھینچتے ہوئے کہا۔

"سوری مسٹر راہولا! ـــ یہاں اسٹاک ایکسچینج میں کوئی مسٹر جیکسن نہیں ہیں"
باس نے جواب دیا اور رچرڈ اور موشے دونوں نے چونک کر باس کو دیکھا
لیکن وہ خاموش رہے۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ! ـــ میری بات کرائیں۔ یہ ان کے فائدے
کی بات ہے ـــ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے ان سے بات کی ہے"
دوسری طرف سے راہولا کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"میں درست کہہ رہا ہوں جناب ـــ سٹاک ایکس چینج میں کوئی مسٹر
جیکسن نہیں ہیں۔ آپ کو غلط بتایا گیا ہے۔ سوری" ـــ باس نے کہا، اور
اس کے ساتھ ہی اس نے تیزی سے کریڈل دبا دیا۔ اور پھر اس نے تیزی
سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"یس راہولا سپیکنگ" ـــ رابطہ قائم ہوتے ہی راہولا کی آواز آئی۔

"مسٹر راہولا! ـــ میں جیکسن بول رہا ہوں۔ آپ نے مجھے ابھی چند لمحے

پہلے فون کیا ہے"۔۔۔۔ باس نے تیز لہجے میں کہا۔

"ابھی چند لمحے پہلے تو نہیں ۔۔۔ اسی وقت آپ سے بات ہوئی تھی۔ اُسے تو کافی دیر ہو گئی ہے ۔۔۔ کیوں"۔۔۔۔ ؟ راہولا کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"بس ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔۔۔ تھینک یُو"۔۔۔ باس نے کہا اور پھر رسیور رکھتے ہی وہ تیزی سے اٹھا اور اپنی پشت پر موجود الماری کے پٹ اس نے بڑی تیزی سے کھول دیئے۔ ٹیلیفون کی تار الماری میں جا رہی تھی۔ الماری کے نچلے خانے میں ایک بڑی سی مشین موجود تھی جس کے ساتھ ٹیلیفون کی تار منسلک تھی۔ مشین پر موجود ایک چھوٹا سا بلب جل رہا تھا۔

باس نے بڑی پھرتی سے مشین کی ایک ناب کو گھمایا اور پھر دو تین بٹن دباتے ہی وہ بلب بجھ گیا اور باس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے الماری بند کر دی۔ اور واپس اپنی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہ اب بے اختیار اپنا پسینہ پونچھ رہا تھا۔

"کیا ہوا باس"۔۔۔۔ ؟ موشے نے پوچھا۔

"مجھے احساس ہو رہا ہے کہ ہمارے گرد پھندا کسا جا رہا ہے۔۔۔ حالات آہستہ آہستہ ہمارے خلاف ہوتے جا رہے ہیں"۔۔۔ جیکسن نے تشویش سے پُر لہجے میں کہا۔

"پھندا کسا جا رہا ہے ۔۔۔ کیا مطلب"۔۔۔۔ ؟ موشے اور رچرڈ دونوں چونک کر سیدھے ہو گئے۔

"ہاں !۔۔۔ یہ ٹیلیفون بتاتا ہے ۔۔۔ راہولا کی آواز میں کوئی بدل

رہا تھا۔۔۔ وہ صرف اس نمبر پر میری موجودگی چیک کرنا چاہتا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ راہولا کی کوٹھی میں پہنچنے والا اسٹنکی آدمی دراصل سیکرٹ سروس کا آدمی تھا ۔۔۔ اور پھر انہوں نے راہولا کے فون کو ٹیپ کیا ہوگا اور نمبر معلوم کر لیئے ہوں گے ۔۔۔ چونکہ ڈائرکٹری میں یہ نمبر فون بوتھ کا ہے اس لیئے انہوں نے چیک کرنے کے لیئے راہولا بن کر بات کی"۔۔۔ باس نے کہا۔

"لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ دراصل راہولا نہیں ۔۔۔ ؟ کیا آواز اور لہجے میں فرق تھا"۔۔۔ ؟ رچرڈ نے پوچھا۔

"نہیں ۔۔۔ بالکل وہی آواز اور وہی لہجہ تھا ۔۔۔ اور شاید میں بول بھی پڑتا۔ لیکن بس اتفاق سے مجھے خیال آ گیا کہ راہولا تو میری آواز بخوبی پہچانتا ہے ۔۔۔ پھر وہ مجھے کیوں کہہ رہا ہے کہ یہاں مسٹر جیکسن ہوں گے۔ ان سے بات کرائیں۔ اس لیئے میں نے اُسے ٹال دیا اور پھر راہولا کو فون کر کے تصدیق بھی کر لی ۔۔۔ اور اب میں نے اس فون بوتھ سے اپنے فون کا لنک بھی ختم کر دیا ہے۔ اب ان نمبروں سے وہ ہماری لوکیشن تلاش نہیں کر سکتے"۔۔۔ باس نے کہا۔

"واقعی باس !۔۔۔ یہ معاملہ انتہائی خطرناک ہے۔ وہ تو ہمارے ہیڈ کوارٹر تک آ پہنچے ہیں۔ نجانے وہ راہولا تک کیسے جا پہنچے"۔۔۔ ؟ رچرڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"جیسے بھی پہنچے ۔۔۔ بہرحال پہنچ گئے ۔۔۔ اور اسی لئے مجھے احساس ہوا ہے کہ اب حالات تیزی سے ہمارے خلاف ہوتے جا رہے ہیں ہمیں اب اصل مشن میں زیادہ دیر نہیں لگانی چاہیئے۔ بلکہ فوراً ہی اسے

سرانجام دے لینا چاہیئے" ـــــ باس نے کہا۔

" فوراً والا مسئلہ تو شاید ممکن ہی نہ ہو ـــــ فوراً تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ میں بس مین ٹارگٹ پر بم فٹ کر دوں اور اسے اڑا دیا جائے" ـــــ موشے نے کہا۔

" دیکھو! ـــ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی ایسے ٹارگٹ پر بم پھینکا جائے جہاں سے کوئی تیل کی رو آئل ریفائنری میں گھوم رہی ہو۔ اس طرح آگ فوراً ہی ہر طرف پھیل جائے گی" ـــــ باس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔

" باس! ـــ کیوں نہ ہم کرالنگ بم یونٹ استعمال کریں۔ وہ ہمارے پاس موجود تو ہے" ـــــ اچانک رچرڈ نے کرسی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

" کرالنگ بم یونٹ ـــ اوہ! بات تو درست ہے۔ لیکن اس کے لئے ہمیں اصل منبع ڈھونڈنا پڑے گا جہاں سے کوئی چیز آخر تک پہنچ سکے" ـــ باس نے کہا۔

" اوہ باس! ـــ ایسا ہو سکتا ہے ـــ کل سے تجرباتی طور پر تیل کے کنوئیں سے تیل آئل ریفائنری میں بھیجا جائے گا ـــ پائپ لائنز کے ذریعے اور پھر وہاں سے مزید پائپ لائنز کے ذریعے بندرگاہ کے آئل ڈپو تک وہ پہنچے گا ـــ یہ تجربہ بہاؤ۔ روانی اور وقت چیک کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ اگر ہم آئل ریفائنری سے پہلے مین پائپ لائن میں کرالنگ بم یونٹ داخل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس طرح تیل کے ساتھ یہ یونٹ بیک وقت ریفائنری اور آگے پائپ لائنز تک پھیل جائے گا۔ اور پھر جب اسے تباہ کیا جائے گا تو سب کچھ بیک وقت ہی اڑ جائے گا" ـــــ موشے نے تیز لہجے میں کہا۔

" لیکن دو باتوں پر غور کرو ـــ پہلی بات تو یہ کہ یہ یونٹ خاصا بڑا ہے دوسری بات یہ کہ اس کو داخل کرنے کے لئے پائپ لائن میں بڑا سوراخ ڈالنا ہو گا۔ پھر اسے بند کرنا ہو گا۔ پھر اس کے یونٹ جب بکھریں گے تو وہ ریفائنری میں پھنس سکتے ہیں۔ کیونکہ آگے ریفائنری میں تو ظاہر ہے جدید قسم کی مشینری موجود ہے" ـــــ باس نے کہا۔

" باس! ـــ ایسا تو ہو سکتا ہے کہ جب تیل کا بہاؤ چھوڑا جائے تو ہم مین پائپ لائن میں گیس بم ڈال دیں ـــ وہ گیس پائپ لائن سمیت بھک سے اڑ جائے گی" ـــــ رچرڈ نے کہا۔

" ویری گڈ! ـــ اس اطلاع کے بعد کل تجرباتی طور پر آئل ریفائنری اور پائپ لائنز میں تیل گذارا جا رہا ہے، اس سے بہتر اور کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی ـــ ویری گڈ ـــ اس طرح کام تیز اور آسان ہو جائے گا" ـــــ باس نے خوشی سے بے اختیار اچھلتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے باس! ـــ یہ بالکل ٹھیک رہے گا ـــ اگر ہمارے پاس گیس بم موجود ہے تو آپ وہ مجھے دیں ـــ میں آج رات ہی اسے آئل ریفائنری سے پہلے مین پائپ لائن کے بڑے جوڑ میں نصب کر دیتا ہوں ـــ کل جب تیل چھوڑا جائے گا تو میں اسے آن کر دوں گا۔ اور اس کے ساتھ ہی وائرلیس بم نصب ہو گا جسے یہاں ہیڈ کوارٹر سے پھاڑا جا سکتا ہے ـــ اس طرح ہم جس وقت چاہیں پورا یونٹ اڑا سکتے ہیں" موشے نے کہا۔

" تیل کس وقت چھوڑا جائے گا" ـــ؟ باس نے پوچھا۔

" کل صبح تین بجے ـــ اور پورے دو روز تک چلتا رہے گا اس کے

بعد اسے بند کر کے رزلٹ حاصل کئے جائیں گے" ـــ موشے نے جواب دیا۔

"ویری گڈ! ـــ تم ایسا کرو کہ آج رات ہی گیس بم اور وائرلیس بم نصب کرنے کے بعد واپس آجاؤ ـــ کل پانچ بجے کے بعد اسے پھاڑ دیا جائے گا ـــ پہلے گیس بم اور پھر دوسرے بم کو ـــ اس طرح تم بھی محفوظ ہو جاؤ گے اور مشن بھی مکمل ہو جائے گا ـــ گیس اور وائرلیس بم میں ابھی تمہیں دے دیتا ہوں" ـــ باس نے اچھلتے ہوئے کہا۔

"لیکن باس! ـــ آئل چھوٹتے وقت میری وہاں موجودگی ضروری ہے ـــ ایسا نہ ہو کہ ان کا پروگرام کسی بھی وجہ سے ملتوی ہو جائے یا وہ وقت بدل دیں اور ہم یہاں سے سب کچھ ہٹ کر دیں یہ سمجھ کر کہ آئل چھوڑ دیا گیا ہو گا" ـــ موشے نے کہا۔

"چلو ایسا کر لیتے ہیں کہ آئل جب چھوڑ دیا جائے تو تم گیس بم ہٹ کر کے چلے آنا ـــ پھر تمہارے یہاں پہنچنے کے بعد ہم بم ہٹ کر دیں گے" ـــ باس نے اپنی تجویز میں ترمیم کرتے ہوئے کہا۔

"یہ درست رہے گا" ـــ موشے اور رچرڈ دونوں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ویسے یہ بہترین تجویز ہے ـــ ہم خوامخواہ لمبے چکر میں الجھے رہے اور اگر ہم پہلی پلاننگ پر عمل کرتے تو یقیناً ہمیں کئی دن لگ جاتے اور پھر اس میں پکڑے جانے کے زیادہ چانس تھے" ـــ رچرڈ نے کہا۔

"یہ تجویز تو موشے کی اس اطلاع پر کامیاب ہوئی ہے کہ تجرباتی طور پر تیل چھوڑا جا رہا ہے ـــ اب اگر یہ اطلاع سامنے نہ آتی ـــ یا

بالفرض محال وہ فی الحال یہ تجربہ ملتوی کر دیتے ہیں تو پھر ہمیں بھی مجبوراً پرانی پلاننگ پر عمل کرنا پڑے گا" ـــ جیکسن باس نے جواب دیا۔

"یس باس! ـــ واقعی ایسا ہی ہے" ـــ رچرڈ نے قدرے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں گیس بم اور وائرلیس بم کٹ لے آؤں" ـــ باس نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

"تمہیں ان بموں کو فٹ کرنے میں کوئی دشواری تو نہیں ہو گی موشے؟" رچرڈ نے باس کے جانے کے بعد پوچھا۔

"کیسی دشواری ـــ؟ آج رات میری ڈیوٹی ہے اور مین پائپ کا ایک مین جوڑ میرے دائرہ اختیار کے اندر ہے ـــ میں بڑی آسانی سے اسے کھول کر اس میں یہ بم نصب کر سکتا ہوں۔ صبح میری ڈیوٹی ختم ہو جائے گی۔ لیکن میں دس بجے تک وہیں رہوں گا ـــ جب تیل چھوڑ دیا جائے گا تو میں آئل فیلڈ سے باہر نکل کر یہاں آجاؤں گا" ـــ موشے نے جواب دیا۔

"میں تو اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ اگر ضرورت محسوس کرو تو میں کسی بھی انداز میں تمہارے ساتھ چلا جاؤں" ـــ رچرڈ نے کہا۔

"نہیں ـــ اول تو اس کی ضرورت نہیں ـــ دوسری بات یہ ہے کہ اب چیکنگ انتہائی سخت ہے ـــ یہ گیس بم کٹ بھی مجھے کسی جگہ چھپا کر لے جانا پڑے گی ـــ تمہارا وہاں تک پہنچنا تو ناممکن ہے" ـــ موشے نے جواب دیا۔

اسی لمحے باس واپس اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں دو پیکٹ تھے۔

پیکٹ اس نے میز پر رکھے اور پھر ان کے اوپر لگا ہوا گتہ ہٹانے لگا۔ چند لمحوں بعد ایک بلو پمپ جیسا آلہ باہر آگیا۔

یہ گیس بم ہے۔ دوسرا ایک چپٹا سا بم تھا جس پر مختلف چھوٹے چھوٹے ابھار تھے۔

"ان کی فٹنگ تو تمہیں معلوم ہے موشے ــــ ویسے میں احتیاطاً ایسا وائرلیس بم لے آیا ہوں جسے ڈبل تھری فریکوئنسی پر کسی بھی ٹرانسمیٹر سے چلایا جاسکتا ہے ــــ تاکہ اگر کوئی خاص حالات ہوجائیں تو تم خود بھی اسے تباہ کر سکو" ــــ باس نے کہا۔

"یس باس! ــ یہ آپ نے اچھا کیا ــ بہرحال یہ کام ہوجائے گا۔ آپ بے فکر رہیں" ــــ موشے نے کہا اور پھر اس نے دونوں بم اٹھا کر ایک کو کوٹ کی ایک جیب میں اور دوسرا دوسری جیب میں رکھ لیا۔

"اب مجھے اجازت دیجئے باس ــ میں کل آئل چھوڑنے کے بعد آؤں گا انہیں فٹ کر کے" ــــ موشے نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"او۔ کے ــ لیکن ہر لحاظ سے محتاط رہنا" ــــ باس نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں باس" ــــ موشے نے کہا اور پھر سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

ٹائیگر، ہوٹل میلارڈ کے ہال میں داخل ہوا تو سامنے ہی میز پر خورشید بڑی بے چینی کے عالم میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ چار بجے ہی آگیا تھا اور اس نے آتے ہی ٹائیگر کو فون کر دیا تھا۔ ٹائیگر تو اسی کے انتظار میں تھا۔ اس لئے وہ اس کا فون ملتے ہی ہوٹل میلارڈ کی طرف دوڑ پڑا۔

"ارے تم نے تو پانچ بجے آنے کا کہا تھا" ــــ ٹائیگر نے قریب آتے ہوئے کہا۔

"بس یار میں فارغ ہوا تو میں نے سوچا کہ اب پانچ بجنے کا انتظار کون کرے سناؤ ہوا بندوبست" ــــ خورشید نے آخری الفاظ آگے کی طرف جھک کر سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

"بالکل ہوگیا ہے ــ بھلا تم سے وعدہ کرنے کے بعد میں پیچھے ہٹ سکتا ہوں" ــــ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ وہ اب کرسی سنبھال چکا تھا۔ اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔

"اوہ ویری گڈ ___ ویری گڈ ___ کہاں ہے وہ ___؟ کیسے مانی ___؟ میرا ذکر کیا تھا ___؟ کیا کہہ رہی تھی" ___؟ خورشید نے اپنے دونوں ہاتھ رگڑتے ہوئے پوچھا۔

"سب کچھ بتا دیتا ہوں یار! ___ اطمینان سے بیٹھو ___ ایسا نہ ہو کر لوگ سمجھیں کہ یہ کوئی منشیات کا سودا کر رہے ہیں" ___ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور خورشید چونک کر سیدھا ہوا اور پھر بے اختیار مسکرانے لگا۔ شرمندگی اور خفت سے پُر ہنسی۔

ٹائیگر نے ویٹر کو بلا کر دو کوک لانے کے لئے کہا اور ویٹر سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔

"سنو خورشید! ___ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا اور یہ وعدہ میں نے ہر حال میں نبھانا تھا ___ مجھے تم نے بتا دیا تھا کہ وہ تم سے ناراض ہے اس لئے میں نے اپنے ایک دوست کو راضی کیا ___ وہ بہت بڑا آدمی ہے۔ رانا تہور علی صندوقی بہت بڑا جاگیردار ہے۔ ویسے دیکھنے میں ایک عام سا نوجوان لگتا ہے ___ ٹریسی اس کی دوست ہے ___ اس نے ٹریسی کو فون پر بلا لیا اور ٹریسی سر کے بل دوڑتی چلی آئی ___ اور اب وہ رانا ہاؤس میں موجود ہے ___ رانا صاحب نے اُسے مجبور کیا کہ وہ تم سے بات کرے پہلے تو وہ مانتی ہی نہ تھی اور وہ کہتی تھی کہ اس نے میری توہین کی ہے۔ مجھے دعوت دیکر خود سو گیا ___ لیکن رانا صاحب کے اصرار پر وہ مان گئی ہے اب آگے تمہارا کام ہے۔ میں تو اتنا ہی کر سکتا تھا" ___ ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ویری گڈ! ___ یار! تم تو واقعی کام کے آدمی ہو ___ بس تم ایک بار

مجھے ملا دو۔ پھر دیکھنا کہ وہ کس طرح رام ہوتی ہے" ___ خورشید نے بڑے ... ہوں لہجے میں کہا۔

اسی لمحے ویٹر نے دو کوکا کولا کی بوتلیں لا کر ان کے سامنے رکھ دیں اور ... پس مڑ گیا۔

"مزے کرو دوست مزے ___ ہم تو جس سے دوستی کرتے ہیں اس ... نبھاتے ہیں" ___ ٹائیگر نے کوک سپ کرتے ہوئے کہا۔ اور خورشید ... نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

بوتلیں پینے کے بعد ٹائیگر اٹھ کھڑا ہوا۔

"آؤ اب چلیں" ___ ٹائیگر نے کہا اور خورشید تیزی سے اٹھا۔ اس ... نے ایک نوٹ نکال کر بوتل کے نیچے رکھا اور پھر وہ دونوں تیزی سے قدم ... بڑھاتے ہوئے مین گیٹ سے باہر آ گئے۔

"تم کار پر آتے ہو گے" ___ ٹائیگر نے پوچھا۔ کیونکہ وہ دانستہ اپنے ... ہوٹل سے یہاں ٹیکسی پر آیا تھا۔

"ہاں ہاں آؤ" ___ خورشید نے کہا اور پھر وہ اسے لئے ہوئے ... ہوٹل کی پارکنگ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اور چند لمحوں بعد وہ دونوں کار میں ... سوار ہوٹل کے کمپاؤنڈ گیٹ سے باہر آ گئے۔

"کدھر جانا ہے" ___؟ گیٹ پر پہنچتے ہی خورشید نے ٹائیگر سے ... پوچھا۔

"ایگلن روڈ پر" ___ ٹائیگر نے جواب دیا۔ اور خورشید نے سر ... ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔

سڑک پر خاصا رش تھا اس لئے کار کی رفتار خاصی آہستہ تھی لیکن

خورشید کی بے چینی بتا رہی تھی کہ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ کسی طرح اُڑ کر ایگلن روڈ پر پہنچ جاتے۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ کار میں موجود تھا۔ ہیلی کاپٹر میں نہیں اور کار تو راستہ ملنے پر ہی آگے بڑھ سکتی تھی۔

ایک چوک پر سُرخ بتی کی وجہ سے جب خورشید نے کار روکی تو ایک سیاہ رنگ کی کار اس کے قریب آکر رُکی جسے ایک نوجوان چلا رہا تھا۔

"ارے جمشید تم کہاں" ——— خورشید نے کھڑکی سے سر نکالتے ہوئے سیاہ کار چلانے والے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ خورشید تم" ——— نوجوان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا وہ غور سے خورشید اور ٹائیگر کو دیکھ رہا تھا۔

"ہاں! —— ایک ضروری کام پر جا رہا ہوں —— انتہائی ضروری —— یاد ہے مس ٹریسی —— بس سمجھ لو کہ کیا ضروری کام ہو سکتا ہے" —— خورشید نے بے اختیار ہنستے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا اچھا —— میں سمجھ گیا" —— جمشید نے ہنستے ہوئے کہا۔

اُسی لمحے لائٹ سبز ہو گئی اور خورشید نے کار آگے بڑھا دی۔ جمشید کی کار ان کے پیچھے تھی۔

اچانک ٹائیگر نے محسوس کیا کہ خورشید ذہنی طور پر غیر حاضر ہو گیا ہے اور کار ڈولنے لگی تھی۔

"ارے سنبھلو —— سنبھلو" —— ٹائیگر نے اُسے زور سے جھنجھوڑتے ہوئے کہا اور خورشید نے چونک کر تیزی سے سٹیرنگ موڑ دیا اور ان کی کار بمشکل سامنے سے آنے والے ایک ٹرک سے ٹکراتی ہوئی بچی۔

"کیا ہو گیا تمہیں —— ابھی مروا دیے تھے" —— ٹائیگر نے غصیلے

لہجے میں کہا۔

"مجھے —— مجھے کیا ہونا تھا —— لیکن پتہ نہیں کار دائیں طرف کیسے مڑ گئی" —— خورشید نے قدرے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"تم کار سائیڈ میں روکو —— میں چلاتا ہوں اسے —— تم تو اپنے ساتھ مجھے بھی مروا دو گے" —— ٹائیگر نے کہا اور خورشید نے کار ایک طرف کر کے روک دی اور ٹائیگر دروازہ کھول کر نیچے اترا تاکہ مڑ کر سٹیرنگ کی طرف جائے۔ لیکن اسی لمحے کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھی۔

"ارے ارے رکو —— رکو تو سہی" —— ٹائیگر چیختا ہی رہ گیا۔ لیکن خورشید تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ ٹائیگر کے چہرے پر حیرت کے شدید ترین آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ خورشید کی یہ عجیب حرکت اس کی توقع کے بالکل خلاف تھی۔ وہ بھونچکا سا کھڑا رہ گیا۔ اور خورشید کی کار سڑک پر موجود بے شمار کاروں میں گم ہو گئی۔

اُسی لمحے سیاہ رنگ کی کار اس کے قریب آکر رُکی۔

"ہیلو مسٹر —— کیا ہوا ——؟ خورشید نے آپ کو اتار دیا" —— جمشید نے کھڑکی سے سر نکالتے ہوئے کہا۔

"ہاں! —— معلوم نہیں اُس نے ایسا کیوں کیا ہے —— آپ کا نام شاید جمشید ہے" —— ٹائیگر نے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"ہاں! —— میرا نام جمشید آغا ہے —— آئیے میں آپ کو چھوڑ آؤں۔ کیا خورشید سے لڑائی ہو گئی ہے ——؟" جمشید نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا اور ٹائیگر اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"نہیں تو —— بس اچانک ہی وہ غائب دماغ ہو گیا۔ بڑی مشکل سے

ایکسیڈنٹ ہوتا ہوتا بچا ـــــ میں نے اسے کہا کہ تم میری جگہ بیٹھو۔ میں کار چلاتا ہوں ـــــ چنانچہ اس نے کار سائیڈ میں کر کے روک دی۔ اور جب میں نیچے اترا تاکہ مڑ کر ڈرائیونگ سیٹ کی طرف جاؤں۔ اس نے اچانک کار آگے بڑھا دی" ـــــ ٹائیگر نے جواب دیا۔ ویسے وہ ذہنی طور پر بُری طرح الجھ گیا تھا۔ خورشید کی یہ اچانک حرکت اس کے پلے نہ پڑ رہی تھی۔

"کمال ہے ـــــ خورشید ایسا آدمی تو نہیں ـــــ بہرحال آپ نے کہاں جانا ہے" ـــــ ؟ جمشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ شکریہ! ـــــ میرا نام اسلم رضا ہے ـــــ مجھے آپ ایگلن روڈ پر اتار دیں" ـــــ ٹائیگر نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ وہ اب غور سے جمشید آغا کو دیکھ رہا تھا۔

"آپ دونوں ایگلن روڈ پر ہی جا رہے تھے" ـــــ ؟ جمشید آغا نے پوچھا۔

"ہاں" ـــــ ٹائیگر نے مختصر سا جواب دیا۔

تھوڑی ہی دور آگے بڑھ کر جمشید آغا نے کار موڑی اور وہ ایگلن روڈ پر پہنچ گئے۔

"آپ بھی آئل فیلڈ پر کام کرتے ہیں" ـــــ ؟ ٹائیگر نے پوچھا۔

"جی ہاں! ـــــ میں وہاں چیف الیکٹریکل انجنیئر ہوں ـــــ ایک دوست سے ملنے آیا تھا۔ اب واپس جا رہا ہوں ـــــ کہاں اترنا ہے آپ نے" ـــــ ؟ جمشید نے جواب دیا۔

"بس یہیں اتار دیجئے ـــــ لیکن اگر آپ کے پاس وقت ہو تو آیئے

چند لمحے بیٹھ کر چائے پی لیتے ہیں" ـــــ ٹائیگر نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"اوہ شکریہ! ـــــ مجھے دراصل جلدی ہے ـــــ میں نے ڈیوٹی بھی جوائن کرنی ہے ـــــ شکریہ! ـــــ میں صبح خورشید کے کان کھینچوں گا کہ خوامخواہ ایک شریف آدمی کو خراب کیا" ـــــ جمشید آغا نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر دروازہ بند کر کے اس نے کار آگے بڑھا دی۔ اور ٹائیگر خاموش کھڑا اسے جاتے دیکھتا رہا۔ جب کار اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی تو وہ بڑے بڑے قدم اٹھاتا رانا ہاؤس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ عمران وہیں اس کا انتظار کر رہا ہو گا۔

رانا ہاؤس کے بڑے گیٹ پر رک کر اس نے جیسے ہی کال بیل بجائی ذیلی کھڑکی کھلی اور جوزف نے باہر جھانکا۔

"اوہ تم ـــــ باس تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ آؤ" ـــــ جوزف نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ وہ ٹائیگر سے اچھی طرح واقف تھا۔

اور پھر ٹائیگر اس کھڑکی کے راستے اندر داخل ہوا۔ برآمدے میں عمران موجود تھا۔ اس نے جب ٹائیگر کو اکیلے آتے دیکھا تو اس کے چہرے پر حیرت سی ابھر آئی۔

"کیا ہوا ـــــ ؟ تم تو شتر بے مہار کی طرح اکیلے ہی چلے آ رہے ہو" ـــــ ؟ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔ اور ٹائیگر نے ساری بات تفصیل سے بتا دی۔

"اوہ! ـــــ اس کا مطلب ہے کہ جمشید سے ملنے کے بعد اس کا ذہن تبدیل ہوا ہے" ـــــ عمران نے سوچتے ہوئے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں عمران صاحب! ۔۔۔ بس اچانک ہی اس پر غائب دماغی کا دورہ پڑا اور پھر وہ مجھے اتار کر بھاگ نکلا ۔۔۔ جمشید آغا تو پیچھے آ رہا تھا" ۔۔۔ ٹائیگر نے جمشید کی وکالت کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس نے ایسا کیوں کیا ۔۔۔؟ اس کی کوئی وجہ بھی تو سمجھ میں نہیں آ رہی" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"میں خود اس بات پر حیران ہوں عمران صاحب ۔۔۔ مجھے تو قطعاً ایسی کوئی توقع نہ تھی" ۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے ۔۔۔ تم جاؤ ۔۔۔ میں خود چیک کر لونگا" ۔۔۔ عمران نے کہا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔

عمران سوچنے کے سے انداز میں اندر اپنے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جیسے ہی عمران اپنے کمرے میں پہنچا۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس رانا تہور علی صندوقی" ۔۔۔ عمران نے لہجہ بدلتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب! ۔۔۔ میں طاہر بول رہا ہوں ۔۔۔ ایک اہم اطلاع ہے ۔۔۔ ابھی ابھی نعمانی اور صدیقی نے اطلاع دی ہے کہ ٹائیگر کا ساتھی اُسے راستے میں اتار کر آگے بڑھ گیا ۔۔۔ انہوں نے اس کا تعاقب کیا ۔۔۔ بیڈن روڈ پر اس کی کار سامنے سے آتے ہوئے ایک ہیوی لوڈر ٹرک سے براہ راست ٹکرا گئی اور اس آدمی خورشید کے کار سمیت پرخچے اُڑ گئے ۔ یہ ایکسیڈنٹ اتنا خوفناک تھا کہ کار کی پٹرول ٹینکی میں آگ لگ گئی اور سب کچھ جل کر راکھ ہو گیا ۔۔۔ اس آدمی کی لاش کے

حصے تک جل گئے ہیں" ۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ تو اس کا مطلب ہے کہ اُسے ختم کیا گیا ہے" ۔۔۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"بظاہر تو صاف اور سیدھا ایکسیڈنٹ نظر آتا ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ہاں! ۔۔۔ بظاہر تو ایسا ہی نظر آتا ہے ۔۔۔ اچھا ٹھیک ہے ۔۔۔ مجرم واقعی ضرورت سے زیادہ ہوشیار ثابت ہو رہے ہیں ۔۔۔ معمولی سا کلیو بھی باقی رہنے دیتے" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"وہ جمشید آغا کی سرکاری فائل پہنچ گئی ہے ۔۔۔ صفدر لے آیا تھا" ۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ میں آ رہا ہوں" ۔۔۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار رانا ہاؤس سے نکل کر دانش منزل کی طرف بڑھی جا رہی تھی۔

موشے نے ٹائیگر کو اانگلین روڈ پر اتارا اور پھر کار کو آگے بڑھاتے چلا گیا۔ اس نے ٹائیگر کی جیب کا مخصوص ابھار چیک کر لیا تھا اور اُسے ٹائیگر کے انداز سے ہی یقین ہو گیا تھا کہ ٹائیگر سیکرٹ سروس کا آدمی ہے جب چوک پر اتفاقاً خورشید اور اس کی گاڑیاں زیبرا کراسنگ پر رُکیں اور پھر خورشید نے اُسے خود بلوایا اور خود ہی ٹرلیسی کی بابت بات کی تو وہ چونک پڑا۔ اور اسی لمحے اس نے خورشید کے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی کو ایک نظر میں تول لیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنی کار میں موجود کنٹرولر کو آن کر دیا اور کنٹرولر آن ہوتے ہی اس نے خورشید کے دماغ میں اپنے ساتھ والے آدمی کو اتارنے کا حکم دیا۔ اور یہ وہی لمحہ تھا جب خورشید کی کار پہلی دفعہ لڑکھڑائی تھی۔ اور پھر وہ سائیڈ پر رُکتی چلی گئی۔ جب ٹائیگر نیچے اترا تو موشے نے اُسے باقاعدہ حکم دیا کہ وہ کار بھگا لے جائے۔ اور ساتھ ہی اس نے حکم دیا کہ دس منٹ بعد اس نے کار کسی بڑے ٹرک کے ساتھ

پوری سپیڈ کے ساتھ دوڑاتے ہوئے ٹکرا دینی ہے۔۔۔ یہ حکم دینے کے بعد اس نے کنٹرولر کو بند کئے بغیر ہی ہاتھ باہر نکال لیا۔ تاکہ خورشید کا دماغ مسلسل کنٹرول میں رہے اور وہ حکم کی مکمل تعمیل کرے۔ اس کے بعد اس نے ٹائیگر کو اپنے ساتھ سیٹ پر بٹھا لیا۔ اور اس سے باتیں کرنا شروع کر دیں اور ایک موڑ مڑتے ہی اس نے جیب سے ایک چھوٹا سا پن نکالا اور پھر جب ٹائیگر کار سے نیچے اترنے لگا تو وہ پن ٹائیگر کے کوٹ کی کالر کی پشت میں غائب ہو چکا تھا۔

ٹائیگر کو نیچے اتارنے کے بعد وہ کار آگے بڑھا لے گیا۔ اور پھر کچھ دور آنے کے بعد اس نے کار کو ایک سائیڈ میں روک دیا اور اس کے شیشے چڑھا کر ایئر کنڈیشنر آن کر دیا۔

کار کے شیشے ایسے تھے کہ ان میں سے باہر تو دیکھا جا سکتا تھا لیکن باہر سے اندر نہ جھانکا جا سکتا تھا۔ شیشے چڑھا کر اس نے جیب میں موجود کنٹرولر باہر نکالا تو اس پر جلنے والا چھوٹا سا پوائنٹ تاریک ہو چکا تھا۔ موشے کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ دوڑنے لگی۔ پوائنٹ تاریک ہونے کا مطلب یہی تھا کہ خورشید کی ٹانگ میں نصب رسیور تباہ ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا اسی وقت ہو سکتا ہے جب خورشید کا جسم ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے۔ اس نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کنٹرولر کا بٹن آف کیا اور پھر اس کے اوپر لگے ہوئے ایک چھوٹے سے ڈائل کے نیچے لگی ہوئی ناب کو گھمانا شروع کر دیا۔

دوسرے لمحے ڈائل کسی سکرین کی طرح روشن ہو گیا۔ وہ ناب کو گھماتا گیا اور پھر ایک جھٹکے سے ڈائل پر ایک منظر اُبھر آیا۔ یہ ایک برآمدہ نما جگہ تھی۔

جہاں وہی نوجوان جو اس نے کار سے اتارا تھا ایک اور نوجوان سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے پھرتی سے کنٹرولر کے کونے میں لگا ہوا بٹن دبایا تو آلے میں سے ہلکی سی آوازیں نکلنے لگیں۔

"لیکن اس نے ایسا کیوں کیا ــــ؟ اس کی کوئی وجہ بھی تو سمجھ میں نہیں آ رہی" ــــ دوسرے نوجوان کی الجھی ہوئی آواز سنائی دی۔

"میں خود اس بات پر حیران ہوں عمران صاحب! ــــ مجھے تو قطعاً ایسی کوئی توقع نہ تھی" ــــ اس نوجوان نے جواب دیا جس کے کالر میں پن تھا اور جس کی وجہ سے وہ نہ صرف دور اپنی کار میں بیٹھا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا بلکہ ان کی باتیں بھی سن رہا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے ــــ تم جاؤ ــــ میں خود چیک کر لونگا" ــــ عمران نے کہا اور وہ پن والا نوجوان تیزی سے واپس مڑا اور پھر چند لمحوں بعد ہی وہ عمارت سے باہر نکل آیا۔

عمارت کے گیٹ پر موجود تختی اور اس کے سامنے مرکری لائٹس میں لکھا ہوا اوڈیگا ہوٹل اسے ڈائل پر صاف نظر آ رہا تھا۔ نوجوان ٹیکسی روکنے کے لئے ہاتھ لہرا رہا تھا۔ اور پھر چند لمحوں بعد ٹیکسی اس کے قریب رکی اور وہ اس کے اندر بیٹھ گیا۔

موشے نے کنٹرولر کے مختلف بٹن دبائے اور اسے آف کر کے واپس جیب میں ڈال لیا۔ یہ نوجوان تو اس کے کنٹرول میں تھا۔ وہ جب چاہتا اس پن کی وجہ سے اسے تلاش کر سکتا تھا۔ لیکن اب اس کی پوری توجہ عمران کی طرف تھی۔

عمران کا نام سنتے ہی وہ چونک پڑا تھا۔ اس نے کار موڑی اور پھر

وہ اسے لئے ہوئے اوڈیگا ہوٹل کی طرف چلا گیا۔ صورت حال اس کے ذہن میں بری طرح الجھ گئی تھی۔

عمران کے کسی ساتھی کا خورشید کے ساتھ ہونا اور پھر ٹرلیسی کا حوالہ۔ اور بعد میں اس ساتھی کی عمران کو رپورٹ سے تو یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ انہیں خورشید پر شک پڑ گیا تھا۔ اور شاید ٹرلیسی کا چکر دے کر اسے عمران کے پاس اس عمارت میں لے جا رہا تھا۔ تاکہ اپنا شک دور کر سکیں اور اگر موشے اس طرح خورشید کا خاتمہ نہ کر دیتا تو یقیناً وہ اس کی پنڈلی میں موجود ٹرانسمیٹر چیک کر لیتے اور پھر یہ بھی ہو سکتا تھا کہ خورشید کی وجہ سے وہ اس کا گلا پکڑ لیتے۔ لیکن اب وہ قطعاً محفوظ تھا۔

یہی سوچتا ہوا جب وہ اوڈیگا ہوٹل کے قریب پہنچا تو اسے دور سے ہی وہ عمارت نظر آ گئی جس پر وہ تختی نظر آ رہی تھی۔ یہ وہی عمارت تھی جس میں سے وہ پن والا نوجوان نکلا تھا۔

جیسے ہی اس کی کار اس عمارت کے قریب پہنچی۔ عمارت کا گیٹ کھلا اور اس میں سے ایک سپورٹس کار باہر نکلی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر عمران موجود تھا۔ موشے نے کار آہستہ کر لی اور پھر وہ کافی فاصلہ دے کر عمران کی کار کا تعاقب کرنے لگا۔ سڑک پر کاروں کا خاصا رش تھا اور موشے کی کار عمران سے کافی فاصلے پر تھی۔ اس لئے موشے کو یقین تھا کہ عمران اپنے تعاقب کو چیک نہ کر سکے گا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد جب عمران کی کار ایک قلعہ نما عمارت کے بڑے سے پھاٹک کے سامنے رکی تو موشے اپنی کار کو آگے بڑھائے لئے گیا۔ وہ اب بیک مرر میں اسے چیک کر رہا تھا اور پھر اس نے

عمران کی کار کو اس پھاٹک کے اندر جاتے ہوئے دیکھا۔ تو اس نے تیزی سے کار اگلے چوک سے موڑ دی۔ اور پھر چند لمحوں بعد وہ واپس دوبارہ اپنے ھیڈ کوارٹر پہنچ گیا۔

چند لمحوں بعد اُسے باس کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ رچرڈ بھی ابھی تک وہیں موجود تھا۔

"تم پھر آگئے" ۔۔۔ باس نے اُسے دیکھ کر چونکتے ہوئے کہا۔

"باس! ۔۔۔ میرے پاس آپ کے لئے ایک اہم اطلاع ہے" ۔۔۔ موشے نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور پھر اس نے اتفاق سے خورشید کے ساتھ ٹکراؤ سے لے کر عمران کی کار کے اس عمارت کے گیٹ میں داخل ہونے تک کی تمام تفصیل سنا دی۔

"اوہ! ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ عمران آئل فیلڈ میں کام کر رہا ہے اور نہ صرف کام کر رہا ہے بلکہ وہ صحیح لائن پر ہے ۔۔۔ یہ تو ہمارے لئے انتہائی خطرناک ہے" ۔۔۔ باس نے چونکتے ہوئے کہا۔

"باس! ۔۔۔ کیوں نہ آج رات ہم اس عمارت پر دھاوا بول دیں۔ تاکہ صبح جب ہمارا اصل مشن مکمل ہو۔ ہم عمران کے خاتمے کا مشن بھی مکمل کر لیں" ۔۔۔ رچرڈ نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ویری گڈ! ۔۔۔ ایسا ہی اقدام جیسا سپلائی ڈپو پر کیا گیا تھا ۔۔۔ ہم پوری عمارت ہی اڑا دیتے ہیں" ۔۔۔ باس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اب آپ کی مرضی ۔۔۔ آپ جو چاہیں کریں ۔۔۔ مجھے اجازت دیں۔ میں واپس جاؤں ۔۔۔ میری ڈیوٹی کا وقت قریب ہے اور مجھے شک سے بچنے کے لئے بروقت ڈیوٹی پر پہنچنا ہے" ۔۔۔ موشے نے کہا۔

"ہاں تم جاؤ ۔۔۔ اور انتہائی محتاط رہتے ہوئے مشن مکمل کرو ۔۔۔ ہو سکتا ہے عمران نے اپنے آدمی وہاں تعینات کر رکھے ہوں ۔۔۔ وہ ایسا ہی آدمی ہے ہر طرف سے بیک وقت وار کرتا ہے۔ اس لئے انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے"۔ باس نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس! ۔۔۔ میں خیال رکھوں گا اور صبح آئل جلا کر ہی واپس آؤں گا ۔۔۔ یہ کنٹرولر آپ رکھ لیں۔ اس سے اگر آپ چاہیں تو عمران کے ساتھی کو ٹریس کر سکتے ہیں۔ پن اس کے کوٹ میں موجود ہے" ۔۔۔ موشے نے جیب سے کنٹرولر نکال کر باس کے سامنے میز پر رکھا اور مڑ کر کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

"ہمیں فوراً انتظامات کرنے چاہئیں ۔۔۔ کم از کم رات تک اس عمارت کی مکمل نگرانی ہونی چاہئے ۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ عمران اس عمارت سے نکل جائے اور ہم خالی عمارت کو ہٹ کرتے رہ جائیں ۔۔۔ جب عمران ہمارے سامنے ہے تو پھر اس کے آدمی کے پیچھے بھاگنے کی کیا ضرورت ہے" ۔۔۔ باس نے کہا۔

"تو میں آدمی بھیج دیتا ہوں عمارت کی نگرانی کے لئے" ۔۔۔ رچرڈ نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور باس نے سر ہلا دیا۔

"دکھاؤ فائل" ۔۔۔ عمران نے آپریشن روم میں داخل ہوتے ہی بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا اور بلیک زیرو نے سامنے رکھی ہوئی فائل عمران کی طرف کھسکا دی اور عمران فائل کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ اس میں جمشید آغا کے متعلق تمام تفصیلات درج تھیں۔ چونکہ ہر سال سرکاری طور ملازم کے متعلق تازہ ترین معلومات اور نیا فوٹو لگایا جاتا تھا اس لئے عمران کو اس فائل کے مطالعے سے جمشید آغا کے تازہ ترین حالات کا علم ہو گیا اور اس نے اُس کا اس سال کا فوٹو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔

"اس فائل سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جمشید آغا ایک بے ضرر سا سیدھا سادھا الیکٹرک انجنیئر ہے اور بس" ۔۔۔ عمران نے فائل بند کر کے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ۔۔۔ میں نے بھی دیکھا ہے۔ لیکن ٹائیگر کا شک درست بھی تو ہو سکتا ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ اصل جمشید آغا کی جگہ مجرموں کا کوئی آدمی ہو۔ لیکن اگر ایسا ہوتا تو ٹائیگر نے اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر سفر کیا ہے وہ ضرور اس کا میک اپ پہچان لیتا ۔۔۔ کم از کم اتنی پہچان تو اُسے ہے ہی" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"سفر کیا ہے جمشید آغا کے ساتھ" ۔۔۔ ؟ بلیک زیرو نے چونکتے ہوئے کہا اور عمران نے اُسے بتایا کہ جب خورشید اُسے اچانک اتار کر کار لے گیا تو جمشید آغا نے اُسے اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ ان کا ٹکراؤ ایک چوک پر ہوا تھا اور ٹائیگر نے بتایا تھا کہ اُس نے جمشید سے ٹرلیبی کا ذکر کیا تھا اور اس کے بعد ہی کار چلاتے ہوئے اس پر غائب دماغی کا دورہ پڑا تھا۔

"اوہ ! ۔۔۔ یہ پہلو واقعی قابل غور ہے ۔۔۔ لیکن بظاہر تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی۔ مگر ہونے کو سب کچھ ہو سکتا ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا اور عمران نے میز پر پڑا ہوا فون اپنی طرف کھسکا لیا۔ اس نے بلیک زیرو کی بات کا جواب دینے کی بجائے رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے

"ٹائیگر سپیکنگ" ۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں ۔۔۔ یہ بتاؤ کہ جب تم جمشید آغا کے ساتھ کار میں بیٹھے تھے۔ تم نے چیک کیا تھا کہ کہیں وہ میک اپ میں تو نہ تھا" ۔۔۔ ؟ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"میک اپ میں ۔۔۔ نہیں سر ۔۔۔ میں نے اس بات پر غور ہی نہیں کیا ویسے سرسری نظروں سے تو وہ میک اپ میں نہ لگتا تھا" ۔۔۔ ٹائیگر کا جواب سنائی دیا۔

"اس نے کوئی ایسی حرکت تو نہیں کی جو مشکوک ہو سکتی ہو" ۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"نہیں سر!۔۔۔ البتہ ایک اور چیز اب سامنے آئی ہے اور میں آپ کو فون کرنے ہی والا تھا" ۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"کونسی چیز" ۔۔۔۔؟ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"سر!۔۔۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر جب میں نے کپڑے اتارے تو میری نظر اپنے کوٹ کے کالر میں موجود ایک چھوٹے سے پن پر پڑ گئی۔ بلب کی روشنی میں اس کا سرا چمکا تو مجھے وہ پن دکھائی دیا ۔۔۔۔ میں نے اُسے باہر کھینچا تو وہ بظاہر ایک عام سا سوئی پن تھا ۔۔۔ لیکن سر! اس کا سرا بے حد چمکدار تھا۔ جب کہ باقی پن مدھم تھا۔ میں نے اُسے ٹیبل لیمپ کی تیز روشنی میں چیک کیا تو اس سرے پر انتہائی باریک سوراخ موجود تھا ۔۔۔ میں نے اُسے اِدھر اُدھر مروڑنے کی کوشش کی تو اچانک اس کا سرا باقی پن سے علیحدہ ہو گیا۔ اور سر!۔۔۔ اس پن کے سرے کے اندرونی جانب گھڑی کے باریک ترین پرزے سے بھی چھوٹا ایک پرزہ نصب تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ ٹیلی کمیونیکیشنز انڈیکیٹر ہو" ۔۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

"ٹیلی کمیونیکیشنز انڈیکیٹر ۔۔۔ اوہ! اس کا مطلب ہے کہ وہ رسیور پر نہ صرف تمہیں دیکھتے رہے ہیں بلکہ آواز بھی سنتے رہے ہوں گے" ۔۔۔۔ عمران کے لہجے میں ہلکی سی غراہٹ تھی۔

"میرا بھی یہی خیال ہے سر!۔۔۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ پن میرے کالر میں جمشید آغا نے لگایا ہو گا۔ اس سے پہلے خورشید کے لگنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔۔۔ وہ تو ٹریسی کے چکر میں دیوانہ ہو رہا تھا" ۔۔۔۔ ٹائیگر

نے جواب دیا۔

"اور اسی لئے اس نے تمہیں کار میں لفٹ دی تھی ۔۔۔ وہ تم سے مشکوک ہو چکا تھا اور شاید اسی لئے خورشید کو ہلاک کر دیا گیا ہے اس کا مطلب ہے کہ جمشید آغا پوری طرح اس چکر میں ملوث ہے" ۔۔۔۔ عمران نے واضح انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"خورشید کو ہلاک کر دیا گیا ہے" ۔۔۔۔؟ ٹائیگر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں!۔۔۔ اس کی کار کا ایک ٹرک سے ایکسیڈنٹ ہوا اور وہ کار سمیت جل کر راکھ ہو گیا" ۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"اوہ!۔۔۔ پھر اس پر غائب دماغی کا دورہ پڑا ہو گا" ۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"تم ایسا کرو کہ وہ پن لے کر آؤ ۔۔۔ اور اُسے دانش منزل کے ریسیونگ باکس میں ڈال دو ۔۔۔۔ میں ایکسٹو کو کہہ دوں گا وہ اُسے لیبارٹری میں مزید چیک کرا لے گا" ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"بہتر سر!۔۔۔ ویسے اگر آپ کہیں تو میں جمشید آغا کے پاس جاؤں کسی بھی میک اپ میں" ۔۔۔۔ ٹائیگر نے کہا۔

"نہیں!۔۔۔ میں خود انتظام کر لوں گا ۔۔۔ تمہارا جانا مشکوک ہو سکتا ہے تم بس پن باکس میں ڈال دو ۔۔۔ اور پھر اپنا کمرہ فی الحال چھوڑ دو۔ ہو سکتا ہے اس پن کی وجہ سے وہ تم پر کسی بھی وقت ہاتھ ڈال دیں" ۔۔۔۔ عمران نے اُسے ہدایت کی اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔

"اب لے دے کر ایک جمشید آغا ہی رہ گیا ہے ہمارے سامنے" ۔۔۔ عمران

نے رسیور رکھتے ہوئے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرے خیال میں جمشید آغا کو اغوا کر لیا جائے اور پھر یہاں اس سے تمام معلومات حاصل کر لی جائیں ـــــ ورنہ ایسا نہ ہو کہ وہ خورشید کی طرح جمشید آغا کا بھی پتہ کاٹ ڈالیں" ـــــ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"نہیں ـ اس طرح وہ اس کلیو کو ختم کر کے کوئی نیا آدمی ڈال دیں گے اس کی بھرپور نگرانی ہونی چاہیے ـــــ نقشے میں جو ٹارگٹ دکھائے گئے ہیں وہ اتنے وسیع ہیں کہ وہاں ایک آدمی سارے ٹارگٹ کور نہیں کر سکتا۔ یا تو جمشید آغا کی طرح انہوں نے اور بھی آدمی ٹریپ کئے ہوئے ہیں۔ یا وہ ایسا کرنے میں لگے ہوئے ہوں گے ـــــ اب اگر اکیلے جمشید آغا کو پکڑ لیا گیا تو باقی آدمی کیموفلاج ہو جائیں گے اور پھر کسی بھی وقت وہ مشن مکمل کر سکتے ہیں" ـــــ عمران نے سوچنے کے سے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تو ہم اب ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہیں ـــ کچھ نہ کچھ تو ہونا چاہیے"۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ضرور ہو گا ذرا پن کو توڑ لینے دو ـــ مجھے یقین ہے کہ میں اس پن کی وجہ سے اس کا کنٹرولر ڈھونڈ نکالوں گا اور اس طرح ہمیں ایک اہم کلیو مل جائے گا" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ ٹھیک ہے ـــ میں سمجھ گیا" ـــ بلیک زیرو نے کہا اور پھر کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ وہ دونوں ہی اب پن کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک کمرے میں ہلکی سی سیٹی کی آواز سنائی دی۔ اور بلیک زیرو نے چونک کر میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ سیٹی کی آواز بند ہو گئی۔ چند لمحوں بعد بلیک زیرو

نے میز کی سب سے نچلی دراز کھولی اور پھر ایک چھوٹی سی ڈبیہ نکال کر اس نے عمران کے سامنے رکھ دی۔ اس دراز کا تعلق پھاٹک کے ساتھ بنے ہوئے ریسونگ باکس کے ساتھ تھا۔ گھنٹی کی آواز بتاتی تھی کہ ریسونگ باکس میں کچھ ڈالا گیا ہے اور پھر خود کار نظام کے ساتھ ہی وہ چیز میز کی دراز میں پہنچ جاتی تھی۔ عمران نے ڈبیہ کھولی اور اس میں موجود ایک چھوٹی سی پن باہر نکال لی۔ وہ پن کو بغور دیکھتا رہا۔ پھر اسے واپس ڈبیہ میں رکھ کر وہ کرسی سے اٹھا اور لیبارٹری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

بلیک زیرو نے عمران کے لیبارٹری میں جاتے ہی فون اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"صفدر سپیکنگ" ـــ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" ـــ بلیک زیرو نے کہا۔

"یس سر" ـــ صفدر کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

"تم ٹائیگر کو جانتے ہو جو عمران کا ساتھی ہے" ـــ بلیک زیرو نے سوال کرتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ اچھی طرح جانتا ہوں" ـــ صفدر نے جواب دیا۔

"اس کی رہائش گاہ کا بھی علم ہے تمہیں" ـــ بلیک زیرو نے پوچھا

"یس سر ـ وہ ہوٹل اوریگا کے کمرہ نمبر بارہ میں رہتا ہے" ـــ صفدر نے جواب دیا۔

"اوکے ـ تم کیپٹن شکیل کو لے کر وہاں پہنچ جاؤ ـــ اس کمرے کی نگرانی کرو اور اگر کوئی مشکوک آدمی اس میں داخل ہونے کی کوشش کرے

یا ٹائیگر کو اغوا کرنے کی کوشش کی جاتے تو تم نے ان افراد یا فرد کو اغوا کر کے دانش منزل پہنچانا ہے" ـــــ بلیک زیرو نے ھدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب ـــ مطلب یہ کہ ہمیں ٹائیگر کے اغوا کی کوشش ناکام بنانی ہے" ـــــ صفدر نے جواب دیا۔

"ٹائیگر اس کمرے میں موجود نہیں ہوگا اس لئے اس کے اغوا کی صرف کوشش ہوگی سمجھے" ـــــ بلیک زیرو نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر ـــ یس سر ـــ میں سمجھ گیا سر" ـــــ صفدر نے قدرے شرمندہ لہجے میں جواب دیا اور بلیک زیرو نے رسیور رکھ دیا۔

اسی لمحے عمران ڈبیہ اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس کا چہرہ جوش سے سرخ ہو رہا تھا۔

"مجھے پتہ چل گیا ـــ کنٹرولر ذیشان کالونی کی کوٹھی نمبر ننانوے میں موجود ہے" ـــــ عمران نے ڈبیہ میز پر رکھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے تیزی سے فون اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر اس کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"آپ کسے فون کر رہے ہیں" ـــــ؟ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"جولیا کو ـــ کیوں" ـــــ؟ عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ آخری بھی تک اس کی انگلی ٹکی ہوئی تھی۔

"میں نے صفدر اور کیپٹن شکیل کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ وہ ٹائیگر کی نگرانی کریں۔ تاکہ اگر مجرم اس پر حملہ کریں تو انہیں اغوا کر کے یہاں سکے" ـــــ بلیک زیرو نے کہا۔

"ٹھیک ہے" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر آخری

ہندسہ بھی گھما دیا۔

"جولیا سپیکنگ" ـــــ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" ـــــ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر" ـــــ جولیا کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

"جولیا! ـــ تم تنویر، صدیقی اور چوہان کو فوراً ذیشان کالونی کی کوٹھی نمبر ننانوے کے پاس بھجوا دو ـــــ میں عمران کو وہاں بھیج رہا ہوں۔ وہ انہیں گائیڈ کرے گا ـــ اس کوٹھی پر فوری ریڈ کرنا ہے" ـــــ عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے سر" ـــــ جولیا نے جواب دیا اور عمران نے رسیور رکھا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"عمران صاحب! ـــ میں ایک بات سوچ رہا ہوں" ـــــ بلیک زیرو نے اچانک کسی خیال سے چونکتے ہوئے کہا۔

"تمہیں میں نے ایکسٹو اسی لئے تو بنایا ہے کہ بس تم بیٹھے سوچتے رہو" ـــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب! ـــ بات سنجیدہ ہے ـــ اگر ٹائیگر کے کالر میں جمشید نے لگایا ہے تو پھر کنٹرولر بھی تو جمشید کے پاس ہونا چاہیے۔ وہ اس کوٹھی میں کیسے پہنچ گیا۔ جب کہ جمشید آئل فیلڈ میں رہتا ہے" ـــــ بلیک زیرو نے کہا۔

"اوہ! ـــ تمہاری بات واقعی قابل غور ہے ـــ بہرحال کنٹرولر اسی کوٹھی میں ہے ـــــ اب تو یہ وہاں جا کر پتہ چلے گا کہ وہ وہاں کیسے

پہنچ گیا" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب عمران ڈریسنگ روم سے باہر نکلا تو میک اپ سے اس کا چہرہ بدلا ہوا تھا۔

"عمران صاحب! ــ اگر آپ کہیں تو میں آئل فیلڈ میں جا کر جمشید آغا کو چیک کروں ــ وہاں کا چیف سکیورٹی آفیسر میرا ذاتی دوست ہے اس کی مدد سے میں آسانی سے جمشید آغا تک پہنچ جاؤں گا" ــ بلیک زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"چلو کر لو چیکنگ ــ تم بھی فارغ بیٹھے بیٹھے تنگ آ گئے ہو گے" عمران نے اجازت دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تیز سیٹی کی آواز سنتے ہی کرسی پر بیٹھا ہوا جیکسن بُری طرح چونک پڑا۔ اس نے تیزی سے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اوپر رکھ لیا۔ سیٹی کی آواز اسی میں سے آ رہی تھی۔ جیکسن نے بڑی پھرتی سے اس کا ایک بٹن دبایا تو سیٹی کی آواز نکلنا بند ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی ایک مردانہ آواز برآمد ہوئی۔

"مارڈی سپیکنگ اوور"۔

"جیکسن فرام دس اینڈ ــ کیا بات ہے مارڈی۔ اوور" ــ جیکسن نے تیز لہجے میں کہا۔

"باس! ــ ہم آصف روڈ کی اس قلعہ نما عمارت کی نگرانی کر رہے تھے موٹر سائیکل پر سوار ایک نوجوان وہاں آیا۔ اس نے جیب سے کوئی ڈبیہ سی نکال کر پھاٹک کے ساتھ دیوار میں بنے ہوئے ایک سوراخ میں ڈالی اور پھر مڑ کر چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد اس عمارت سے ایک کار باہر نکلی ہے

سرخ رنگ کی سپورٹس کار ہے جسے ایک بڑی بڑی مونچھوں والا نوجوان چلا رہا تھا ۔۔۔ میں نے اس کا تعاقب کیا ہے اور باس! ۔۔۔ یہ کار اب ہمارے ہیڈ کوارٹر کے قریب موجود ہے اور یہاں اس نوجوان سے چند افراد ملے ہیں ۔۔۔ ان کی حرکات سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ہیڈ کوارٹر کی نگرانی ہو رہی ہے۔ کئی افراد پھیلے ہوئے محسوس ہو رہے ہیں۔ وہ شاید ہیڈ کوارٹر پر ریڈ کرنا چاہتے ہیں۔ اوور" ۔۔۔ مارڈی نے کہا اور جیکسن کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر کسی نے ایٹم بم مار دیا ہو۔

"کیا کہہ رہے ہو ۔۔۔ ہیڈ کوارٹر کی نگرانی اور ریڈ ۔۔۔ کیا تم ہوش میں ہو مارڈی۔ اوور" ۔۔۔ جیکسن نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

"باس! ۔۔۔ میں درست کہہ رہا ہوں ۔۔۔ میرے سامنے ساری سچوایشن ہے باس ۔۔۔ اوہ! ۔۔۔ وہ لوگ تو کوٹھی کی عقبی سمت جا رہے ہیں۔ شاید وہ عقبی سمت سے اندر آنا چاہتے ہیں۔ اوور" ۔۔۔ مارڈی نے بھی بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اوور اینڈ آل" ۔۔۔ باس نے بوکھلاتے ہوئے کہا اور اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کیا اور پھر بوکھلاتے ہوئے انداز میں اٹھ کر وہ تیزی سے کونے کے ایک دروازے کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ اس دروازے کو کراس کر کے اس نے بڑی پھرتی سے دیوار پر ہاتھ مارا اور اس کے ساتھ ہی دیوار برابر ہو گئی۔ اس کے بعد وہ دوڑتا ہوا سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ سیڑھیوں کا اختتام ایک بڑے سے کمرے میں ہوا جس میں دیوار کے ساتھ ایک بڑی سی مشین نصب تھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے اس مشین کے مختلف بٹن دبانے

شروع کر دیئے۔

بٹن دبتے ہی مشین آن ہو گئی اور پھر اس میں سے ہلکی سی گونج کی آواز نکلنے لگی۔ اس مشین سے دو بڑے بڑے پائپ نکل کر اوپر چھت میں غائب ہو گئے تھے۔ دونوں پائپ شفاف شیشے کے بنے ہوئے تھے مشین کے درمیان میں لگی ہوئی ایک بڑی سی سکرین روشن ہو گئی اور جیکسن نے بڑی تیزی سے اس سکرین کے نیچے لگی ہوئی ناب گھمانی شروع کر دی۔ ناب گھماتے ہی سکرین پر موجود منظر تبدیل ہوتا چلا گیا اور پھر جب اس پر کوٹھی کی بیرونی دیوار کا منظر ابھرا تو اس نے ناب پر سے ہاتھ ہٹا لیا اور ساتھ موجود دوسری ناب دبا کر اس نے گھمانا شروع کر دی۔ اس ناب کو دباتے ہی سکرین دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک حصے پر وہی پہلے والا منظر موجود تھا جب کہ دوسرے حصے پر تیزی سے اور منظر ابھرنے لگے اور پھر جب اس حصے پر پچھلی دیوار کا منظر ابھرا تو اس نے تیزی سے ناب سے ہاتھ ہٹا لیا اور پھر ایک اور بٹن دبایا اور مشین کے ساتھ منسلک مائیک کو ہاتھ میں لے لیا۔

"ہیلو ۔۔۔ ہیلو رچرڈ ۔۔۔ میں جیکسن بول رہا ہوں" ۔۔۔ جیکسن نے تیز لہجے میں کہا۔

"یس باس" ۔۔۔ دوسری طرف سے رچرڈ کی آواز ابھری۔

"رچرڈ! ۔۔۔ سیکرٹ سروس ہیڈ کوارٹر پر ریڈ کرنے والی ہے ۔۔۔ میں مارڈگ مشین پر موجود ہوں۔ تم فوراً اپنے ساتھیوں کو گیس ماسک پہننے کا حکم دے دو" ۔۔۔ جیکسن نے تیز لہجے میں کہا۔

"ہیڈ کوارٹر پر ریڈ ۔۔۔ مگر سارے ساتھی تو نگرانی کے لئے گئے ہوئے

ہیں ــــ میں یہاں آپریشن روم میں اکیلا ہوں" ــــ رچرڈ کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تو جلدی کرو ــ گیس ماسک پہن کر لونگ روم میں چلے جاؤ ــ جلدی"۔ جیکسن نے چیختے ہوئے کہا اور اسی لمحے اُسے پائیں باغ کی دیوار پر کسی آدمی کا سر ابھرتا نظر آگیا۔

"وہ اندر آرہے ہیں ــ ہوشیار" ــ جیکسن نے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ اب اس کی نظریں پائیں باغ کی دیوار پر جمی ہوئی تھیں۔ جہاں ایک نوجوان لیٹا ہوا تھا اور وہ بڑے غور سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نوجوان نے نیچے چھلانگ لگا دی اور وہ دیوار کے ساتھ ہی دبک گیا۔ چند لمحوں بعد ہی دیوار پر تین سر اور برآمد ہوئے اور پھر تین افراد دیوار پر سے ہوتے ہوئے پائیں باغ میں اتر گئے اب وہ چاروں ہی دیوار کے قریب دبکے ہوئے تھے۔ اور پھر پہلا آدمی اٹھ کر بڑی احتیاط سے عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ باقی تینوں بھی اس کی پیروی کر رہے تھے۔

جیکسن بڑے غور سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ چاروں آہستہ آہستہ عمارت کی پشت پر پہنچے اور پھر اس کی سائیڈ سے ہوتے ہوئے وہ سامنے کے رُخ کی طرف بڑھنے لگے۔ اب وہ سکرین کے پہلے حصے میں نظر آنے لگے تھے۔ ان کے علاوہ پائیں باغ کے دیوار سے اور کوئی آدمی نہ کودا تھا۔ وہ سائیڈ سے ہوتے ہوئے سامنے کے رُخ آئے اور برآمدے کے آخری ستون کے ساتھ لگے عمارت کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے برآمدے میں پہنچ گئے۔ اب وہ حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ باس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ رینگنے لگی۔ وہ ان کی حیرت کا بخوبی اندازہ لگا رہا تھا کہ انہیں کوٹھی میں کوئی آدمی نظر نہ آرہا تھا۔

برآمدے میں سے ہوتے ہوئے وہ درمیانی گیلری میں داخل ہوئے اور پھر گیلری میں موجود ایک کمرے کے دروازے کے پاس پہنچ کر رک گئے پہلے آنے والا انہیں لیڈ کر رہا تھا۔ پھر اس نے ذرا سا آگے ہو کر کمرے کے اندر جھانکا اور پھر تیزی سے کمرے میں داخل ہو گیا اور دوسرے لمحے باقی تینوں بھی کمرے میں داخل ہوئے اور باس نے جلدی سے پہلی ناب کو بائیں طرف گھما دیا۔ اس ناب کے گھومتے ہی سکرین کے پہلے حصے کا منظر بدل گیا۔ اور اب اس پر اس کمرے کا اندرونی منظر نظر آنے لگا جس میں وہ چاروں موجود تھے۔

وہ سب اب آہستہ آہستہ اس کمرے کی شمالی دیوار کی طرف بڑھ رہے تھے جس میں ایک دروازہ نظر آرہا تھا۔ باس جانتا تھا کہ یہ دروازہ لونگ رُوم میں جاتا ہے جس میں رچرڈ موجود ہے۔

ابھی وہ سب دروازے کے پاس پہنچے ہی تھے کہ باس نے مشین کے نچلے حصے میں لگا ہوا سُرخ رنگ کا ہینڈل ایک جھٹکے سے نیچے کر دیا مشین میں تیز گونج پیدا ہوئی اور مشین اور چھت کے درمیان شفاف نلکیوں میں نیلے رنگ کا دھواں بھر گیا۔ یہ دھواں چھت کی طرف جا رہا تھا۔

باس کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد اس نے کمرے کی دیواروں سے نیلے رنگ کا دھواں نکلتے دیکھا۔ وہ چاروں اس دھوئیں سے بے خبر تھے۔ وہ دروازے کو کھولنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ اسی لمحے

اس نے ان چاروں کو چونک کر مڑتے ہوئے دیکھا۔ اور باس نے ہینڈل کو اور نیچے دبا دیا۔ یکلخت دھواں تیزی سے باہر نکلنے لگا۔ اور دوسرے لمحے وہ چاروں لڑکھڑا کر فرش پر گرے اور ان کے ہاتھ پیر سیدھے ہوتے چلے گئے۔

باس خاموش بیٹھا انہیں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ایک جھٹکے سے ہینڈل کو واپس پہلی والی جگہ پر پہنچا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی کمرے میں بھرا ہوا نیلے رنگ کا دھواں تیزی سے غائب ہونے لگا۔

باس نے ایک بار پھر مائیک کو سنبھالا اور پھر ایک اور بٹن دبا دیا دوسرے لمحے سکرین کے باقی آدھے حصے پر جھماکا سا ہوا اور منظر بدل گیا۔ اب سکرین پر ایک کمرے میں بیٹھا ہوا ایک آدمی نظر آنے لگا۔ اس نے سر پر گیس ماسک پہنا ہوا تھا اور وہ میز پر پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن دبا رہا تھا۔

"ہیلو رچرڈ! ـــــ کمرہ نمبر چار میں چار آدمی بیہوش پڑے ہیں ـــــ تم گیس ماسک سمیت وہاں جاؤ اور پہلے اچھی طرح چیک کر لو کہ ان میں سے کوئی صحیح حالت میں تو نہیں ـــــ اگر وہ چاروں واقعی بیہوش ہیں۔ تو انہیں لونگ روم میں منتقل کر دو۔ میں وہیں آ رہا ہوں۔ اوور" ـــــ جیکسن نے تیز لہجے میں کہا۔

"وہ لازماً بیہوش ہوں گے باس! ـــــ گیس کے بعد ان کے ہوش میں رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اوور" ـــــ رچرڈ نے ماسک کو چہرے سے ہٹا کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بہرحال احتیاط اچھی ہے ـــــ ریوالور ہاتھ میں لیکر جانا اور اچھی طرح تسلی کر لینا۔ اوور" ـــــ باس نے کہا اور رابطے کا بٹن آف کر دیا۔ اس کے ساتھ

ہی جھماکے کے ساتھ سکرین کے آدھے حصے پر پہلا منظر ابھر آیا۔ اس کمرے کا منظر بدستور باقی آدھی سکرین پر موجود رہا۔ جس میں وہ چاروں حملہ آور بیہوش پڑے ہوئے تھے۔ اور اب باس کی نظریں اسی حصے پر جمی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد اس نے شمالی دیوار میں موجود وہی دروازہ کھلتے دیکھا جسے کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ چاروں بیہوش ہوئے تھے۔ اور دروازے میں گیس ماسک پہنے رچرڈ نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ چونکہ وہ نوجوان جو باقی تینوں کو لیڈ کر رہا تھا دروازے کے بالکل قریب پڑا ہوا تھا اس لئے رچرڈ نے جھک کر اس کی نبض پکڑی اور اسے چیک کرنے لگا۔ پھر اس کی نبض چھوڑ کر وہ باقی تینوں کی طرف بڑھا۔ اس نے اسی طرح سب کی نبضیں چیک کیں اور پھر ریوالور کو کوٹ کی جیب میں ڈال لیا اور باس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ وہ اس کے ریوالور جیب میں رکھنے سے ہی سمجھ گیا تھا کہ وہ چاروں واقعی بیہوش ہو چکے ہیں۔ اس نے مشین آف کی اور پھر اٹھ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگا۔

"آیئے آیئے مسٹر طاہر! ۔۔۔ آج آپ ادھر کیسے بھول پڑے" ۔۔۔ دفتر میں بیٹھے ہوئے چیف سیکورٹی آفیسر نے مسکرا کر کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو نے آگے بڑھ کر بڑے پُر زور انداز میں مصافحہ کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"بابر زمان! ۔۔۔ بڑا عرصہ ہوا تم سے ملاقات نہ ہوئی تھی ۔۔۔ آج بس بیٹھے بیٹھے خیال آ گیا تو میں نے کہا چلو مل لوں" ۔۔۔ بلیک زیرو نے بڑے بے تکلفانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ بھئی یہ تو میری خوش نصیبی ہے کہ تمہیں ملنے کی فرصت مل گئی ۔۔۔ یاد ہے ایک سال قبل ایک محفل میں ملاقات ہوئی تھی اور میں نے تمہیں دعوت بھی دی تھی۔ لیکن تم نے کہا تھا کہ میں بہت مصروف رہتا ہوں" ۔۔۔ بابر زمان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ اُن دنوں واقعی میں بے حد مصروف تھا اس لئے معذرت

کر لی تھی" ۔۔۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ تم کس محکمے میں ہو ۔۔۔ بس مصروفیت کا کہہ دیتے ہو" ۔۔۔ بابر زمان نے کہا۔

"بس سمجھ لو کہ تمہاری ٹائپ کا ہی محکمہ ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"میری ٹائپ کا ۔۔۔ سیکورٹی" ۔۔۔ بابر زمان نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ سیکورٹی ہی کہہ لو ۔۔۔ لیکن سیکرٹ مسئلہ ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اوہ اچھا! ۔۔۔ میں سمجھ گیا ۔۔۔ تو تم سیکرٹ سروس میں ہو ۔۔۔ واقعی! پھر تو بہت بڑا محکمہ ہے" ۔۔۔ بابر زمان نے حیرت سے کہا۔

"تمہارا خیال درست ہے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے مختصر سے لفظوں میں جواب دیا۔

"اچھا پہلے یہ بتاؤ کہ گرم چلے گا یا ٹھنڈا" ۔۔۔ بابر زمان نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"ٹھنڈا ہی ٹھیک رہے گا" ۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا اور بابر زمان نے میز پر پڑی ہوئی گھنٹی پر ہاتھ مارا۔ دوسرے لمحے ایک باوردی چپڑاسی اندر داخل ہوا۔

"دو کوک لاؤ" ۔۔۔ بابر زمان نے چپڑاسی سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ مؤدبانہ انداز میں سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ یہاں بھی تم کسی خاص کام سے آئے ہو گے۔ تمہارے

محکمے والے یونہی کسی سے ملنے نہیں آتے"۔۔۔۔ بابر زمان نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے پُراسرار لہجے میں کہا۔

"بس یُوں ہی سمجھ لو۔۔۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ یہاں کچھ لوگ موجود ہیں" بلیک زیرو نے بغور بابر زمان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ لوگ موجود ہیں ۔۔۔ کیا مطلب" ۔۔۔۔ ؟ بابر زمان کی آنکھوں میں حیرت کا تاثر اُبھر آیا۔

"اب تم خود سمجھ لو کہ میرا مطلب کیسے لوگوں سے ہو سکتا ہے۔ تم تو چیف سکیورٹی آفیسر ہو" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اوہ!۔۔۔ لیکن یہ ناممکن ہے ۔۔۔ میں نے تو یہاں انتہائی کڑی نگرانی رکھی ہوئی ہے" ۔۔۔۔ بابر زمان کے چہرے پر قدرے ناگواری اور الجھن کے تاثرات اُبھر آئے تھے اور بلیک زیرو اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ کم از کم بابر زمان مجرموں کا آدمی نہیں ہو سکتا۔ ورنہ بلیک زیرو کی بات پر اس کا ردِعمل نفسیاتی طور پر کچھ مختلف ہوتا۔

"جن لوگوں کا شبہ ہے وہ بین الاقوامی مہارت کے لوگ ہیں ۔۔۔ وہ عام نگرانی سے قابو میں نہیں آتے ۔۔۔ بہرحال یہ کوئی واضح بات نہیں۔ بس شبہ ہی ہے" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے چپڑاسی اندر داخل ہوا اور بابر زمان کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ چپڑاسی نے بوتلیں بلیک زیرو اور بابر زمان کے سامنے رکھیں اور پھر واپس چلا گیا۔

"مجھے کھل کر بتاؤ طاہر!۔۔۔ مسئلہ کیا ہے ۔۔۔ ؟ کیا واقعی یہاں کچھ لوگ موجود ہیں ۔۔۔ ؟ اگر ایسی بات ہے تو یہ میرے لئے انتہائی خطرناک ہے" ۔۔۔۔ بابر زمان کے چہرے پر اب حیرت کے ساتھ ساتھ پریشانی کے آثار بھی اُبھر آئے تھے۔

"یار!۔۔۔ اتنی گھبرانے والی بات نہیں ہے ۔۔۔ ایک مبہم سا شبہ ہے اور بس۔۔۔ ابھی کوئی بات واضح نہیں ہے" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے اُسے ٹالتے ہوئے کہا۔

"نہیں!۔۔۔ تمہاری یہاں آمد سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مسئلہ زیادہ سنجیدہ ہے ۔۔۔ ورنہ تم مجھے فون بھی کر سکتے تھے ۔۔۔ یا ویسے ہی سرکاری طور پر محتاط رہنے کے لئے کہہ سکتے تھے ۔۔۔ تم میرے کلاس فیلو ہو۔ یقین رکھو یہ میری عزت کا مسئلہ ہے ۔۔۔ میں اس اہم ترین پراجیکٹ کا چیف سکیورٹی آفیسر ہوں ۔۔۔ یہاں معمولی سی کوتاہی کا سارا نزلہ مجھ پر گرنا ہے ۔۔۔ مجھے کھل کر بات بتاؤ۔ یقین رکھو میں تم سے پورا پورا تعاون کروں گا" ۔۔۔۔ بابر زمان نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تو پھر سنو!۔۔۔ ہمیں یہاں کے ایک چیف الیکٹرک انجینئر مسٹر جمشید آغا پر شبہ ہے کہ وہ مجرموں کا آلۂ کار ہے ۔۔۔ میرے یہاں آنے کا مقصد یہی ہے کہ اُسے اسی طرح سے چیک کیا جائے کہ اُسے شبہ نہ ہو کہ اس کی چیکنگ ہو رہی ہے" ۔۔۔۔ بلیک زیرو نے آخر واضح اور کھل کر بات کر ہی دی۔

"جمشید آغا چیف الیکٹرک انجینئر ۔۔۔ اوہ!۔۔۔ وہ تھوڑی دیر قبل ہی سائیٹ پر واپس آیا ہے ۔۔۔ میں اس وقت سیکنڈ چیک پوسٹ پر موجود تھا" ۔۔۔۔ بابر زمان نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"تم نے اُسے چیک کیا تھا" ۔۔۔۔ ؟ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"چیک اُسے ۔۔۔ نہیں تو ۔۔۔ وہ ایک اعلیٰ آفیسر ہے اور سینئر ملازم ہے

اس کی چیکنگ کی ضرورت ہی نہیں سمجھی" ـــــ بابر زمان نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں!ـــ واقعی اعلیٰ آفیسرز کی چیکنگ کی ضرورت ہی نہیں ہوتی" ـــــ بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ!ـــ تم شاید طنز کر رہے ہو ـــ بہرحال مجھے اس قسم کا ذرا برابر بھی خیال نہ تھا۔ لیکن جمشید آغا پر کیا شبہ ہے ـــــ کچھ اتا پتہ بھی تو بتاؤ" ـــــ بابر زمان نے جواب دیا۔

"یہ مسئلہ تمہارے سمجھنے کا نہیں بابر!ـــــ بہرحال تم ایسا کرو کہ مجھے کسی نہ کسی ذریعے سے جمشید آغا سے ملوا دو۔ کسی ایسے انداز سے وہ کسی طور پر بھی مشکوک نہ ہو۔ کیونکہ ابھی صرف اس پر مبہم سا شبہ ہے۔ کوئی واضح بات نہیں ہے اس لئے ہم کھل کر کوئی بات نہیں کرنا چاہتے" ـــــ بلیک زیرو نے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ میں سمجھ گیا ـــ ویسے تم مل لو۔ لیکن اب میں بھی اس کی طرف سے خاص طور پر محتاط رہوں گا" ـــــ بابر زمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے میز پر پڑا ہوا ٹیلیفون اٹھایا اور پھر رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"یس ایکسچینج" ـــــ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ چونکہ بولنے والے کی آواز خاصی بلند تھی اس لئے قریب بیٹھا بلیک زیرو بھی رسیور میں ابھرنے والی آواز بخوبی سن رہا تھا۔

"چیف الیکٹرک انجینئر جمشید آغا سے بات کرائیں" ـــــ بابر زمان نے کہا۔

"او۔ کے سر ـــ ہولڈ آن" ـــــ آپریٹر نے جواب دیا۔

"جمشید آغا سپیکنگ" ـــــ چند لمحوں بعد جمشید آغا کی آواز سنائی دی۔

"بابر زمان بول رہا ہوں چیف سکیورٹی آفیسر" ـــــ بابر زمان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ بابر زمان صاحب خیریت ـــ کیسے یاد کیا" ـــــ؟ دوسری طرف سے جمشید آغا نے چونکتے ہوئے کہا۔

"میرے ایک کلاس فیلو ہیں مسٹر طاہر ـــ الیکٹرک انجینئر ہیں۔ وہ آپ کے شعبے کی سیر کرنا چاہتے ہیں سٹڈی کے طور پر ـــ اگر آپ اجازت دیں تو" ـــــ بابر زمان نے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ آپ انہیں کل کا وقت دے دیں ـــ میں انہیں پورا شعبہ دکھا دوں گا" ـــــ جمشید آغا نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جواب دیا۔

"وہ اس وقت میرے پاس موجود ہیں اور کل انہوں نے فن لینڈ واپس چلے جانا ہے ـــ وہاں ان کی سروس ہے ـــ اگر آج ہو سکے تو وہ مطمئن ہو جائیں گے" ـــــ بابر زمان نے اپنی طرف سے بہانہ بنا دیا۔

"آج تو ایک ایمرجنسی پراجیکٹ پر کام ہو رہا ہے اس لئے شعبے میں تو ان کا جانا مناسب نہیں ہو گا ـــ اگر وہ کل تک رک جائیں تو بہتر ہے" جمشید آغا نے کہا۔

اسی لمحے بلیک زیرو نے سامنے رکھے ہوئے پیڈ پر چند الفاظ لکھ کر بابر کے سامنے رکھ دیئے۔ اس نے لکھا تھا کہ خالی ملاقات ہی کافی ہے۔

"چلیئے وہ پراجیکٹ میں نہیں جاتے ـــ وہ آپ جیسے سینئر انجینئر سے

کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ایک خوبصورت سے دفتر کے سامنے پہنچ گیا۔ دفتر کے باہر چیف الیکٹرک انجینئر کی نیم پلیٹ موجود تھی اور باہر سٹول پر ایک چاق و چوبند قسم کا چپڑاسی بیٹھا ہوا تھا۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں" —— چپڑاسی نے ان کے قریب آتے ہی دروازے پر پڑی ہوئی چک ہٹاتے ہوئے مودبانہ لہجے میں کہا اور بابر زمان، بلیک زیرو کو ہمراہ لئے دفتر میں داخل ہو گیا۔

"دفتر خاصا شاندار تھا اور ریوالونگ چیئر پر بیٹھا جمشید آغا خاصی بھرپور شخصیت نظر آ رہا تھا۔

"آئیے آئیے! — میں آپ کا ہی منتظر تھا" —— اس نے کرسی سے اٹھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

بابر زمان نے بلیک زیرو کا تعارف کرایا اور پھر وہ میز کے سامنے رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اسی لمحے چپڑاسی نے کوکا کولا کی بوتلیں لا کر ان دونوں کے سامنے رکھ دیں۔

"آپ فن لینڈ میں ملازم ہیں طاہر صاحب" —— جمشید آغا نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں! — میں نے فن لینڈ سے ہی انجینئرنگ کی تھی اور وہیں ملازم ہو گیا —— چھٹیوں میں یہاں آیا ہوں اور بابر زمان سے ملنے آ گیا —— میں نے سوچا کر چلو آپ سے ملاقات ہو جائے —— آپ ظاہر ہے انتہائی تجربہ کار ہیں اتنے اہم اور بڑے پراجیکٹ کو کنٹرول کر رہے ہیں" —— بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ملاقات کو ہی اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں" —— بابر زمان نے کاغذ پر لکھے الفاظ کو غور سے پڑھتے ہوئے کہا۔

"اوہ! — ایسی کوئی بات نہیں — میں ان سے ملاقات کے لئے تیار ہوں مجھے ان سے مل کر بے حد مسرت ہو گی — آپ انہیں بھیج دیجئے۔ میں دفتر میں موجود ہوں" —— جمشید آغا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"شکریہ! — ہم دونوں آ رہے ہیں — آپ بے فکر رہیں زیادہ وقت نہیں لیں گے" —— بابر زمان نے کہا۔

"کوئی بات نہیں — آجائیے — میں منتظر ہوں" — جمشید آغا نے کہا اور بابر زمان نے تھینک یو کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

"خالی ملاقات سے بات بن جائے گی" —— بابر زمان نے رسیور رکھتے ہوئے کہا۔

"بات کیا بننی ہے — بس دو چار منٹ گفتگو کر کے ذرا اس کی شخصیت کو پرکھ لیں گے —— میں نے بتایا ہے نا کہ ابھی صرف مبہم سا شبہ ہے اور بس" —— بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا آؤ — اب ملاقات بھی کر آئیں" —— بابر زمان نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

چند لمحوں بعد وہ دونوں جیپ میں بیٹھے سائیٹ کے اندرونی حصوں کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

آئل ریفائنری کے ایریے میں داخل ہونے کے بعد بابر زمان نے ایک مخصوص حصے میں جا کر جیپ روکی اور پھر بلیک زیرو کو ہمراہ لئے وہ ریفائنری

"اوہ شکریہ! ـــ آپ نے مجھے عزت بخشی ہے ـــــ تجربہ کیا۔ بس گذارہ ہو رہا ہے" ـــــ جمشید آغا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ نے کسی سبجیکٹ میں سپیشلائز کیا ہے آغا صاحب" ـــــ؟ طاہر نے پوچھا۔

"نہیں ـــ ایسی تو کوئی بات نہیں" ـــــ جمشید آغا نے سرسری سے لہجے میں جواب دیا۔

"یہاں آپ کا مین پراجیکٹ کیا ہے" ـــــ؟ طاہر نے دوسرا سوال کرتے ہوئے کہا۔

"دراصل طاہر صاحب! ـــــ مسئلہ یہ ہے کہ یہ ٹاپ سیکرٹ سلسلہ ہے اس لئے میں مجبور ہوں کہ آپ کو اس بارے میں کوئی معلومات مہیا نہیں کر سکتا ـــــ بابر صاحب میری مجبوری جانتے ہیں" ـــــ جمشید آغا نے کہا۔

"اوہ سوری! ـــ واقعی مجھے خود خیال رکھنا چاہئیے تھا" ـــــ طاہر نے فوراً ہی معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں ـــــ سرکاری مسئلہ ہے ورنہ میں آپ سے کھل کر گفتگو کرتا" ـــــ جمشید آغا نے جواب دیا۔

"ویسے آپ کی اس وقت ڈیوٹی تو نہیں ہو گی ـــــ کیونکہ آفس ٹائم تو صبح کو ہوتا ہے" ـــــ بلیک زیرو نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"میری ڈیوٹی رات کو پراجیکٹ پر ہے ـــ میں تو آپ کی وجہ سے دفتر میں آگیا ہوں" ـــــ جمشید آغا نے جواب دیا۔

"اوہ شکریہ! ـــ میرے خیال میں اب اجازت دیجئے ـــ اگر میں

فن لینڈ جانے سے رک گیا تو پھر ملاقات ہو گی" ـــ طاہر نے کہا۔

"ضرور ـــ میں حاضر ہوں" ـــــ جمشید آغا نے جواب دیا اور طاہر نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے تھے۔

"اچھا اب اجازت دیجئے" ـــ بابر زمان نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں جمشید آغا سے مصافحہ کر کے باہر آگئے۔

جب جیپ میں بیٹھ کر وہ واپس بیرونی چوکی کی طرف بڑھے تو بابر زمان نے کہا۔

"کچھ محسوس کیا تم نے" ـــ "کوئی خاص بات" ـــ؟ بابر زمان کا لہجہ اشتیاق سے پُر تھا۔

"نہیں ـــ فی الحال تو کوئی خاص بات نہیں ـــ تم نے کوئی بات محسوس کی ہو تو بتاؤ ـــ تم تو اکثر ملتے رہتے ہو گے" ـــ؟ بلیک زیرو نے الٹا سوال کرتے ہوئے کہا۔

"بس کچھ کھچا کھچا سا دکھائی دے رہا تھا ـــــ حالانکہ خاصا خوش مزاج آدمی ہے" ـــــ بابر زمان نے کہا۔

"شاید ڈیوٹی کی وجہ سے اس کے ذہن پر بوجھ ہو گا" ـــــ بلیک زیرو نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ واپس چوکی پر پہنچ گئے جہاں بلیک زیرو کی کار موجود تھی۔ بلیک زیرو، بابر زمان کو خاص طور پر محتاط رہنے کا کہہ کر واپس شہر کی طرف چل پڑا۔ اس نے جمشید آغا سے ملاقات تو کر لی تھی اور بظاہر کوئی مشکوک بات بھی نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی بلیک زیرو کو ایسا احساس ہو رہا تھا جیسے کہیں کوئی خاص گڑبڑ موجود ہے۔ کوئی چیز اس کے ذہن میں کلبلا رہی تھی۔

لیکن واضح طور پر کچھ سمجھ میں نہ آرہا تھا۔ وہ اب یہی سوچ رہا تھا کہ اس بات کا ذکر عمران سے تفصیل سے کرے گا۔ شاید اس گفتگو میں کوئی بات واضح طور پر سامنے آجائے اور یہی سوچتا ہوا وہ واپس دانش منزل پہنچ گیا۔

آپریشن روم میں جاکر بیٹھتے ہی ابھی اس نے ٹیپ ریکارڈر کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا تاکہ اگر اس کی عدم موجودگی میں کوئی پیغام آیا ہو تو وہ سن سکے کہ اچانک اس کے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ اور دوسرے لمحے وہ بے اختیار اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"اوہ! — اوہ غضب ہو گیا — بالکل سامنے کی بات نظر انداز ہو گئی" — بلیک زیرو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اُسے اب خیال آیا تھا کہ جمشید آغا کی آستین اس کے ہاتھوں کی نسبت زیادہ سفید تھی جب کہ اس کا چہرہ اور ہاتھ گندمی رنگ کے تھے۔ جمشید آغا نے جب بوتل پینے کے لئے ہاتھ اٹھایا تو اس کی آستین کی ایک جھلک اُسے نظر آئی تھی۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اصل جمشید آغا نہیں — اصل جمشید آغا ہوتا تو یقیناً اس کی آستین کا اندرونی حصہ بھی گندمی رنگ کا ہوتا۔ اس کا مطلب ہے کہ جمشید آغا کے روپ میں کوئی غیر ملکی مجرم ہے۔

پہلے تو بلیک زیرو کو خیال آیا کہ وہ سیدھا واپس جائے اور جمشید آغا کو گرفتار کر لے۔ لیکن پھر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ بلکہ ٹیلیفون کا رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"آئل فیلڈ ایکس چینج" — چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک رسمی سی آواز سنائی دی۔

"چیف سکیورٹی آفیسر بابر زمان سے بات کرائیں — میں طاہر بول

رہا ہوں دارالحکومت سے" — بلیک زیرو نے کہا۔

"بہتر — ہولڈ آن کیجئے" — آپریٹر نے جواب دیا۔

اور پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد رسیور پر بابر زمان کی آواز ابھری۔

"بابر زمان سپیکنگ"

"بابر! — میں طاہر بول رہا ہوں" — بلیک زیرو نے کہا۔

"اوہ طاہر — خیریت — کیا بات ہو گئی" — ؟ بابر زمان نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"بابر! — کیا تم ایک کام کر سکتے ہو — ؟ جمشید آغا تو اس وقت سائیٹ پر ہو گا — تم اس کی رہائش گاہ کی تلاشی لو — اگر کوئی مشکوک چیز نظر آئے تو مجھے بتاؤ" — بلیک زیرو نے کہا۔

"تلاشی — وہاں تو اس کے نوکر ہوں گے — اس کے بیوی بچے تو گئے ہوئے ہیں لیکن نوکر تو ہوں گے — ویسے بات کیا ہے۔ کھل کر بتاؤ" — بابر زمان نے کہا۔

"بابر — میرا خیال ہے کہ جمشید آغا اصل نہیں ہے — بلکہ اس کے میک اپ میں کوئی غیر ملکی ہے — لیکن یہ میرا شبہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی رہائش گاہ سے اصل جمشید آغا کا پتہ مل جائے — یا کوئی ایسا کاغذ یا میک اپ باکس مل جائے جس سے بات واضح ہو جائے" — بلیک زیرو نے کہا۔

"اوہ! — تم نے اتنی بڑی بات کس بنیاد پر کہہ دی ہے" — ؟ بابر زمان کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

"بنیاد کی بات نہ کرو بابر! — بلکہ کسی طرح تلاشی لے لو — اگر تم دوستانہ

انداز میں ایسا نہیں کر سکتے تو پھر مجھے سرکاری طور پر آرڈر کرانے ہوں گے۔ ایسی صورت میں تمہاری کارکردگی پر بھی حرف آئے گا ـــــ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اگر کوئی بات واضح ہو جائے تو یہ کارنامہ تمہاری کارکردگی میں شامل ہو جائے" ـــــ بلیک زیرو نے کہا۔

"اوہ ٹھیک ہے ـــــ میں سمجھ گیا ـــــ میں کوئی چکر چلاتا ہوں۔ ویسے رپورٹ تمہیں کس نمبر پر دوں" ـــــ بابر زمان نے رضامند ہوتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زیرو نے اُسے ایکسٹو کے مخصوص فون سے ہٹ کر دوسرا پرائیویٹ نمبر دے دیا۔

"او کے بس ـــــ میں فون کروں گا" ـــــ بابر زمان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ اور بلیک زیرو نے بھی رسیور رکھ دیا۔ اب وہ مطمئن تھا کہ اگر کوئی خاص بات ہوئی تو خود بخود سامنے آ جائے گی۔

عمران نے دانش منزل سے نکل کر جب ذیشان کالونی پہنچا تو کار سے اترتے ہی تنویر اس کے پاس آیا۔ اس نے شاید عمران کی کار پہچان لی تھی اور اس کے قریب آ گیا تھا۔

"باقی لوگ بھی آ گئے ہیں تنویر" ـــــ عمران نے سرسری سے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں! ـــ ہم ابھی ابھی پہنچے ہیں ـــ میرا فلیٹ چونکہ قریب تھا اس لئے میں ان سے پہلے آ گیا ہوں۔ صدیقی کو میں نے عقبی سمت میں بھیجا ہوا ہے" ـــــ تنویر نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آؤ پھر عقبی سمت سے ہی اندر داخل ہوتے ہیں ـــ اُدھر گلی میں اتنے افراد نہیں ہوں گے۔ یہاں سڑک پر تو کافی ٹریفک ہے" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور تنویر نے ہاتھ کو سر کے اوپر اٹھاتے ہوئے اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے اپنے ساتھیوں کو مخصوص اشارہ کیا۔ اس کے چہرے

پر جوش کے آثار ابھر آئے تھے کیونکہ اس قسم کا کام اس کی پسند کے عین مطابق تھا اور پھر عمران کو کوٹھی کی دوسری سمت سے اپنی طرف چوہان آتا دکھائی دیا۔ اس وقت شام کے اندھیرے پھیل چکے تھے اور پھر وہ ملحقہ گلی سے ہوتے ہوئے کوٹھی کی عقبی سمت میں پہنچ گئے۔

کوٹھی کی عقبی دیوار کچھ زیادہ بلند نہ تھا اور عقبی گلی بھی سنسان پڑی ہوئی تھی۔ عمران نے اِدھر اُدھر دیکھا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے اچھلا اور اس کے دونوں ہاتھ دیوار کے کنارے پر جم گئے۔ اور پھر بازوؤں کے بل اونچا ہوتا ہوا وہ دیوار پر پہنچ گیا۔ ایک لمحے تک دیوار پر لیٹا وہ اندرونی ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس نے آہستہ سے نیچے چھلانگ لگا دی اور دیوار کے ساتھ دبک گیا۔ اس کے نیچے گرنے سے ہلکا سا دھماکا ہوا لیکن اس دھماکے کا کوئی ردعمل سنائی نہ دیا تو اس نے آہستہ سے سیٹی بجائی اور چند لمحوں بعد تنویر، صدیقی اور چوہان بھی دیوار پھاند کر اندر آ گئے۔ جب ان کے اندر آنے کا بھی کوئی ردعمل محسوس نہ ہوا تو عمران احتیاط سے عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔

عمارت میں سنسانی سی پھیلی ہوئی تھی یوں لگتا تھا جیسے عمارت خالی ہو۔ تنویر اور اس کے ساتھی عمران کے پیچھے چل رہے تھے ان سب نے ہاتھوں میں ریوالور پکڑے ہوئے تھے اور پھر عمارت کی سائیڈ سے ہوتے ہوئے وہ اس کے فرنٹ پر پہنچ گئے۔ اس طرف بھی مکمل خاموشی طاری تھی

”میرا خیال ہے کہ عمارت خالی ہو چکی ہے“ ——— عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

”لگتا تو ایسے ہی ہے“ ——— تنویر نے جواب دیا۔

اور پھر وہ برآمدے میں سے ہوتے ہوئے گیلری میں آ گئے۔ یہاں ایک کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ عمران نے پہلے جھانک کر اندر دیکھا۔ کمرہ خالی پڑا ہوا تھا اور عمران لپک کر اندر داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی پیروی کی۔

کمرے میں سامان تو موجود تھا لیکن آدمی کوئی نہ تھا۔ کمرے کی شمالی دیوار کے کونے میں ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا جو بند تھا۔ عمران اس دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازے کو دھکیل کر کھولنے کی کوشش کی لیکن اندر کی طرف سے بند ہونے کی وجہ سے کھل نہ سکا۔ اور عمران نے جھک کر اس کے کی ہول سے آنکھ لگا دی لیکن دوسری طرف ہلکی سی روشنی کا احساس تو ضرور ہوتا تھا لیکن کوئی چیز نظر نہ آ رہی تھی۔

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا تاکہ ماسٹر کی نکال کر دروازے کا لاک کھول سکے۔ اور اسی لمحے اُسے کسی گیس کی موجودگی کا احساس ہوا وہ چونک کر مڑا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی شاید گیس کی موجودگی کا احساس کر لیا تھا۔ اس لئے اسی لمحے وہ بھی مڑے اور پھر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کمرے میں نیلے رنگ کا دھواں سا پھیلا ہوا تھا۔ یہ دھواں کمرے کی دیواروں سے نکل رہا تھا۔

عمران نے فوراً سانس روک لیا۔ مگر اس کے ساتھی ایسا نہ کر سکے اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب لہراتے ہوئے دھڑام سے فرش پر جا گرے اس بار عمران نے ان کی پیروی کی۔ سانس روکے رکھنے کی وجہ سے گیس نے اُسے بیہوش تو نہیں کیا تھا لیکن جب اُسے گیس کا احساس ہوا تھا اور اس نے مڑ کر دیکھا تھا تو گیس اس کے دماغ پر خاصی اثر انداز ہو چکی تھی اس لئے

اس کے ذہن پر بار بار اندھیروں کی یلغار سی ہو رہی تھی لیکن اس نے اپنی مضبوط قوت ارادی کی وجہ سے اپنے ذہن کو قابو میں رکھا۔ البتہ اس کے دل میں اطمینان کی لہریں دوڑنے لگیں تھیں کہ اس گیس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ عمارت خالی نہیں ہے۔ ورنہ وہ تو اس اہم کلیو سے بھی مایوس ہو چکا تھا۔ عمران نے نیم باز آنکھوں سے دیکھا کہ گیس پورے کمرے میں بھر جانے کے بعد اب تیزی سے غائب ہوتی جا رہی تھی۔

عمران کو یقین تھا کہ گیس ختم ہونے کے بعد کوئی نہ کوئی ضرور آئے گا اور پھر وہی ہوا جس دروازے کو وہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہی دروازہ کھلا اور ایک شخص بڑے محتاط انداز میں کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے چہرے پر گیس ماسک پہنا ہوا تھا۔ اس نے سب سے پہلے عمران کی نبض پکڑی اور چیک کرنے لگا۔ عمران نے اپنے آپ کو بے حس کر لیا۔ اور اس کی توقع کے عین مطابق گیس ماسک پہنے ہوئے شخص نے مطمئن ہو کر عمران کی کلائی چھوڑ دی اور پھر تنویر کی نبض چیک کرنے لگا اس طرح اس نے باری باری صدیقی اور چوہان کی نبضیں چیک کیں اور پھر مطمئن ہو کر وہ مڑا اور اس نے سب سے پہلے جھک کر عمران کو اٹھایا اور کاندھے پر لاد کر اسی دروازے میں داخل ہو گیا۔

یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس کی دیواروں کے ساتھ عجیب قسم کی تین مشینیں نصب تھیں۔ کمرے کے درمیان میں چار پانچ بنچیں پڑی ہوئی تھیں جن کے ساتھ چمڑے کی بیلٹیں منسلک تھیں۔ گیس ماسک پہنے ہوئے شخص نے عمران کو ایک بنچ پر لٹایا اور پھر چمڑے کی بیلٹ اس کے جسم پر سے کراس کر کے نیچے کی طرف باندھ دی۔ اور پھر مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

عمران نے اس کے باہر جاتے ہی نیچے کی طرف لٹکے ہوئے اپنے ہاتھ تیزی سے سمیٹے اور انتہائی پھرتی سے اس نے بیلٹ کا بکل کھول دیا تاکہ عین وقت پر اٹھنے میں آسانی ہو۔ البتہ اس نے جسم پر کراس شدہ بیلٹ کو نہ چھیڑا تھا تاکہ مجرم اس کی طرف سے مطمئن رہیں اور پھر گیس ماسک والے نے باری باری تنویر، صدیقی اور چوہان کو بھی لا کر عمران کی طرح بنچوں پر لٹا کر بیلٹوں سے باندھ دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے چہرے سے گیس ماسک ہٹایا اور اسے ایک الماری کے اندر رکھ کر الماری کے پٹ بند کر دیئے۔ اب وہ غور سے عمران اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے ایک طرف رکھی ہوئی مشین گن ہاتھ میں لے لی تھی۔

چند لمحوں بعد دروازہ ایک بار پھر کھلا اور سفید بالوں والا ایک لمبا تڑنگا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک مشین گن تھی۔

"یہ ابھی ہوش میں نہیں آئے رچرڈ" ——— سفید بالوں والے نے پہلے آدمی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"نہیں سر! ——— انہیں ہوش میں لے آنے کے لئے انجکشن آر۔ ڈی الیون لگانے ہوں گے" ——— رچرڈ نے جواب دیا۔

"ان کی تلاشی لے لی ہے" ——— ؟ سفید بالوں والے نے پوچھا۔

"میں نے اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی ——— یہ بندھے ہوئے تو ہیں" ——— رچرڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"مارڈی نے بتایا ہے کہ یہ لمبی مونچھوں والا نوجوان اس قلعہ نما عمارت سے نکلا تھا ——— اس کا قد و قامت تو عمران جیسا ہے ——— ہو سکتا ہے کہ یہ عمران ہو ——— میں نے مارڈی کو بلایا ہے تاکہ وہ اسے دیکھ کر تصدیق

کر دے کہ یہ وہی ہے" ــــ باس نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس! ـــ اگر یہ عمران ہے تو اسے فوری گولی مار دینی چاہیئے" ــــ رچرڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے ایک اور غیر ملکی اندر داخل ہوا۔ اس نے مودبانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے دونوں کو سلام کیا۔

"دیکھو مارڈی! ـــ یہ وہی نوجوان ہے جو آصف روڈ والی عمارت سے نکلا تھا" ــــ باس نے آنے والے سے پوچھا۔

"یس سر! ـــ یہ وہی ہے" ــــ مارڈی نے بڑے پُریقین لہجے میں جواب دیا۔

"میک اپ صاف کرنے کا سامان لے آؤ" ــــ باس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہاں لونگ روم میں ہر قسم کا سامان موجود ہے باس" ــــ رچرڈ نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ایک الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے الماری کھول کر اس میں سے ایک بڑا سا باکس نکالا اور پھر اُسے لا کر عمران کے سامنے رکھ کر اس نے اُسے کھولا اور مختلف بوتلیں نکال کر ان کا سیال عمران کے چہرے پر ملنے لگا۔ پھر باکس میں موجود تولیہ اٹھا کر اس نے جب عمران کا چہرہ رگڑا تو عمران کے چہرے سے میک اپ کی تہیں اترتی چلی گئیں۔

"اوہ! ـــ یہ تو واقعی عمران ہے ـــ اصل عمران ـــ اور یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ اس طرح ہمارے قابو آگیا" ــــ باس کی مسرت سے چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور رچرڈ، عمران کا نام سنتے ہی بے اختیار

دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ جیسے عمران کا نام ہی دہشت زدہ کرنے والا ہو۔

"اگر یہ عمران ہے سر ـــ تو پھر اسے فوری گولی مار دینی چاہیئے" ــــ رچرڈ نے تیزی سے کاندھے سے لٹکی ہوئی مشین گن کو ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو رچرڈ! ـــ جلدی نہ کرو ـــ اب یہ بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے لیکن میں اسے ہلاک کرنے سے پہلے اس سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ ہیڈ کوارٹر تک کیسے پہنچا ــــ؟ ہو سکتا ہے کہ اس کے مزید ساتھی ہیڈ کوارٹر کے باہر موجود ہوں" ــــ باس نے ہاتھ اٹھا کر رچرڈ کو روکتے ہوئے کہا۔

اور رچرڈ نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے مشین گن جھکا لی۔

"مارڈی! ـــ آر۔ ڈی الیون کے انجکشن لے آؤ ـــ اور عمران کے بازو میں انجکٹ کر دو" ــــ باس نے مارڈی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس" ــــ مارڈی نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں ـــ بلکہ میرے ساتھیوں کو ان انجکشنز کی ضرورت ہے جناب باس صاحب" ــــ اچانک عمران نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا اور اس کی آواز سنتے ہی وہ تینوں یوں اُچھلے جیسے ان کے سروں پر بم پھٹ پڑے ہوں۔

"تم ہوش میں ہو ـــ؟ تم پر گیس نے اثر نہیں کیا" ــــ؟ باس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیوں نہیں کیا ـــ اگر اثر نہ کرتی تو میں یہاں تک کیسے پہنچتا۔؟ اور اس طرح بے بسی سے باندھا جاتا ـــ لیکن مجھے ایک ایسی بیماری ہے

کہ بیہوش کر دینے والی گیس زیادہ دیر تک مجھ پر قبضہ نہیں جما سکتی ـــ اور میں نے جان بوجھ کر اس بیماری کا علاج نہیں کرایا ـــ اب دیکھو! میری اس بیماری کی وجہ سے تمہارا ایک قیمتی انجکشن بچ گیا ہے ـــ ویسے اصولاً اب یہ میرا حق بنتا ہے کہ اس انجکشن کی پوری نہیں تو کم از کم آدھی قیمت تم بطور انعام مجھے دے دو" ـــ عمران کی زبان قینچی کی طرح چل پڑی۔ اس کے لہجے میں ایسا اطمینان تھا جیسے وہ مجرموں کے اڈے کی بجائے اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھا باتیں کر رہا ہو۔

"تم علی عمران ہو" ـــ؟ باس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کو سیدھا کرتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں! ـــ مجھ خاکسار ـــ شرمسار ـــ مردم بیزار ـــ اکائی دہائی سینکڑہ ہزار کو لوگ علی عمران بندۂ نادان ـــ مرد میدان ـــ کہتے ہیں اور لوگ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہوں گے" ـــ عمران نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"تم ہمارے ہیڈ کوارٹر تک کیسے پہنچے" ـــ؟ باس نے اس کے خاموش ہونے پر انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"ہیڈ کوارٹر ـــ یہ کوارٹر کا ہیڈ ہے ـــ میں تو اس کو کوٹھی سمجھا تھا ـــ کمال ہے۔ فن تعمیر اب بہت تبدیل ہو گیا ہے کہ اتنے وسیع رقبے میں پھیلی ہوئی عمارت کو بھی کوارٹر کہا جاتا ہے" ـــ عمران نے کہا

"بکواس مت کرو ـــ سیدھی طرح بتاؤ کہ یہاں کیسے پہنچے" ـــ؟ باس نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"جناب! ـــ سڑکیں گنواؤں ـــ یا موڑ اور چوک بھی ساتھ ساتھ

بتاؤں" ـــ عمران نے جواب دیا۔

"باس! ـــ یہ وقت ضائع کر رہا ہے ـــ اس کا علاج گولی ہی ہے"۔ رچرڈ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"آخری بار پوچھ رہا ہوں کہ تم یہاں تک کیسے پہنچے ـــ اب اگر تم نے بکواس کی تو گولیوں کی بوچھاڑ کر دوں گا" ـــ باس نے سرد لہجے میں کہا۔

"پہلے یہ بتائیں کہ ٹیلی کمیونیکیشن بٹن جو میرے ساتھی کے کوٹ میں جمشید آغا نے لگایا تھا ـــ اس کا کنٹرولر اس کوٹھی میں ہے" ـــ؟ عمران نے بھی اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! ـــ تو تم اس کنٹرولر کی وجہ سے یہاں تک پہنچ گئے ـــ لیکن تم جمشید آغا کو کیسے جانتے ہو" ـــ؟ باس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نہ صرف جمشید آغا کو جانتا ہوں ـــ بلکہ میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر خورشید کو بھی جانتا ہوں جس کا دماغ کنٹرول میں کر کے اسے ہلاک کر دیا گیا ـــ میں ٹریسی کو بھی جانتا ہوں ـــ کے۔ ایچ راہولا کو بھی جانتا ہوں جس نے تمہیں ہلٹن روڈ کی کوٹھی دی تھی ـــ اور بتاؤں ـــ میں فریکی کو بھی جانتا ہوں جس کے ذریعے تم نے وزیر داخلہ کو قتل کرایا ہے۔ انکل کارگن کو بھی جانتا ہوں۔ وائٹ پرل تنظیم کا سربراہ ـــ جسے تم نے آئل فیلڈ ـــ ریفائنری اور پائپ لائنز کے مین ٹارگٹس ہٹ کرنے کا باقاعدہ نقشہ بنا کر دیا تھا ـــ بس کروں یا مزید بھی بتاؤں" ـــ عمران نے یوں جواب دیا جیسے کسی مذاکرے میں دلائل دے رہا ہو۔

"اوہ! ـــ تم بہت کچھ جانتے ہو ـــ بہت کچھ ـــ لیکن اس کے باوجود کچھ بھی نہیں جانتے ـــ بہرحال اب میرے سوال کا جواب مل گیا

ہے — اس لئے اب تم چھٹی کرو" —— باس نے مشین گن کو سیدھا کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو! — گولی چلانے سے پہلے میری ایک بات سُن لو — گولی تو تم نے چلانی ہی ہے چلاتے رہنا —— لیکن اگر میری بات نہ سُنی تو تمہیں پچھتانا پڑے گا" —— عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہو! — مجھے ڈاج دینے کی ضرورت نہیں ہے —— تمہیں اب کوئی نہیں بچا سکتا۔ سمجھے" —— باس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"مجھے گولی مارنے سے پہلے اپنے جمشید آغا کا حال پوچھ لو —— پھر آرام سے گولی مارتے رہنا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے" —— عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"جمشید آغا — کیا مطلب" ——؟ باس نے بُری طرح چونکتے ہوئے کہا اور عمران زیرلب مسکرا دیا۔ اس کا پھینکا ہوا اندھا تیر ٹھیک نشانے پر لگا تھا۔

"مطلب اسی سے پوچھنا —— رچرڈ کو کہو کہ میرا منہ ایک بار پھر دھوئے پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے —— تمہیں مطلب سمجھ میں آجائے گا" —— عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"باس! — یہ خوانخواہ چکر چلا رہا ہے" —— رچرڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

"تم خاموش رہو — تم جیسے ناعاقبت اندیش ہی بڑی بڑی تنظیموں کے مشن تباہ کرا دیتے ہیں — ٹاپ راک کا باس احمق نہیں ہو سکتا۔ سمجھے" — عمران نے بکلخت رچرڈ کو یوں جھاڑتے ہوئے کہا جیسے وہ اس کا ماتحت ہو۔

"مارڈی! — تم آگے بڑھ کر اس کا دوبارہ منہ دھو دو" —— باس نے رچرڈ کے قریب کھڑے مارڈی سے مخاطب ہو کر کہا اور عمران کے لبوں پر ایک بار پھر مسکراہٹ تیر گئی۔ وہ باس کو الجھانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"یس باس" —— مارڈی نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور پھر جیسے ہی وہ عمران کے قریب آ کر باکس میں سے سلوشن نکالنے کے لئے جھکا، عمران کے دونوں ہاتھوں نے بجلی کی تیزی سے حرکت کی اور دوسرے لمحے مارڈی اچھل کر اس کے جسم پر آ گرا۔ عمران نے اُسے دونوں ہاتھوں سے جکڑ لیا تھا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ باس یا رچرڈ، عمران کی حرکت کو سمجھتے۔ مارڈی اچھلتا ہوا رچرڈ سے جا ٹکرایا اور عمران نے بنچ پر سے چھلانگ لگا دی۔ باس نے بڑی پھرتی سے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا۔ لیکن عمران ہوا میں ہی قلابازی کھا گیا اور گولیوں کی بوچھاڑ بنچ پر پڑی اور دوسرے لمحے عمران نے باس کو یوں چھاپ لیا جیسے ماں بچے کو اچانک گود میں لے لیتی ہے۔ باس کے حلق سے چیخ نکلی اور دوسرے لمحے وہ گیند کی طرح اچھلتا ہوا فرش پر گر کر اٹھتے ہوئے مارڈی اور رچرڈ سے جا ٹکرایا۔ اور وہ تینوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر ایک بار پھر زمین پر جا گرے۔

"اب تم تینوں ہاتھ اٹھا لو" —— عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

لیکن رچرڈ نے بڑی پھرتی سے زمین پر پڑی ہوئی مشین گن اٹھانے کی کوشش کی۔ اسی لمحے عمران نے ٹریگر دبا دیا اور رچرڈ کے ساتھ ساتھ مارڈی بھی گولیوں کی بوچھاڑ کی زد میں آ گیا۔ البتہ باس اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔

رچرڈ اور مارڈی دونوں کے جسموں میں اتنے سوراخ ہو گئے تھے کہ انہیں زیادہ تڑپنے کی مہلت ہی نہ ملی۔ اور ان کی روحیں بڑی آسانی سے ان سوراخوں سے نکل کر عالم بالا کی طرف پرواز کر گئیں۔

"تم۔۔۔ تم نے بیلٹ کیسے کھول لی"۔۔۔ باس نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

"تم نے مجھے تعارف کرانے کے لئے کہا تھا نا۔۔۔ تو یہ بیلٹیں میرا نام سنتے ہی خود بخود کھل جایا کرتی ہیں۔۔۔ تم اب دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔۔۔ اور اپنے ہاتھ سر سے اونچے کر کے دیوار کے ساتھ لگا دو۔۔۔ جلدی کرو۔ میرے پاس تمہاری طرح فضول باتوں کا وقت نہیں ہے"۔۔۔ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"کاش!۔۔۔ میں رچرڈ کی بات مان جاتا"۔۔۔ باس نے دانت پیستے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی دیوار کی طرف مڑ گیا۔

"تو کیا ہوتا۔۔۔ رچرڈ اور مارڈی چند لمحے اور پہلے مر جاتے"۔۔۔ عمران نے بڑی بے نیازی سے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے ایک ہاتھ سے مشین گن باس کی پشت سے لگائی اور دوسرے ہاتھ سے اس کی جیبوں کو تھپتھپانے لگا۔ اسے دراصل باس کی ایک جیب میں ابھار سا نظر آیا تھا۔ اور وہ چاہتا تھا کہ اس کے پاس موجود ریوالور بھی نکال لے۔ تاکہ پھر اطمینان سے اس سے مزید پوچھ گچھ کی جا سکے۔

لیکن جیسے ہی عمران کے ہاتھ نے ایک جیب کو تھپتھپایا۔ باس بجلی کی سی تیزی سے نیچے جھکا اور دوسرے لمحے عمران ایک جھٹکا کھا کر پشت کے بل فرش پر جا گرا۔ اور باس نے تیزی سے مڑتے ہی اس پر

چھلانگ لگا دی۔

مگر عمران نے اس سے بھی زیادہ تیزی دکھائی اور فرش پر گرتے ہی وہ پھرتی سے کروٹ بدل گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باس کو فرش پر ہاتھ ٹکا کر اپنے آپ کو بچانا پڑا۔ اور عمران پھرتی سے مڑ کر اس کے اوپر آ گیا۔ لیکن دوسرے لمحے عمران اچھل کر سر کے بل قلابازی کھاتا ہوا دوسری طرف گرا۔ اور اس کی ٹانگیں پوری قوت سے بنچ پر پڑیں اور پھر وہ بنچ سمیت دوسری طرف الٹ گیا۔

باس نے انتہائی پھرتی سے عمران کے ہاتھ سے نکلی ہوئی مشین گن فرش سے جھپٹی۔ لیکن اسی لمحے بنچ گولی کی طرح اڑتی ہوئی پوری قوت سے باس سے ٹکرائی اور باس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ مشین گن ایک بار پھر اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ اور وہ پشت کے بل فرش پر گرا تھا۔ اس بار عمران نے اس پر چھلانگ لگانے کی بجائے تیزی سے آگے بڑھ کر پیر کی ٹھوکر سے مشین گن ایک طرف اچھال دی اور پھر اٹھتے ہوئے باس کی ناک پر جھک کر ایک زوردار ٹکر ماری اور باس ایک بار پھر چیختا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔

لیکن دیوار سے ٹکراتے ہی باس نے بڑی مہارت سے عمران کے سینے پر فلائنگ کک مارنے کی کوشش کی۔ اس کے انداز میں ایسی مہارت تھی کہ عمران بھی دل ہی دل میں اس کی مہارت کا قائل ہو گیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ فلائنگ کک عمران کے سینے پر پڑتی، عمران نے اپنے جسم کو تیزی سے ایک طرف کیا اور دوسرے لمحے باس اس کے ہاتھوں میں جکڑا ہوا فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ عمران۔۔۔ بڑی پھرتی سے پیچھے اس انداز

میں بیٹھا کر اس کا ایک گھٹنا آگے کو نکل آیا اور پھر اس نے باس کی پشت کو اس گھٹنے پر پوری قوت سے مار کر اُسے فرش پر پھینک دیا اور باس کے حلق سے ایسی چیخیں نکلنے لگیں جیسے سینکڑوں بدروحیں اس کے جسم میں گھس گئی ہوں۔ اب وہ فرش پر پڑا پانی سے نکلی ہوئی مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔ لیکن بار بار اٹھنے کی کوشش کے باوجود وہ دوبارہ فرش پر گر پڑتا۔

"خوامخواہ اٹھنے کی کوشش کر رہے ہو ۔۔۔ تمہاری ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے ۔۔۔ اور اب تو تم قیامت والے دن ہی اٹھو گے۔ اس سے پہلے تو ناممکن ہے" ۔۔۔ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں اپنے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔

اور باس ساکت ہو گیا۔ شائد اُسے بھی احساس ہو گیا تھا کہ عمران سچ کہہ رہا ہے۔

"کاش! ۔۔۔ میں نے تمہیں دیکھتے ہی گولی مار دی ہوتی" ۔۔۔ باس نے کراہتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ تکلیف کی شدت سے بگڑا ہوا تھا۔

"یوں کہو کہ کاش میں پاکیشیا نہ آیا ہوتا ۔۔۔ بہرحال اب تمہارے پاس صرف کاش ہی رہ گیا ہے ۔۔۔ کہیئے کہیئے ۔۔۔ کہتے رہو" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سنو عمران! ۔۔۔ تم مجھے جان سے مار ڈالو ۔۔۔ میرے ساتھ جو بھی چاہو سلوک کرو ۔۔۔ لیکن یاد رکھنا میں مرنے کے باوجود تمہارے ملک کو ایسا نقصان پہنچا جاؤں گا کہ تمہاری نسلیں بھی اس نقصان پر صدیوں روتی رہیں گی" ۔۔۔ باس نے درندوں کے سے انداز میں غراتے

ہوئے کہا۔ اس کی قوتِ برداشت واقعی حیرت انگیز تھی کہ اس نے اس بے پناہ تکلیف پر اتنی جلدی قابو پالیا تھا۔

"میری نسلیں ہونگی ہی نہیں تو روئیں گی کیسے ۔۔۔؟ تم بے فکر رہو" ۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے جھک کر فرش پر پڑے ہوئے باس کی ایک ٹانگ پکڑی اور اُسے دوسری ٹانگ کے ساتھ اس طرح لپیٹ دیا کہ باس کے دونوں گھٹنے رانوں سمیت اوپر کو اٹھ آئے اور وہ اگر ٹھیک بھی ہوتا تو آسانی سے اپنی ٹانگیں علیحدہ نہ کر سکتا اب تک ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے وہ ویسے ہی اپنی ٹانگوں کو حرکت نہ دے سکتا تھا۔

اسی لمحے عمران تیزی سے اُچھلا اور اس کے دونوں پیر باس کے اوپر کو اٹھے ہوئے گھٹنوں پر پڑے اور اس کے وزن کے ساتھ ہی بندھے ہوئے گھٹنے جیسے ہی نیچے ہوئے۔ باس یوں پھڑکنے لگا جیسے اس کے جسم پر بم برسائے جا رہے ہوں۔ گھٹنوں کے اس طرح نیچے آنے کے بعد اس کے باقی جسم کو اوپر کی طرف اٹھنا چاہیئے تھا۔ لیکن ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے وہ اٹھ نہ سکا۔ اور اس وجہ سے باس کو اس قدر تکلیف ہوئی کہ وہ بُری طرح پھڑکنے لگا اور عمران تیزی سے پیچھے ہٹا تو باس کے دونوں گھٹنے ایک بار پھر خود بخود اوپر کو اُٹھے اور عمران نے ایک بار پھر پہلے والی حرکت دوہرائی اور باس کے حلق سے نکلنے والی چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا۔

"یہ عمل جاری رہے گا حضرت باس صاحب! ۔۔۔ جب تک تم یہ نہ بتاؤ گے کہ تم نے جمشید آغا کے ذمہ کیا ڈیوٹی لگائی ہے" ۔۔۔؟ عمران

نے تیسری بار اچھلتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں بتاؤں گا ——— مجھے مار ڈالو —— مار ڈالو" ——— باس نے چیختے اور کراہتے ہوئے کہا۔ لیکن تکلیف اس قدر شدید تھی کہ اس کے چہرے کا ایک ایک عضو پھڑکنے لگا تھا اور آنکھیں باہر کو ابل آئی تھیں۔

"کوئی بات نہیں —— ابھی بتا دو گے ——— مجھے معلوم ہے کہ تم جیسا آدمی ہر قسم کا تشدد سہار لیتا ہے ——— تمہارا جسم ہر قسم کے تشدد کا عادی ہے لیکن میری یہ ترکیب کبھی ناکام نہیں رہی۔ سمجھے" ——— عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور چوتھی بار پھر اچھل کر اس کے گھٹنوں پر جا گرا۔ اور پھر تو جیسے مشین چل پڑی ہو۔ باس کی چیخیں کمرے کی چھت تو ایک طرف آسمان بھی پھاڑ رہی تھیں۔ مگر عمران بڑے اطمینان سے اپنا عمل دوہرائے جا رہا تھا۔ اس نئے قسم کے تشدد نے باس کی قوتِ ارادی کے تمام پرزے اڑا دیئے تھے۔

"ٹھہرو ٹھہرو ——— خدا کے لئے ٹھہرو ——— میں بتا دیتا ہوں" ——— باس نے بری طرح بلکتے ہوئے کہا اور عمران بڑے اطمینان سے ہٹ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا

"بتاؤ" ——— عمران نے کہا۔

"میری ٹانگیں کھولو ——— میں بتا دیتا ہوں ——— میں مر جاؤں گا —— تم انسان نہیں ہو —— وحشی درندے ہو" ——— باس نے کہا۔

"جب تم نے سپلائی ڈپو اڑایا تھا اور بے شمار افراد مار ڈالے تھے۔ اس وقت تمہیں انسانیت کا درس یاد نہیں رہا تھا" ——— عمران نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ دہشت پسندانہ کارروائیوں میں

بھی یہی گروپ ہی ملوث ہو گا۔

"میری ٹانگیں کھولو —— میں بتا دیتا ہوں" ——— باس نے بری طرح سر پٹختے ہوئے کہا۔

"کھول دونگا —— پہلے بتاؤ تو سہی —— اور سنو! —— میرے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت نہیں ہے —— جلدی بتاؤ" ——— عمران نے ایک بار پھر چھلانگ لگانے کے لئے زاویہ بنایا۔

"جمشید آغا ——— وہاں رقص کرنے گیا ہے ——— موت کا رقص" —— باس نے جواب دیا اور عمران ایک بار پھر اچھلا۔ لیکن اس بار باس نے تیزی دکھائی اور جیسے ہی عمران کی ٹانگیں اس کے گھٹنوں پر پڑیں اس کے دونوں ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئے اور اس نے کھڑی ہتھیلیاں عمران کی پنڈلیوں پر مارنے کی کوشش کی لیکن اعصابی توازن درست نہ ہونے کی وجہ سے اس کے ہاتھ فضا میں ہی لہرا کر رہ گئے اور اس کے ساتھ ہی باس نے زور سے چیخ ماری اور پھر ساکت ہوتا چلا گیا۔

عمران اچھل کر ایک طرف ہوا اور باس کے منہ سے خون کی لکیر پھوٹ پڑی اس کی آنکھیں اوپر کو چڑھ گئی تھیں اور وہ ختم ہو چکا تھا۔ شاید بے پناہ تکلیف نے اس کے دل پر اتنا دباؤ ڈالا تھا کہ وہ پھٹ گیا تھا۔

عمران نے ایک طویل سانس لیا۔ اس کی توقع کے خلاف باس ختم ہو گیا تھا۔ اس سے دراصل اندازے کی غلطی ہوئی تھی۔ اس نے یہی سمجھا تھا کہ باس خاصی قوتِ ارادی کا مالک ہو گا لیکن بہرحال وہ انسان تھا حد سے زیادہ تکلیف برداشت نہ کر سکا۔

باس کے مرتے ہی عمران تیزی سے دروازے کی طرف مڑا اور پھر چند

لمحوں بعد اس نے پوری کوٹھی چھان ماری۔ جلد ہی اُسے ایک کمرے کی ایک الماری سے آر۔ ڈی الیون کے انجکشن مل گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک میز کی دراز سے اُسے ایک ایسی فائل ملی جسے پڑھ کر محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً عمران کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس فائل میں ٹاپ راک کا مقامی مشن یعنی آئل فیلڈ۔ آئل ریفائنری اور پائپ لائنز اڑانے کے ساتھ ساتھ ہمسایہ ملک میں پاکیشیا کے تیل کو کھینچنے والے منصوبے کے متعلق اشارے موجود تھے اور عمران نے تیزی سے اپنے ساتھیوں کو انجکشن لگانے شروع کر دیئے۔ وہ اب جلد از جلد یہ کوٹھی چھوڑنا چاہتا تھا تاکہ بلیک زیرو سے جمشید آغا کے متعلق رپورٹ لے سکے۔

پھر جیسے ہی تنویر اور اس کے ساتھی ہوش میں آئے۔ عمران نے ان سب کو تفصیلی طور پر کوٹھی کی تلاشی لینے کے لئے کہا اور خود کوٹھی سے باہر نکل گیا۔ چونکہ وہ ممبران کے سامنے کھل کر بلیک زیرو سے کوئی بات نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے خود دانش منزل جا کر بات کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔

دانش منزل پہنچتے ہی وہ سیدھا آپریشن روم کی طرف بڑھا۔ بلیک زیرو آپریشن روم میں موجود تھا۔

"کیسا رہا چھاپہ عمران صاحب"۔۔۔ بلیک زیرو نے استقبال میں کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"چھاپہ تو بڑا خوبصورت تھا۔۔۔ بڑے خوبصورت بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔۔۔ سُرخ رنگ زیادہ تھا۔۔۔ تم بتاؤ کہ تم نے کونسا تیر مارا ہے"۔۔۔؟ عمران نے چھاپے کو کپڑے کے چھاپے میں تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

"میں جمشید آغا سے مل آیا ہوں۔۔۔ بظاہر تو کوئی خاص بات نہیں۔ وہ

ایک سیدھا سادھا سا انجنیئر ہے۔۔۔ لیکن میں نے چیف سکیورٹی آفیسر بابر زمان سے کہا ہے کہ وہ اس کی رہائش گاہ کی تلاشی لے۔ تاکہ اگر کوئی مشکوک بات ہو تو سامنے آجائے"۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔ اس نے آستین اور میک اَپ والی بات دانستہ چھپائی تھی۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ جب تک بات واضح نہ ہو جائے اس وقت تک اُسے اتنا بڑا الزام نہیں لگانا چاہیئے۔

"بابر زمان سے تم نے کس حیثیت سے بات کی تھی"۔۔۔؟ عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"وہ میرا کلاس فیلو ہے۔۔۔ میں نے صرف اتنا بتایا ہے کہ میں خفیہ محکمہ میں ہوں۔۔۔ اور جمشید آغا پر مبہم سا شک ہے"۔۔۔ بلیک زیرو نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"پھر اس نے چیکنگ کے بعد کوئی رپورٹ دی ہے"۔۔۔؟ عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں دی"۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا

"میں فوری طور پر جمشید آغا کو چیک کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ جمشید آغا وہاں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔۔۔ ایسا کردار جو ہمارے لئے انتہائی بھیانک نتائج لا سکتا ہے۔۔۔ تم بابر زمان سے بات کرو اس سے رپورٹ پوچھو۔۔۔ ورنہ میں خود وہاں جاتا ہوں"۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"اہم کردار۔۔۔ وہ ایک انجنیئر ہے اور بس"۔۔۔ بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ وہاں موت کا رقص کرنے گیا ہے۔۔۔ اور موت کا رقص جب

آئل فیلڈ اور ریفائنری میں ہو تو کتنا بھیانک ہو سکتا ہے"۔۔۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا اور پھر اس نے مختصر طور پر ہیڈ کوارٹر میں گزرنے والے تمام واقعات بتا دیئے۔

"اوہ!۔۔ واقعی پھر تو ساری بات جمشید آغا پر آتی ہے"۔۔۔ بلیک زیرو نے چونکتے ہوئے کہا اور اس نے تیزی سے ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا اور اسی لمحے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔

عمران نے ہاتھ بڑھا کر خود ہی رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو"۔۔۔ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"سر۔ تنویر بول رہا ہوں ۔۔۔ ہمیں عمران کوٹھی کی تلاشی لینے کے لئے کہا گیا تھا۔۔۔ ہم تلاشی میں مصروف تھے کہ سات مسلح افراد نے اچانک کوٹھی پر ریڈ کر دیا۔ ہم نے مقابلہ کیا اور ساتوں کو ہلاک کر دیا۔۔۔ مگر صدیقی، چوہان اور میں تینوں زخمی ہو گئے ہیں۔۔۔ چوہان شدید زخمی ہے ۔۔۔ صدیقی کی ران میں دو گولیاں لگی ہیں اور میرے بازو میں ایک گولی لگی ہوئی ہے ۔۔۔ فائرنگ کے بعد دست بدست لڑائی بھی ہوئی ہے ۔۔۔ اتنے میں پولیس آگئی اور انہوں نے ہم تینوں کو گرفتار کر لیا ہے۔۔۔ میں اس وقت سنٹرل تھانے سے فون کر رہا ہوں"۔۔۔ تنویر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چوہان اور صدیقی کہاں ہیں"۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"وہ بھی تھانے میں ہیں۔۔۔ میں نے پولیس انسپکٹر سے کہا ہے کہ چوہان شدید زخمی ہے اسے فوراً ہسپتال منتقل کیا جائے ۔۔۔ لیکن وہ تو سنتے ہی نہیں"۔۔۔ تنویر نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں تلخی تھی۔

"اوکے۔۔۔ تم فون بند کر دو"۔۔۔ عمران نے کہا اور دوسری طرف سے

رابطہ ختم ہوتے ہی اس نے تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سختی تھی۔

"یس۔۔ پی۔ اے ٹو انسپکٹر جنرل پولیس"۔۔۔ دوسری طرف سے کرخت سی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو سپیکنگ۔۔۔ آئی جی سے بات کراؤ"۔۔۔ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ اچھا سر!۔۔ ایک منٹ سر"۔۔۔ دوسری طرف سے انتہائی بوکھلائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"شیر عالم آئی۔ جی سپیکنگ"۔۔۔ یہ انسپکٹر جنرل پولیس تھا۔

"ایکسٹو سپیکنگ"۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"جناب فرمایئے!۔۔ کیا حکم ہے"۔۔۔ آئی۔ جی نے قدرے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"سنٹرل تھانے میں میرے ایک شعبے کے تین افراد موجود ہیں اور وہ تینوں زخمی ہیں ۔۔ انہیں فوراً رہا کرو سمجھے ۔۔۔ اور پولیس کو کہہ دو کہ وہ اس معاملے میں ٹانگ مت اڑائے"۔۔۔ عمران نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

"اچھا۔۔ اچھا سر!۔۔ میں سمجھ گیا ۔۔۔ مجھے ابھی ابھی ڈی۔ آئی۔ جی نے رپورٹ دی ہے کہ ذیشان کالونی میں ان تینوں نے سات غیر ملکیوں کو ہلاک کر دیا ہے ۔۔۔ ان کے خلاف تو شاید اب تک ایف۔ آئی۔ آر بھی کٹ چکی ہوگی سر!۔۔۔ ایسی صورت میں ۔۔۔"۔ آئی۔ جی نے تمہید باندھنی شروع کی۔

"شیر عالم! ـــ تم نے اس پوسٹ پر رہنا ہے ـــ یا نگیوں میں جوتیاں چٹخانی ہیں ـــ میں اپنے حکم کی فوری تعمیل چاہتا ہوں ـــ اور سنو ـــ پانچ منٹ کے اندر اندر یہ تینوں افراد مقانے سے باہر ہونے چاہئیں۔ صرف پانچ منٹ کے اندر" ـــ عمران نے انتہائی سخت اور تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر ایک جھٹکے سے رسیور کریڈل پر پھینک دیا۔

"یہ سات غیر ملکی کون ہو سکتے ہیں" ـــ ؟ بلیک زیرو نے پوچھا۔

"ان کے ہی ساتھی ہوں گے ـــ اور کسی مشن سے واپس آئے ہوں گے۔ بہرحال ان تینوں نے ہمت کی ہے کہ اچانک حملے کے باوجود ساتوں غیر ملکیوں کو گرا لیا" ـــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر آپ کہیں تو میں سیکرٹ سروس کے ہسپتال فون کر دوں۔ تاکہ ان تینوں کی فوری دیکھ بھال ہو سکے" ـــ بلیک زیرو نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے ـــ تنویر ہوشیار ہے۔ وہ خود ہی بندوبست کر لے گا ـــ تم بابر زمان سے بات کرو ـــ مجھے جمشید آغا کی فکر ہے"۔ عمران نے کہا اور پھر بلیک زیرو نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"آفس چیف سیکورٹی آفیسر آئل فیلڈ" ـــ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"بابر زمان سے بات کراؤ" ـــ بلیک زیرو نے اپنی اصلی آواز میں کہا۔

"کون صاحب بات کرنا چاہتے ہیں" ـــ ؟ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"میرا نام طاہر ہے ـــ میں ان کا دوست ہوں" ـــ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اوہ طاہر صاحب آپ! ـــ میں پی۔ اے بول رہا ہوں ـــ آپ تو پہلے آئے تھے ناں ـــ بابر صاحب آئل فیلڈ کی گشت پر گئے ہوئے ہیں۔ کافی دیر ہو گئی ہے۔ ابھی واپس نہیں آئے ـــ آپ اپنا فون نمبر بتا دیجئے جیسے ہی وہ واپس آئے وہ آپ سے بات کر لیں گے" ـــ پی۔ اے نے بے تکلفانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میرا فون نمبر اس کے پاس ہے ـــ بس تم اسے کہہ دینا کہ طاہر کا فون آیا تھا" ـــ بلیک زیرو نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب! ـــ میں کہہ دوں گا" ـــ پی اے نے جواب دیا اور بلیک زیرو نے رسیور رکھ دیا۔

"تم نے کتنی دیر پہلے اسے چیکنگ کے لئے کہا تھا" ـــ عمران نے پوچھا۔

"دو گھنٹے سے زائد وقت ہو گیا ہے" ـــ بلیک زیرو نے کلائی کی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ میں خود جاؤں ـــ ایسے بات نہیں بنے گی" ـــ عمران نے کہا اور پھر فون اپنی طرف کھینچ کر اس کا رسیور اٹھایا اور پھر انکوائری کے نمبر گھما دیئے۔

"یس انکوائری پلیز" ـــ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"مینجنگ ڈائریکٹر آئل فیلڈ کا نمبر دو" ـــ عمران نے کہا۔ اس کا لہجہ تحکمانہ ہی تھا۔

"سر! ـــ رہائش کا ـــ یا دفتر کا" ـــ ؟ دوسری طرف سے پوچھا گیا وہ شاید لہجے سے ہی مرعوب ہو گیا تھا۔

"اس وقت دفتر کا کونسا وقت ہے ـــ رہائش کا نمبر دو" ـــ عمران

نے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے سر ــــ نوٹ کریں ــــ ٹرپل تھری ٹرپل سیون ون" ــــ آپریٹر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے تھینک یو کہہ کر کریڈل دبا دیا۔ اور پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پہلے تو کچھ دیر گھنٹی بجتی رہی پھر کسی کی آواز سنائی دی۔

"کون بول رہا ہے" ــــ بولنے والے کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ ملازم ہے اور نیند سے اٹھا ہے۔

"صاحب سے بات کراؤ ــــ جلدی" ــــ عمران نے انتہائی غصیلے انداز میں کہا۔

"اچھا جی ــــ ہولڈ کریں" ــــ ملازم بھی شاید عمران کے لہجے سے مرعوب ہو گیا تھا۔

"ہیلو ــــ کون بول رہا ہے" ــــ؟ چند لمحوں بعد ایک کرخت اور جھنجلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ لہجہ خوابیدہ ہی تھا۔

"چیف آف سیکرٹ سروس ایکسٹو سپیکنگ" ــــ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ سر آپ! ــــ فرمائیے ــــ فرمائیے" ــــ بولنے والے کے لہجے میں شدید حیرت کا عنصر ابھر آیا۔

"کیا نام ہے آپ کا" ــــ؟ عمران نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"میرا نام عاقل صدیقی ہے ــــ میں مینجنگ ڈائریکٹر ہوں" ــــ دوسری طرف سے بوکھلاتے ہوئے انداز میں کہا گیا۔

"مسٹر عاقل صدیقی! ــــ آپ ایک اہم ترین ادارے کے سربراہ ہیں۔ لیکن آپ نے اپنی رہائش گاہ پہ کیا انتظام کر رکھا ہے کہ آپ کا فون آپ کے ملازم سنتے ہیں" ــــ عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

"سوری سر! ــــ میں معذرت خواہ ہوں ــــ آج اتفاق سے ملازم نے فون ملحقہ کمرے میں رکھ دیا تھا۔ ورنہ فون میں اپنے سرہانے ہی رکھتا ہوں"۔ اتنا بڑا عہدہ رکھنے کے باوجود ایکسٹو کے نام کی دہشت نے ہی عاقل صدیقی کو بوکھلا دیا تھا۔

"آئندہ خیال رکھا کرو ــــ اور سنو! ــــ میرا ایک خصوصی آدمی آئل فیلڈ آ رہا ہے ــــ اس کا نام علی عمران ہے۔ اُسے ایسا پاس جاری کرو کہ وہ جس شعبے میں جانا چاہے جا سکے ــــ اور جس کی چیکنگ کرنا چاہے کر سکے۔ اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیئے" ــــ عمران نے کہا۔

"بہتر سر! ــــ میں صبح ہی پاس جاری کر دوں گا ــــ آپ انہیں بھیج دیں ــــ مگر سر! ــــ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ کوئی خاص بات ہو گئی ہے"۔ عاقل صدیقی نے کہا۔

"خاص عام کو چھوڑو ــــ یہ سوچنا ہمارا کام ہے ــــ اور صبح بہت دور ہے میرا آدمی زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے کے اندر فرسٹ چیک پوسٹ پر پہنچ جائے گا ــــ پاس وہاں موجود ہونا چاہیئے" ــــ عمران نے کہا۔

"بہتر سر ــــ پہنچ جائے گا ــــ میں چیف سیکورٹی آفیسر کو خصوصی ہدایت بھی کر دوں گا کہ وہ ہر ممکن تعاون کرے" ــــ عاقل صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او کے" ــــ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہ!۔ فائل تو مجھے یاد نہیں رہی" ___ عمران نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر کوٹ کی اندرونی جیب سے اس نے مڑی ہوئی ایک فائل نکال کر بلیک زیرو کے سامنے پھینک دی۔

"یہ فائل سکس زیرو کوڈ میں ہے ___ میرے واپس آنے تک اسے ڈی کوڈ کرو ___ میرا اندازہ ہے کہ اس میں پاکیشیا کے خلاف کسی بین الاقوامی منصوبے کے متعلق اشارات موجود ہیں" ___ عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بین الاقوامی منصوبہ" ___ بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں فائل اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں!۔ میں نے تو سرسری طور پر یہی اندازہ لگایا ہے ۔ بہرحال اسے تم ڈی۔کوڈ کر لو تاکہ پوری بات سامنے آجائے گی ۔ میں آئل فیلڈ جا رہا ہوں" ___ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آپریشن روم سے باہر نکلتا چلا گیا۔

موشے بابر زمان اور اس کے دوست طاہر سے ملاقات کرنے کے بعد سیدھا اپنی رہائش گاہ پر گیا۔ اُسے بابر زمان کا دوست طاہر قطعاً پسند نہ آیا تھا۔ بلکہ اس کے ذہن میں طاہر سے ملنے کے بعد خطرے کی گھنٹیاں گونج اٹھی تھیں۔ اس طرح کی جبری ملاقات اور وہ بھی بے مقصد سے صاف ظاہر تھا کہ طاہر کوئی خاص آدمی ہے اور موشے نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنا کام اب زیادہ تیزی سے نپٹائے گا۔

چنانچہ رہائش گاہ میں پہنچنے کے بعد وہ اپنے خاص کمرے میں گیا۔ اور اس نے الماری کے پٹ کھول کر اس میں رکھے ایک بیگ میں سے گیس اور وائرلیس بم نکالے اور انہیں اپنے ساتھ لاتے ہوئے بڑے سے بریف کیس میں منتقل کر دیا۔ اس کے بعد وہ رہائش گاہ سے نکلا اور سیدھا مین جنریٹر روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ بریف کیس اس کے ہاتھ میں تھا۔ مین جنریٹر روم میں جانے سے پہلے اس نے سرسری طور پر مختلف شعبوں کو چیک کیا۔ وہاں کام

کرنے والوں کو ہدایات دیں اور آگے بڑھتا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ مین جنریٹر روم میں پہنچ گیا۔ یہ آئل ریفائنری سے ملحقہ ایک تہہ خانہ تھا جس کے اندر مین جنریٹر روم نصب تھا۔ موشے کو معلوم تھا کہ مین پائپ لائن کا مرکزی جوڑ اسی تہہ خانے میں موجود ہے۔ مین جنریٹر روم میں دس کے قریب آدمی کام کر رہے تھے۔ اور ایک طرف کرسی پر سپروائزر بیٹھا ہوا تھا۔ موشے کو دیکھتے ہی سپروائزر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ باقی لوگ بھی چوکنے سے ہو گئے۔ کیونکہ ظاہر ہے چیف الیکٹریکل انجنیئر اچانک آگیا تھا اور ان کی معمولی سی کوتاہی پر انہیں کھڑے کھڑے ملازمت سے فارغ کر سکتا تھا اور موشے کو معلوم تھا کہ جمشید آغا کام کے بارے میں انتہائی سخت آدمی تھا وہ معمولی سی کوتاہی بھی معاف کرنے کا عادی نہ تھا۔ اس لئے اس کے تحت کام کرنے والے اس سے بے حد خوفزدہ رہتے تھے۔

"کیسا کام جا رہا ہے"۔۔۔۔ موشے نے انتہائی سخت لہجے میں سپروائزر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر۔ بالکل او۔ کے ہے۔۔۔ ٹھیک ٹھاک"۔۔۔۔ سپروائزر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور موشے سر ہلاتا ہوا جنریٹر کی طرف بڑھ گیا۔ بریف کیس اس کے ہاتھ میں ہی تھا۔ وہ ایک ایک آدمی کے ساتھ چند لمحوں کے لئے رکتا۔ اس کے کام کو جانچتا ہوا آگے بڑھ جاتا۔ آہستہ آہستہ وہ جنریٹر کے اس حصے کی طرف پہنچ گیا جس کے ساتھ سیڑھیاں نیچے ایک اور چھوٹے سے کنوئیں نما کمرے میں اترتی تھیں۔ اسی کنوئیں نما کمرے میں مین پائپ لائن کا مرکزی جوڑ تھا۔

"جوڑ تو ٹھیک ہے"۔۔۔۔ موشے نے اپنے ساتھ چلنے والے سپروائزر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"یس سر۔ ٹھیک ہے۔۔۔ میں نے ڈیوٹی پر آتے ہوئے چیک کیا تھا"۔ سپروائزر نے جواب دیا۔ اس جوڑ کی چیکنگ بھی اسی عملے کے ذمہ تھی۔ یہ انتظام اس لئے کیا گیا تھا تاکہ اس کی باقاعدہ اور مسلسل نگرانی ہوتی رہے۔

"میں چیک کرنا چاہتا ہوں"۔۔۔۔ موشے نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ سپروائزر نے بھی اس کی پیروی کی۔

کنوئیں کی ایک دیوار سے ایک بہت موٹا سا پائپ نکل کر سامنے والی دیوار میں غائب ہو رہا تھا۔ درمیان میں اسے ایک جوڑ لگایا گیا تھا جس کے ساتھ ہی ایک اور پائپ بھی جڑا ہوا تھا جو دائیں طرف کی دیوار میں جا رہا تھا یہ جوڑ ٹی نما تھا اور اس جوڑ کے اوپر ایک بہت بڑا پیچ تھا جس کے اوپر سٹیرنگ نما لوہے کا چکر تھا۔ اس چکر کے ذریعے پائپ لائن کو کھولا اور بند کیا جا سکتا تھا۔

موشے غور سے اس جوڑ کو دیکھتا رہا۔ چونکہ اس پائپ لائن کا مسلسل پہلے ہی اس کے ذہن میں تھا اس لئے وہ کئی بار اسے چیک کر چکا تھا۔ لیکن آج اس کا نقطۂ نظر دوسرا تھا۔ وہ اب سوچ رہا تھا کہ اس اہم جوڑ کو کس طرح کھولے اور اس میں گیس بم اور وائرلیس بم فٹ کرے۔

"اسلم"۔۔۔۔ موشے نے چند لمحے سوچنے کے بعد قریب کھڑے ہوئے سپروائزر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس سر"۔۔۔۔ سپروائزر نے چونک کر جواب دیا۔

"اس جوڑ کو کھول کر اس کے اندرونی حصے کو آگ سے محفوظ رکھنے کے لئے گیس کٹ نصب کرنے کے احکامات آئے ہیں۔۔۔ کیونکہ اس پائپ لائن

میں تیل چھوڑا جانا ہے ۔۔۔ تم آدمی بلا لو اور اسے کھولو ۔۔۔ مگر جلدی"۔۔۔ موشے نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"پھر تو پورا جوڑ کھولنا پڑے گا" ۔۔۔ سپروائزر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ یہ ضروری ہے ۔۔۔ گیس کٹ ابھی فٹ کرنی ہے۔ میں وہ لے آیا ہوں" ۔۔۔ موشے نے کہا۔

"بہتر سر ۔۔۔ جیسا حکم سر ۔۔۔ میں آدمی لے آتا ہوں۔ اس وقت ان کی ڈیوٹی نہیں ہے۔ انہیں گھر سے بلانا پڑے گا" ۔۔۔ اسلم نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے مگر جلدی ۔۔۔ تم اسے کھلواؤ۔ گیس کٹ میں خود ہی فٹ کروں گا تاکہ میں اس کی او کے رپورٹ دے سکوں ۔۔۔ میں اتنی دیر میں ایک دو اور شعبے چیک کر لوں" ۔۔۔ موشے نے سر ہلاتے ہوئے کہا وہ کام اس انداز میں کرنا چاہتا تھا کہ کسی کو شک نہ پڑے۔ اور پھر وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر جنریٹر روم میں آگیا۔ اسلم تیز تیز قدم اٹھاتا جنریٹر روم سے باہر نکلتا چلا گیا۔

موشے چند لمحے پھر جنریٹر کی کارکردگی کو چیک کرتا رہا۔ پھر جنریٹر روم سے نکل کر وہ دوسرے شعبے کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ بریف کیس اٹھائے مختلف شعبوں میں گھومتا رہا۔ آدھے گھنٹے بعد جب وہ دوبارہ جنریٹر روم میں داخل ہوا تو اسلم وہاں موجود تھا اور نیچے پائپ لائن والے کمرے سے اوزاروں کے استعمال کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

"سر کام ہو رہا ہے ۔۔۔ بس ابھی جوڑ کھلنے ہی والا ہے" ۔۔۔ اسلم نے

مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ اطمینان سے کرو ۔۔۔ پائپ لائن کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے" ۔۔۔ موشے نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور سپروائزر والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد اسلم نے آکر بتایا کہ جوڑ کھل چکا ہے تو موشے تیزی سے اٹھا اور بریف کیس اٹھائے سیڑھیاں اترتا ہوا اندر پہنچ گیا۔ وہاں چار آدمی موجود تھے۔ جوڑ کھلا ہوا تھا۔

"تم سب باہر جاؤ ۔۔۔ صرف اسلم یہاں رہے گا" ۔۔۔ موشے نے تحکمانہ لہجے میں ان آدمیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ سر ہلاتے ہوئے واپس مڑے اور سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچ گئے۔

ان کے جانے کے بعد موشے نے بریف کیس کھولا اور اس میں سے گیس بم اور وائرلیس بم نکال کر اس نے پہلے وائرلیس بم کو مین پائپ کے اس حصے میں جو ریفائنری کی طرف جاتا تھا، آگے کر کے پائپ کے ساتھ چمٹا دیا۔ اس بم کے نیچے کی سطح پر ایسا محلول لگایا گیا تھا کہ وہ لوہے کے ساتھ مضبوطی سے چپٹ جاتا تھا۔ اسے لگانے کے بعد اس نے گیس بم اٹھایا اور اسے وائرلیس بم سے ذرا پیچھے کی طرف رکھ کر اسے بھی پائپ کے ساتھ چمٹا دیا۔ ان دونوں بموں کی ترتیب آگے پیچھے اس نے اس لئے رکھی تھی کہ گیس بم پھٹنے کے بعد جب گیس پوری پائپ لائن میں پھیل جائے تو وائرلیس بم آگے گیس کے درمیان ہونے کی وجہ سے جب پھٹے تو آگ اس گیس کو لگ کر تیزی سے آگے پھیلتی چلی جائے۔

ان دونوں کو فٹ کرنے کے بعد اس نے انہیں اچھی طرح چیک کیا

دونوں بم اس انداز میں بنے ہوئے تھے کہ ان پر تیل۔ گیس یا پانی کا اثر نہ ہوتا تھا۔ اس لئے اُسے یقین تھا کہ ان کی کارکردگی بالکل درست رہے گی۔ ان کی طرف سے اطمینان کر لینے کے بعد اس نے جوڑ کی درمیانی ٹی اٹھا کر اُسے خود فٹ کرنا شروع کر دیا۔

" سر آدمیوں کو بلاؤں" ۔۔۔ اسلم نے جو قریب کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اُسے خود کام کرتے دیکھ کر بول پڑا۔

" نہیں! ۔۔۔ یہ ٹاپ سیکرٹ ہے اس لئے ان آدمیوں کو معلوم نہیں ہونا چاہیئے" ۔۔۔ موشے نے کہا۔ اور جب ٹی کی چوڑیاں اس نے کچھ چڑھا لیں تو اس نے اسلم کو آدمیوں کو بلانے کے لئے کہا۔ اور اسلم سر ہلاتا ہوا باہر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کاریگروں کو لے کر آ گیا۔ کاریگر چیکنگ مشین ساتھ لے آئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے پھرتی سے نہ صرف جوڑ کو دوبارہ اچھی طرح کس دیا بلکہ قانون کے مطابق انہوں نے جوڑ کا سکیپج بھی مشین سے چیک کر لیا۔ موشے اور اسلم دونوں ساتھ کھڑے تھے۔ جب مشین نے اوکے رپورٹ دے دی تو موشے نے اطمینان کا سانس لیا اور پھر ان آدمیوں کے جانے کے بعد وہ خالی بریف کیس اٹھائے اس کمرے سے باہر آ گیا۔

" تمہاری ڈیوٹی کس وقت ختم ہو رہی ہے" ۔۔۔ ؟ موشے نے باہر آتے ہی اسلم سے پوچھا۔

" آدھے گھنٹے بعد سر" ۔۔۔ اسلم نے جواب دیا۔ ویسے اس کے لہجے میں ہلکی سی حیرت موجود تھی۔

" ٹھیک ہے ۔۔۔ تم ڈیوٹی ختم کر کے میرے ساتھ چلو گے ۔۔۔ میں نے

او۔ کے رپورٹ لکھنی ہے جس پر تمہارے بھی دستخط ہونے ہیں" ۔۔۔ موشے نے کہا اور بریف کیس ایک طرف رکھ کر وہ دوبارہ سپروائزر کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ سپروائزر نے سر ہلا دیا۔

آدھا گھنٹہ گزرنے سے تھوڑی دیر پہلے نیا سپروائزر اختر ڈیوٹی پر پہنچ گیا تو اسلم نے اُسے باقاعدہ چارج دیا۔ موشے وہیں جنریٹر روم میں موجود تھا اس لئے اسلم اور اختر میں روایت کے مطابق کوئی گپ شپ نہ ہو سکی اور جب چارج کا لین دین ختم ہو گیا تو موشے اسلم کو ساتھ لئے جنریٹر روم سے باہر آ گیا۔

" سر دفتر جانا ہے" ۔۔۔ ؟ اسلم نے باہر آتے ہوئے پوچھا۔

" نہیں! ۔۔۔ وہاں رہائش گاہ پر چلنا ہے ۔۔۔ وہاں چائے بھی پیئیں گے اور رپورٹ بھی تیار کریں گے" ۔۔۔ موشے نے نرم لہجے میں کہا اور اسلم، جمشید آغا کے اس نرم رویے پر حیران رہ گیا۔ کیونکہ جمشید آغا ایسا آدمی تھا جو اپنے ماتحتوں سے نرم لہجے میں بات کرنا ہی جرم سمجھتا تھا۔

بہرحال تھوڑی دیر بعد موشے کی کار اس کی رہائش گاہ میں پہنچ گئی لیکن وہاں پہنچتے ہی وہ بُری طرح چونک پڑا۔ کیونکہ اس نے برآمدے میں چیف سکیورٹی آفیسر بابر زمان کو کھڑے دیکھا تھا۔

" اس وقت آپ یہاں کیسے" ۔۔۔ ؟ موشے نے کار سے نیچے اترتے ہی حیرت اور اُلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

" میں نے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے" ۔۔۔ بابر زمان نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

" میرے ساتھ! ۔۔۔ کیا بات ہے ۔۔۔ آؤ" ۔۔۔ موشے نے اپنے

آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں زور زور سے بجنے لگی تھیں۔

"اسلم! — تم یہاں ڈرائنگ روم میں بیٹھو — میں بابر صاحب سے بات کر لوں" — موشے نے اسلم سے تحکمانہ لہجے میں کہا اور اسلم سر ہلاتا ہوا وہیں ڈرائنگ رُوم میں رُک گیا۔

"آیئے اندر بیٹھتے ہیں" — موشے نے بابر زمان سے کہا اور پھر وہ بابر زمان کو ہمراہ لیتے ڈرائنگ رُوم سے دُور اندرونی کمرے میں پہنچ گیا۔

"فرمایئے" — موشے نے اُسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آپ کی رہائش گاہ میں ایک غیر ملکی میک اَپ باکس موجود ہے۔ انتہائی جدید ترین میک اَپ باکس — کیا آپ اس کی وجہ بتا سکتے ہیں' —؟ بابر زمان نے کرخت لہجے میں پوچھا اور موشے حیرت سے سُن ہو کر رہ گیا۔

"کیا آپ نے میری رہائش گاہ کی تلاشی لی ہے' —؟ موشے نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے — مجھے الہام تو نہیں ہو گا" — بابر زمان نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ نے ایسا کیوں کیا — اور پھر وہ بھی میری عدم موجودگی میں'۔ موشے کا لہجہ بھی سخت ہو گیا۔

"آپ میرے سوال کا جواب دیں — یہ باتیں بعد میں ہوں گی" — بابر زمان نے بات بدلتے ہوئے کہا۔

"میں اس سوال کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں مسٹر بابر زمان — اور

میک اَپ باکس رکھنا کوئی جرم بھی نہیں ہے" — موشے نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا اور پھر اٹھ کر بریف کیس ہاتھ میں اٹھائے وہ دیوار میں لگی ہوئی ایک الماری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے الماری کے پٹ کھولے اور بریف کیس کو نچلے خانے میں رکھ دیا۔

"ان حالات میں جُرم بن بھی سکتا ہے" — بابر زمان نے کھڑے ہوتے ہوئے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

موشے کی بابر زمان کی طرف پشت تھی۔ موشے نے بڑی پھرتی سے الماری کے خانے کے ایک کونے میں ہاتھ مارا۔

"اگر آپ اپنا سائلنسر لگا ریوالور ڈھونڈ رہے ہیں — تو وہ میرے پاس ہے — اور آپ کو یہ بھی بتانا پڑے گا کہ آپ نے اس قسم کا ممنوعہ اسلحہ یہاں فلیٹ میں کیوں رکھا ہے — ؟ اور کس کے حکم سے رکھا ہے" —؟ بابر زمان نے جیب سے سائلنسر لگا ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔

"اوہ! — تو اس کا مطلب ہے کہ آپ نے مکمل تلاشی لی ہے۔ بہرحال اگر آپ مجھے بتا دیتے تو میں آپ سے مکمل تعاون کرتا مسٹر بابر زمان — ایسی کوئی بات نہیں — میک اَپ باکس اور ریوالور کے متعلق میرے پاس احکامات موجود ہیں۔ میں آپ کی مکمل تسلی کرا دوں گا — لیکن آپ حالات کی بات کر رہے تھے — کیسے حالات" —؟ موشے نے مڑتے ہوئے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے آثار موجود تھے اور اس کے لہجے اور چہرے پر موجود اطمینان نے بابر زمان کا اعصابی تناؤ دُور کر دیا۔

"آپ پہلے وہ احکامات دکھائیں" — بابر زمان نے کہا۔

"جو ریوالور آپ کے پاس ہے ـــــ آپ اس کے دستے میں لگے ہوئے بٹن کو دبائیں ـــــ دستے میں سے ایک خانہ کھُلے گا۔ اس میں مینجنگ ڈائریکٹر کے جاری کردہ خصوصی پرمٹ موجود ہیں ـــــ میک اَپ باکس اور ریوالور کے متعلق آپ اطمینان سے چیک کر لیں" ـــــ موشے نے مسکراتے ہوئے کہا اور بابر زمان نے حیرت بھرے انداز میں ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کو دستے کی طرف سے الٹا کیا تاکہ اس کا بٹن چیک کر سکے۔ بابر زمان دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

اسی لمحے موشے کی لات بجلی کی سی تیزی سے چلی اور بابر زمان کے ہاتھ میں موجود ریوالور فضا میں اڑتا چلا گیا۔ اس کے منہ سے چیخ نکلی۔ ضرب اس کے ہاتھ پر لگی تھی۔

موشے نے بڑی پھرتی سے ریوالور کو فضا میں ہی اُچکا اور دوسرے لمحے اس نے ٹریگر دبا دیا۔ ٹھُس کی آواز کے ساتھ ہی گولی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے بابر زمان کے سر کے پرخچے اڑا دیئے۔ وہ الٹ کر کرسی سے ٹکراتا ہوا نیچے جا گرا۔ اُسے چیخنے کی بھی مہلت نہ ملی۔ اور موشے نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا لباس تیزی سے اتارنا شروع کر دیا۔ وہ اس لباس کو خون کے دھبوں سے بچانا چاہتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس نے فائر بابر زمان کے سینے پر کرنے کی بجائے اس کے سر پہ کیا تھا۔

بابر زمان گو ہلاک ہو چکا تھا لیکن اس کا جسم ابھی گرم تھا۔ اس لئے لباس آسانی سے اتر گیا۔ اب فرش پہ بابر زمان کی عریاں لاش پڑی ہوئی تھی۔ موشے نے بڑی پھرتی سے اس کا لباس ایک طرف الماری میں رکھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا باہر ڈرائینگ روم کی طرف لپکا جہاں اسلم موجود تھا۔ وہ اسلم کو یہاں لایا ہی اسی لئے تھا کہ اُسے قتل کر کے اس کی لاش کو تہہ خانے میں چھپا دے گا اور

وہ ہیڈکوارٹر جا کر ان بموں کو اڑا دے گا تو پھر اسلم کیا، آئل ریفائنری اور آئل فیلڈ میں سینکڑوں لاشیں پڑی ہوں گی ـــــ لیکن یہاں مسئلہ بابر زمان کا سامنے آ گیا اس نے نوکروں کو آج خصوصی چھٹی دے دی تھی۔ کیونکہ سپروائزر کا قتل اس کے منصوبے میں شامل تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ سپروائزر کو وہ اس کام سے علیحدہ نہیں رکھ سکتا۔

موشے جب ڈرائینگ روم میں پہنچا تو اسلم صوفے پر پریشان سا بیٹھا تھا۔ اُسے شاید ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد گھر جانے کی جلدی تھی جب کہ وہ یہاں آ کر پھنس کر رہ گیا تھا۔

"اسلم! ـــ میرے ساتھ آؤ" ـــــ موشے نے دروازے میں رک کر کہا اور اسلم اٹھ کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔ موشے اُسے اُسی کمرے میں لے آیا جہاں اس نے بابر زمان کا خاتمہ کیا تھا

اور پھر جیسے ہی اسلم کمرے میں داخل ہوا۔ موشے جو اس کے آگے چل رہا تھا تیزی سے مڑا۔ دوسرے لمحے ٹھک کی آواز ابھری اور اسلم چیخ مار کر پشت کے بل دروازے میں ہی گر گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ سینے پر جم گئے۔ جہاں سے خون فوارے کی طرح ابل رہا تھا۔ اسلم کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئی تھیں اور چہرہ شدید کرب کی وجہ سے لمحہ بہ لمحہ بگڑتا جا رہا تھا۔ گولی ٹھیک اس کے دل میں گھُس گئی تھی۔ موشے کا نشانہ واقعی حیرت انگیز حد تک درست ثابت ہو رہا تھا۔ اور چند لمحوں بعد اسلم ساکت ہو گیا۔

موشے نے اطمینان کا سانس لیا اور پھر ریوالور جیب میں ڈالا اور جھک کر اس نے اسلم کا پیر پکڑا اور اُسے گھسیٹتا ہوا تہہ خانے کی سیڑھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تہہ خانے کا بند دروازہ کھول کر اس نے ایک جھٹکے سے گھما کر

اسلم کی لاش کو نیچے تہہ خانے میں اچھال دیا اور اسلم کی لاش سیڑھیوں سے ٹکراتی ہوئی ایک دھماکے سے نیچے تہہ خانے میں جا گری۔ اور موشے ہاتھ جھاڑتا ہوا واپس مڑا۔ اس نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا تھا اور پھر اس نے کمرے کے اندر جا کر بابر زمان کی عریاں لاش اٹھا کر کاندھے پر لادھی اور اسے بھی لا کر تہہ خانے کے دروازے سے نیچے اچھال دیا۔ اس کے بعد اس نے دروازہ بند کیا اور واپس مڑا۔ غسل خانے میں جا کر اس نے بالٹی اور برش اٹھایا بالٹی کو پانی سے بھر کر اس نے اسپنج کا ٹکڑا اس میں ڈالا اور پھر کمرے، دروازے اور وہاں سے تہہ خانے کے دروازے تک خون کے تمام نشانات اس نے دھو کر اسپنج سے رگڑ کر صاف کئے اور پھر برش کی مدد سے پانی کو پھیلا کر اس نے اچھی طرح خشک کر دیا۔ اب وہاں کہیں بظاہر خون کا ایک قطرہ تک نظر نہ آ رہا تھا۔ بالٹی، برش اور اسپنج واپس غسل خانے میں رکھ کر اس نے اپنے ہاتھ اچھی طرح صابن سے دھوتے۔ اور پھر خوابگاہ کی الماری میں موجود میک اپ باکس اٹھا کر وہ واپس باتھ روم میں آ گیا۔ یہ وہی میک اپ باکس تھا جس کی وجہ سے بابر زمان اس سے مشکوک ہوا تھا۔ اس نے اپنا لباس اتارا اور اسے ڈریسنگ روم کی وارڈروب میں لٹکا کر بابر زمان کا لباس پہن لیا۔ یہ چیف سیکورٹی آفیسر کی مخصوص یونیفارم تھی۔ بابر زمان کا قد و قامت اور جسامت چونکہ موشے سے تقریباً ملتی جلتی تھی اس لئے اس کا لباس اس پر پوری طرح فٹ آ گیا۔ اس کے بعد اس نے میک اپ باکس کی مدد سے اپنے چہرے پر بابر زمان کا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ پہلے اس کا خیال یہی تھا کہ وہ گیس بم وغیرہ نصب کر کے اور اسلم کو قتل کر کے رات اسی طرح ڈیوٹی پر گزارے گا اور جب تیل چھوڑ دیا جائے گا۔ تو وہ آئل فیلڈ سے نکل کر سیدھا ہیڈ کوارٹر پہنچ جائے گا۔ لیکن بابر زمان کی طرف سے اس کی رہائش گاہ کی تلاشی اور پھر حالات کے فکر نے اس کا فیصلہ تبدیل کرا دیا۔ اسے چونکہ اتنی مہلت نہ ملی تھی کہ وہ بابر زمان سے حالات کے متعلق پوچھ سکتا۔ اس لئے اس نے بابر زمان کا میک اپ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ اس کے خیال کے مطابق یہ ہر قسم کے حالات سے بچنے کا آسان ترین طریقہ تھا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد بابر زمان کے میک اپ میں تھا۔ اس نے آئینے میں اچھی طرح چیکنگ کرنے کے بعد میک اپ باکس کو الماری کے خفیہ خانے میں منتقل کیا اور پھر رہائش گاہ پر فائنل چیکنگ کے تحت نظریں ڈالتا ہوا وہ باہر آ گیا۔ اس نے پورچ میں کھڑی ہوئی سیکورٹی کی جیپ سٹارٹ کی اور باہر آ کر اس نے جیپ روکی۔ اتر کر پھاٹک بند کیا اور دوسرے لمحے وہ جیپ دوڑاتا ہوا سیکورٹی مین آفس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"سر! ۔۔۔ مینجنگ ڈائریکٹر صاحب آفس میں موجود ہیں" ۔۔۔ جیسے ہی موشے نے جیپ مین سیکورٹی آفس کے سامنے روکی۔ اس کے اسسٹنٹ نے آگے بڑھ کر اسے اطلاع دی۔

"مینجنگ ڈائریکٹر ۔۔۔ اور یہاں" ۔۔۔ موشے یکلخت حیران رہ گیا اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ اس طرح آدھی رات کے وقت مینجنگ ڈائریکٹر خود بھی اس کے دفتر میں آ سکتا ہے۔ اس کے ذہن میں ایک بار پھر خطرے کا الارم گونج اٹھا۔

"یس سر! ۔۔۔ وہ ابھی ابھی آئے ہیں" ۔۔۔ اسسٹنٹ نے کہا اور موشے سر ہلاتا ہوا دفتر کی طرف بڑھ گیا۔ اسسٹنٹ نے اسے قریب سے بھی نہ

پہچانا تھا اس لئے اپنے میک اپ پر اس کا اعتماد اور زیادہ بڑھ گیا تھا۔ دفتر کے باہر بیٹھے ہوئے چپڑاسی نے بھی سلام کرنے کے ساتھ ساتھ اُسے سرگوشی میں مینجنگ ڈائریکٹر کے متعلق بتایا اور وہ سر ہلاتا ہوا دفتر میں داخل ہو گیا۔

مینجنگ ڈائریکٹر صاحب اس کے دفتر میں بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہے تھے۔ موشے چونکہ جمشید آغا کے روپ میں ٹاپ میٹنگ اٹنڈ کر چکا تھا اس لئے وہ مینجنگ ڈائریکٹر کو اچھی طرح پہچانتا تھا اور اس میٹنگ میں چونکہ بابر زمان بھی شریک تھا اس لئے اس کا رویہ بھی اچھی طرح یاد تھا کہ وہ کس طرح مینجنگ ڈائریکٹر سے پیش آیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دفتر میں داخل ہوتے ہی اس نے باقاعدہ فوجی انداز میں سیلوٹ کیا۔

"اوہ بابر!۔۔۔ تم کہاں گئے تھے"۔۔۔۔ مینجنگ ڈائریکٹر نے اُسے دیکھتے ہی چونک کر پوچھا۔

"سر!۔۔۔ میں جنرل راؤنڈ پر گیا تھا۔۔۔ حکم فرمائیے۔ آپ نے کیسے تکلیف کی۔۔۔ مجھے طلب فرما لیا ہوتا"۔۔۔۔ موشے نے بابر زمان کی آواز اور لہجے کی نقل کرتے ہوئے کہا۔

"سنو بابر زمان!۔۔۔ تم چیف سیکورٹی آفیسر ہو۔۔۔ یہ تمہاری ڈیوٹی ہے کہ یہاں کوئی مشکوک آدمی رہنے نہ پائے"۔۔۔۔ مینجنگ ڈائریکٹر نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر!۔۔۔ میں اپنے فرائض سمجھتا ہوں سر"۔۔۔۔ موشے نے جواب دیا۔

"لیکن سیکرٹ سروس کا یہاں کے معاملات میں دخل دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہاں کوئی گڑبڑ موجود ہے"۔۔۔۔ مینجنگ ڈائریکٹر نے تلخ لہجے

میں کہا۔

"سیکرٹ سروس۔۔۔ میں سمجھا نہیں سر۔۔۔ یہاں تو حالات بالکل ٹھیک ہیں سر"۔۔۔۔ موشے نے لہجے میں حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا ویسے سیکرٹ سروس کا سن کر اس کے جسم میں سردی کی لہریں سی دوڑ گئی تھیں۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو کا فون میرے پاس آیا تھا۔۔۔ اس نے گڑبڑ کے متعلق تو کچھ نہیں کہا۔۔۔ البتہ اس نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کا ایک خاص نمائندہ علی عمران فیلڈ پر پہنچ رہا ہے۔ اُسے ریڈ پاس جاری کر دیا جائے تاکہ وہ جس شعبے میں جانا چاہے جا سکے۔ اور جس کی چیکنگ کرنا چاہے کر سکے۔۔۔ اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونا چاہیئے۔۔۔ اس پر میں نے صبح تک بات ٹالنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے کہا کہ ان کا نمائندہ ایک گھنٹے بعد پہلی چیک پوسٹ پر پہنچ جائے گا۔۔۔ چنانچہ صورت حال کی سنگینی کی وجہ سے مجھے خود دفتر جا کر ریڈ پاس جاری کرنا پڑا اور میں نے سوچا کہ تم سے خود مل کر تمہیں ہدایت کر دوں کہ تم نے اس نمائندے کے ساتھ مکمل تعاون کرنا ہے"۔۔۔ مینجنگ ڈائریکٹر نے جیب سے ایک سرخ رنگ کا کارڈ نکال کر موشے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور موشے نے کارڈ لے لیا۔

"آپ بے فکر رہیں سر!۔۔۔ علی عمران سے مکمل تعاون کیا جائے گا"۔۔۔ موشے نے کارڈ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ اب تم پہلی چیک پوسٹ پر چلے جاؤ اور اس نمائندے کا استقبال کرو۔۔۔ اگر وہ مجھ سے ملنا چاہے تو اُسے میرے پاس بلا جھجک لے آنا"۔۔۔ مینجنگ ڈائریکٹر نے احکامات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر!۔۔۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ویسے ہی چیکنگ کے لئے آرہا ہو۔ آپ نے میٹنگ میں فرمایا تھا کہ ملکی حالات خراب ہو رہے ہیں"۔۔۔ موشے نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ میٹنگ کا حوالہ اس نے جان بوجھ کر دیا تھا تاکہ مینجنگ ڈائریکٹر پوری طرح مطمئن ہو جائے۔

"بہرحال جو بھی ہو۔۔۔ تم پوری طرح محتاط رہنا۔۔۔ ایسے موقعے پر جب کہ ہم نے صبح فائنل چیکنگ کے لئے پائپ لائنز میں تیل چھوڑنا ہے، سیکرٹ سروس کے نمائندے کا اچانک آنا، کچھ تشویشناک لگتا ہے"۔۔۔ مینجنگ ڈائریکٹر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر وہ دفتر سے باہر آگیا۔ موشے بھی اس کے پیچھے باہر آگیا۔

مینجنگ ڈائریکٹر کے ڈرائیور نے بڑے صاحب کو دیکھتے ہی گاڑی کا دروازہ کھولا اور پھر مینجنگ ڈائریکٹر کے بیٹھتے ہی وہ کار کو آگے بڑھا لے لے گیا۔ موشے چند لمحے وہاں کھڑا سوچتا رہا۔ علی عمران جیسے خطرناک آدمی کی اس طرح اچانک آمد نے مسئلے کو انتہائی سنجیدہ بنا دیا تھا اور وہ سمجھ گیا کہ یہ ساری گڑبڑ کسی خاص وجہ سے ہوئی ہے اور وہ جمشید آغا کو چیک کرنے آرہا ہوگا۔

اب یہ بات بھی موشے کی سمجھ میں آگئی تھی کہ بابر زمان نے جمشید آغا کی رہائش گاہ کی تلاشی کیوں لی۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ پہلے اسے ہدایت کی گئی اور ہوسکتا ہے کہ اس نے میک اپ باکس اور ریوالور کے متعلق رپورٹ کر دی ہو۔ اسی بنا پر علی عمران خود آرہا ہو۔ ابھی صبح ہونے میں پانچ گھنٹے باقی تھے اور اسے ہر قیمت پر تیل پائپ لائنز میں چھوڑنے تک علی عمران کو ٹالنا تھا۔ اس نے فیصلہ کن انداز میں کندھے اچکائے اور

پھر کارڈ جیب میں ڈال کر وہ اپنی جیپ میں بیٹھ گیا۔ اور اس کی جیپ تیزی سے پہلی چوکی کی طرف بھاگنے لگی۔

موشے جیپ چلانے کے ساتھ ساتھ سوچ رہا تھا کہ بہتر یہی ہوگا کہ موقع ملتے ہی اس علی عمران کا خاتمہ کر دیا جائے۔ لیکن پھر وہ اپنے اس فیصلے پر مزید غور کرنے لگا۔ کیونکہ باس نے علی عمران کے متعلق جو کچھ بتایا تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ شخص حد سے زیادہ خطرناک آدمی ہے اور وہ اسے خود چھیڑنا نہ چاہتا تھا۔

چنانچہ آخر کار اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اگر عمران اس کی طرف سے مشکوک ہوا تو پھر وہ اسے گولی مارنے سے دریغ نہیں کرے گا۔

عمران نے پہلی چوکی پر پہنچتے ہی اپنی کار روکی اور پھر نیچے اتر آیا۔ چوکی پر موجود مسلح سپاہی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"میرا نام علی عمران ہے" ۔۔۔ عمران نے سپاہی کے قریب آتے ہی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! ۔۔ آپ تشریف لائیے ۔۔ چیف سیکورٹی آفیسر آپ کے انتظار میں ہیں" ۔۔۔ سپاہی نے مودبانہ انداز میں پیچھے ہٹتے ہوئے کہا اور عمران تیز تیز قدم اٹھاتا کیبن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کیبن میں چار افراد موجود تھے۔ بڑی کرسی پر ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا جس کی یونیفارم پر چیف کا لفظ لکھا ہوا تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ یہی بابر زمان ہوگا۔

"علی عمران میرا نام ہے" ۔۔۔ عمران نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا اور وہ نوجوان اس کا نام سنتے ہی تیزی سے کھڑا ہو گیا۔

"اوہ تشریف لائیے! ۔۔ میں آپ کا ہی منتظر تھا ۔۔۔ میرا نام بابر زمان

ہے اور میں چیف سیکورٹی آفیسر ہوں" ۔۔۔ اس نوجوان نے کہا۔ اور عمران نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ اس کی تیز نظریں بابر زمان پر جمی ہوئی تھیں۔

"یہ آپ کا کارڈ سر" ۔۔۔ بابر زمان نے جیب سے ریڈ کارڈ نکال کر عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو" ۔۔۔ عمران نے کارڈ کو غور سے دیکھا اور پھر اسے جیب میں ڈال لیا۔

"تشریف رکھیے! ۔۔ آپ کیا پئیں گے" ۔۔۔؟ بابر زمان نے کہا۔

"کچھ نہیں! ۔۔ آئیے میرے ساتھ ۔۔ میں فیلڈ کا ایک جنرل راؤنڈ لگانا چاہتا ہوں" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے سر ۔۔ آئیے میری جیپ موجود ہے" ۔۔۔ بابر زمان نے جواب دیا اور پھر کیبن سے دوسری طرف نکل کر وہ دونوں باہر کھڑی ہوئی سرکاری جیپ کی طرف بڑھ گئے جس پر چیف سیکورٹی آفیسر کی مخصوص پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ بابر زمان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی جب کہ عمران ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"بابر زمان صاحب! ۔۔ آپ کا تعلق کس علاقے سے ہے" ۔۔۔؟ عمران نے جیپ چلتے ہی پوچھا۔

"میں مقامی ہوں جناب! ۔۔ یہیں کا رہنے والا ہوں" ۔۔۔ موٹے نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مسٹر طاہر کہہ رہے تھے کہ آپ ان کے کلاس فیلو ہیں" ۔۔۔؟ عمران نے دوسرا سوال کیا۔

"کلاس فیلو! ___ اوہ جی ہاں! ___ مجھے یہ شرف حاصل ہے" ___ موشے نے مسکرا کر بات ٹالتے ہوئے کہا۔ ویسے وہ عمران کے اس طرح کے سوالات سے ذہنی طور پر الجھ گیا تھا۔

"جمشید آغا کی رہائش گاہ کی تلاشی لی آپ نے" ___؟ عمران نے اس پر براہ راست سوال کر دیا۔

"جی ہاں سر! ___ وہاں کچھ بھی نہیں تھا ___ کوئی مشکوک چیز نہ تھی"۔ موشے نے جواب دیا۔

"اچھا! ___ جمشید آغا اس وقت کہاں ہوں گے" ___؟ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"وہ ڈیوٹی پر ہوں گے جناب" ___ موشے نے کہا۔

"تو مجھے ان سے ملوا دیجئے! ___ میں ان سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں" ___ عمران نے جواب دیا۔

"بات چیت ___ کیسی بات چیت" ___؟ موشے نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ارے اب آپ سے کیا چھپانا ہے ___ سنا ہے کہ اس کی بیوی بہت خوبصورت ہے ___ کیوں کیا خیال ہے" ___؟ عمران نے بڑے عاشقانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"بیوی! ___ مگر اس کی بیوی تو میکے گئی ہوئی ہے ڈلیوری کیس کے سلسلے میں" ___ موشے نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ! ___ پھر تو جانا ہی فضول ہے ___ چلو اس کی کوئی نہ کوئی چیز تو موجود ہو گی ___ کوئی فوٹو ___ کوئی نشانی" ___ عمران نے ڈھیٹ

عاشقوں کی طرح کہا اور موشے خاموش ہو گیا۔ عمران کی بات اس کے حلق سے نہ اتری تھی۔ بھلا عمران جیسے آدمی کو اس کی بیوی سے یا اس کے فوٹو سے کیا تعلق ہو سکتا ہے اور پھر اس کے لئے وہ اس وقت بھاگا آیا تھا۔

"آپ نے شادی کر لی" ___؟ عمران نے پوچھا۔

"نو سر ___ میں ابھی کنوارہ ہوں" ___ موشے نے مختصر سا جواب دیا۔ حالانکہ اُسے خود بھی نہیں معلوم تھا کہ بابر زمان شادی شدہ ہے ۔ یا کنوارہ۔

"اوہ! ___ یہ اچھی بات نہیں ہے ___ بزرگ کہتے ہیں کہ کنواروں کا جنازہ بھی جائز نہیں ہوتا" ___ عمران کی زبان چل پڑی اور موشے اور زیادہ الجھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دوسری چوک کراس کر کے آئل ریفائنری کی طرف جانے والی سڑک پر مڑ گئے۔

"آپ ضرورت سے زیادہ الجھے ہوتے ہیں ___ کوئی خاص بات"؟ عمران نے کہا۔

"ارے نہیں جناب! ___ ایسی کوئی بات نہیں ___ بس آپ کی اچانک آمد کی وجہ سے ذہن الجھ گیا ہے" ___ موشے نے جواب دیا۔

"میری آمد! ___ آپ تو کنوارے ہیں ___ آپ کو کیا الجھن ___ الجھن ہو گی تو بے چارے جمشید آغا کو" ___ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور موشے جان بوجھ کر ہنس پڑا۔ لیکن اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ جبراً ہنس رہا ہے۔ عمران کی ٹاپ اُسے سمجھ نہ آ رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد موشے نے کار ریفائنری کے دوسرے گیٹ کے

پاس روک دی اور پھر وہ دونوں نیچے اتر آئے۔ یہاں استقبالیہ کا دنٹر موجود تھا۔

"مسٹر جمشید آغا یہاں ہوں گے" ____ ؟ بابر زمان نے آگے بڑھ کر استقبالیہ کلرک سے سوال کرتے ہوئے کہا۔

"وہ کافی دیر ہوئی اسلم سپر وائزر کے ساتھ اپنی رہائش گاہ پر گئے ہیں ___ پھر واپس نہیں آئے" ___ استقبالیہ کلرک نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ! ___ چلو یہ ٹھیک ہے ___ وہ گھر پر ہے تو اور بھی اچھا ہے۔ اس کی بیوی کا فوٹو ڈھونڈنا نہیں پڑے گا" ___ عمران نے کہا اور موشے بے اختیار ہونٹ کاٹنے لگا۔

"تو اس کے گھر چلیں" ___ موشے نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں تو اور کیا ___ فوٹو تو گھر میں ہی ہو گا ___ وہاں تو جانا ہی ہو گا" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور موشے الجھے ہوئے انداز میں دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ یہ بیوی اور فوٹو والا مسئلہ ایسا تھا جو اس کی سمجھ میں ہی نہ آ رہا تھا۔ لیکن اس نے خاموشی اختیار کئے رکھی اور وہ آخری حد تک جانے سے پہلے کھلنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن عمران سے ملنے کے بعد اسے پوری طرح احساس ہو گیا تھا کہ باس اس شخص کے متعلق جو کچھ کہتا تھا وہ بالکل درست ہے۔ اس کی چھٹی حس بتا رہی تھی کہ عمران اس سے مشکوک ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ الٹ پھیر کی باتیں کر رہا ہے لیکن وہ آخری لمحات تک اسے لے جانا چاہتا تھا۔

جیپ تھوڑی دیر بعد ہی جمشید آغا کی رہائش گاہ کے پھاٹک کے

سامنے جا کر رک گئی۔

موشے نے دو تین بار ہارن دیا اور پھر نیچے اتر کر وہ آگے بڑھا اور اس نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ عمران جیپ کی سیٹ پر ہی بیٹھا رہا۔

دو تین بار گھنٹی بجانے کے بعد جب کوئی بھی پھاٹک کھولنے نہ آیا تو موشے نے پھاٹک کو دھکیلا۔ پھاٹک چونکہ اندر سے لاک نہ تھا اس لئے وہ کھلتا چلا گیا۔

"اندر سے کوئی جواب تو نہیں آ رہا ___ پھاٹک البتہ کھلا ہوا ہے"۔ موشے نے مڑ کر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"چلو اندر چل کر دیکھ لیتے ہیں" ___ عمران نے نیچے اترتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں عمارت کے اندر داخل ہو گئے۔ اور پھر پورچ میں پہنچ کر عمران رک گیا۔

"میرا خیال ہے کہ کوٹھی خالی پڑی ہوئی ہے" ___ عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر ریفائنری والے تو کہہ رہے تھے کہ وہ کسی سپر وائزر کے ساتھ اپنی رہائش گاہ پر گیا ہے" ___ موشے نے دانستہ بنتے ہوئے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا اندرونی کمروں میں داخل ہو گیا۔ موشے اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ عمران اس کمرے میں جا کر رک گیا جہاں موشے نے بابر زمان اور اسلم کو قتل کیا تھا۔ عمران بار بار ناک سکیڑ رہا تھا۔

"تم کتنی دیر پہلے یہاں تلاشی کے لئے آئے تھے" ___ ؟ اچانک عمران نے مڑ کر موشے سے پوچھا۔

"ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ ہو گیا ہے ۔۔۔ اس وقت جمشید آغا رہائش گاہ میں موجود تھا" ۔۔۔ موشے نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں اطمینان تھا وہ ایسے سوال کا منتظر تھا۔

"ہوں ۔۔۔ مگر مجھے اس کمرے سے تازہ خون کی بُو آ رہی ہے"۔ عمران نے ناک سکیڑتے ہوئے کہا۔

"خون کی بُو" ۔۔۔ موشے نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ اور اس کی نظریں لاشعوری طور پر چوکھٹ پر پڑیں کہ کہیں وہاں خون کا کوئی دھبہ رہ تو نہیں گیا۔

"ہاں! ۔۔۔ یوں لگتا ہے کہ یہاں انسانی خون کیا گیا ہے ۔۔۔ خون کی بُو فضا میں موجود ہے" ۔۔۔ عمران نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور پھر وہ آہستہ آہستہ کمرے میں گھومنے لگا۔ چند لمحوں بعد وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں بابر زمان کی لاش پڑی رہی تھی۔ اور پھر وہ تیزی سے نیچے جھکا اور اس نے کرسی کے پلنگ کے ساتھ پڑا ہوا ایک چھوٹا سا ہڈی نما ریزہ اٹھا لیا۔

"اوہ! ۔۔۔ یہ انسانی کھوپڑی کی بیرونی ہڈی کا حصہ ہے" ۔۔۔ عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"کھوپڑی کا حصہ ۔۔۔ دکھایئے" ۔۔۔ موشے نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور عمران نے وہ ریزہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"ہاں! ۔۔۔ لگتا تو ایسا ہی ہے" ۔۔۔ موشے نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور وہ سوچ رہا تھا کہ یہ ریزہ اس کی نظروں سے کیسے چوک گیا۔ حالانکہ اس نے اپنے طور پر اچھی طرح صفائی کی تھی۔

"یہاں کسی کمرے میں جمشید آغا کا فوٹو تو ہوگا" ۔۔۔؟ اچانک عمران نے پوچھا۔

"ہاں! ۔۔۔ خواب گاہ میں ہے" ۔۔۔ موشے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس نے یہ بات اس لئے بتا دی تھی کہ عمران پر یہ ثابت ہو سکے کہ اس نے واقعی تلاشی لی ہے۔

عمران تیز تیز قدم اٹھاتا خواب گاہ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ خواب گاہ میں بستر کے ساتھ رکھی ہوئی چھوٹی میز پر جمشید آغا کا رنگین فوٹو موجود تھا۔ عمران ایک لمحے کے لئے اُسے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر ایک طویل سانس لیتا ہوا مڑ گیا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں تفصیلی تلاشی لینی چاہیئے" ۔۔۔ موشے نے کہا تاکہ عمران کا مزید شک دُور کر سکے۔

"نہیں! ۔۔۔ اس کی ضرورت نہیں ہے ۔۔۔ ہمیں اب اسلم کا گھر ڈھونڈنا پڑے گا ۔۔۔ اگر اسلم گھر میں ہے تو اس سے پتہ چل جائے گا کہ یہ چکر کیا ہے" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"سپروائزر اسلم" ۔۔۔؟ موشے نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں سُپروائزر اسلم ۔۔۔ جمشید آغا اُسی کے ساتھ تھا" ۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور موشے سر ہلاتا ہوا میز پر پڑے ٹیلیفون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے رسیور اٹھا کر کریڈل کو دو تین بار دبایا۔

"یس ایکسچینج" ۔۔۔ دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

"چیف سکیورٹی آفیسر بابر زمان بول رہا ہوں" ۔۔۔ موشے نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر" — آپریٹر نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"چیف الیکٹرک انجنیئر جمشید آغا کے تحت ایک سپروائزر اسلم کام کرتا ہے — اس کے گھر فون ہے" — ؟ موشے نے پوچھا۔

"نہیں جناب! — اسلم سپروائزر کے کوارٹر میں فون نہیں ہے" — دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"اس کا پتہ پوچھ لو — کوارٹر نمبر وغیرہ کا شاید اسے علم ہو" — عمران نے لقمہ دیتے ہوئے کہا۔

"اس کے کوارٹر کا پتہ معلوم ہے تمہیں" — ؟ موشے نے پوچھا۔

"یس سر! — میرا ہمسایہ ہے وہ — سرونٹ کالونی کے کوارٹر نمبر ۳۱۰ میں رہتا ہے سر" — آپریٹر نے جواب دیا۔

"تھینک یو" — موشے نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"سرونٹ کالونی کے کوارٹر نمبر تین سو دس میں رہتا ہے وہ — اگر آپ کہیں تو میں کسی آدمی کو بھیج کر یہاں طلب کرا لوں" — موشے نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں! — میں خود وہاں جانا چاہتا ہوں — آؤ میرے ساتھ"۔ عمران نے کہا اور پھر تیزی سے باہر کی طرف چل پڑا۔ موشے اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

موشے نے جیپ تک پہنچتے پہنچتے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی تو رات کے دو بج رہے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ تیل چھوڑے جانے میں صرف ایک گھنٹہ باقی رہ گیا تھا اور اسے یہ ایک گھنٹہ بہرحال گزارنا تھا ایک بار تو اس کا دل چاہتا تھا کہ ریوالور نکال کر عمران کو یہیں ڈھیر کر دے

اور پھر اس کی لاش کو بھی تہہ خانے میں پھینک کر مطمئن ہو جاتے۔ لیکن اس نے ارادہ بدل دیا۔ کیونکہ اس کے خیال کے مطابق عمران بے حد شکی تھا۔ اور ہو سکتا تھا کہ وہ مشکوک ہو کر اسی کو نہ چھاپ لے۔

ابھی وہ باہر جیپ تک پہنچے ہی تھے کہ اچانک دروازے پر ایک نوجوان نظر آیا۔

"کیا بات ہے — ؟ کون ہو تم" — ؟ موشے نے اسے دیکھ کر چونکتے ہوئے پوچھا۔ اس نوجوان کے نقوش اسلم سے ملتے تھے۔

"جناب — میں اسلم سپروائزر کا بھائی ہوں — وہ ڈیوٹی ختم کر کے گھر نہیں پہنچا تو میں اس کا پتہ کرنے ریفائنری گیا تھا — وہاں سے پتہ چلا کہ وہ چیف انجنیئر صاحب کے ساتھ ان کی رہائش پر گئے ہیں — میں جناب اسی لئے یہاں آیا ہوں" — نوجوان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ یہاں تو نہیں ہے — ہم تو خود تمہارے پاس اس کا پتہ کرنے آ رہے تھے — چیف صاحب بھی موجود نہیں ہیں" — موشے نے جواب دیا۔

"اوہ! — پھر وہ کہاں جا سکتے ہیں — ہم سب گھر والے شدید پریشان ہیں" — نوجوان کے لہجے سے شدید پریشانی ٹپک رہی تھی۔

"اسلم تمہارا بڑا بھائی تھا یا چھوٹا" — ؟ عمران نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"میرے بڑے بھائی تھے جناب! — میں ان کا چھوٹا بھائی ہوں" — نوجوان نے جواب دیا۔

"باس صاحب! — آپ ریفائنری پر فون کر کے دوبارہ تصدیق کریں۔ ہو سکتا ہے اس نوجوان کو ٹال دیا گیا ہو۔ اور وہ کسی سیکرٹ کام میں مصروف

ہوں" ـــــ عمران نے موشے سے مخاطب ہو کر کہا۔

" سیکرٹ کام" ـــــ موشے نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

" ہاں ہاں۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے" ـــــ عمران نے زور دیتے ہوئے کہا۔

" بہتر۔ میں معلوم کر لیتا ہوں" ـــــ موشے نے کہا اور تیزی سے واپس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو عمران اسلم کے چھوٹے بھائی سے مخاطب ہوا۔

" تمہارے بھائی کے بالوں کا کیا رنگ تھا" ـــــ عمران نے پوچھا۔

" بھائی کے بالوں کا رنگ" ـــــ نوجوان نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا جیسے اُسے سوال کی سمجھ نہ آئی ہو۔

" ہاں" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

" کالے رنگ کے بال تھے۔ وہ خضاب لگاتے تھے" ـــــ نوجوان نے جواب دیا۔

" اوہ! اچھا ٹھیک ہے" ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد موشے واپس آیا۔

" نہیں جناب! وہ ریفائنری میں نہیں گئے" ـــــ موشے نے آکر رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

" نوجوان تم گھر جاؤ۔ ہم انہیں تلاش کر کے ابھی گھر بھجواتے ہیں" عمران نے کہا۔

" کوئی خطرے والی بات تو نہیں جناب" ـــــ نوجوان نے بُری طرح گھبراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

" خطرہ کس بات کا ـــــ وہ چیف صاحب کے ساتھ کہیں سائیٹ پر ہوں گے۔ ہم ابھی معلوم کر لیں گے۔ تم جاؤ" ـــــ عمران نے کہا اور پھر وہ واپس اندر کی طرف بڑھ گیا۔ موشے اس کے پیچھے تھا۔ پھر جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئے۔ عمران نے انتہائی پھرتی سے جیب سے ریوالور نکال لیا۔

" خبردار! ـــــ ہاتھ اوپر کر لو" ـــــ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

" کک۔ کک۔ کیا مطلب" ـــــ موشے یکلخت گھبرا گیا۔

" ہاتھ اوپر کر لو۔ ورنہ گولی مار دوں گا" ـــــ عمران کا لہجہ اور زیادہ کرخت ہو گیا اور موشے نے ہاتھ اوپر کر لئے۔ وہ اب تک یہ نہ سمجھ سکا تھا کہ عمران کو اس پر شک کیوں ہو گیا ہے۔

" گھوم کر دیوار سے ہاتھ ٹکا دو۔ جلدی" ـــــ عمران نے کرخت لہجے میں کہا اور موشے نے گھوم کر سامنے والی دیوار کی طرف منہ کر کے ہاتھ اس کے ساتھ ٹکا دیئے۔

عمران نے بڑی پھرتی سے موشے کی جیب سے ریوالور نکال لیا اس پر سائلنسر لگا ہوا تھا۔ عمران ایک نظر میں سمجھ گیا کہ ریوالور غیر ملکی ہے۔ اس ساخت کا ریوالور یہاں نہ ملتا تھا۔

" اب ادھر صوفے پر بیٹھ جاؤ" ـــــ عمران نے سخت لہجے میں کہا اور موشے بڑے اطمینان سے مڑ کر سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے اب اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔ اس لئے اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں تھے۔

" عمران صاحب! ـــــ آپ زیادتی کر رہے ہیں ـــــ میں چیف سیکورٹی

آفیسر ہوں" ـــــ موشے نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے ـــ لیکن اصلی نہیں نکلی" ـــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور موشے بے اختیار اچھل پڑا۔

"آرام سے بیٹھو! ـــ تمہارا خیال تھا کہ تم اس میک اَپ میں میری نظروں سے چھپ جاؤ گے" ـــ عمران نے ریوالور کے ٹریگر پہ انگلی جماتے ہوئے کہا۔

"میک اَپ! ـــ آپ کا خیال غلط ہے" ـــ موشے نے دوبارہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"سنو! ـــ مجھے شک تو پہلی نظر میں ہی پڑ گیا تھا ـــ لیکن میں اس کا ثبوت چاہتا تھا اور وہ ثبوت مجھے مل گیا" ـــ عمران نے کہا۔

"ثبوت ـــ کیسا ثبوت" ـــ؟ موشے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم نے کھوپڑی کی ہڈی دیکھی ہے ـــ اس پر تھوڑے سے بال بھی چمٹے ہوئے ہیں ـــ ان بالوں کا رنگ ڈارک براؤن ہے جیسے تمہارے۔ یعنی بابر زمان کے بال ہیں ـــ چنانچہ میں نے جمشید آغا کا فوٹو دیکھا تاکہ اس کے بال چیک کر سکوں۔ لیکن اس کے بال سیاہ ہیں اور گھنگھریلے ہیں تمہارے بالوں سے مختلف ـــ اس لئے ہڈی کے بال اس سے نہیں ملتے ـــ میں اسلم کے گھر بھی اسی لئے جانا چاہتا تھا تاکہ اگر یہ ہڈی اسلم کی ہوئی تو وہاں سے اس کے فوٹو سے بالوں کا رنگ وغیرہ معلوم ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کا بھائی آ گیا۔ اور میں نے اس سے پوچھ لیا ہے اسلم کے بال سیاہ ہیں اور خضاب زدہ ہیں ـــ جب کہ ہڈی کے اوپر لگے ہوئے

بال نہ ہی سیاہ ہیں ـــ اور نہ ہی ان پر خضاب کی تہہ موجود ہے اس کے بعد بات صاف ہو گئی ـــ ہڈی بابر زمان کی کھوپڑی کی ہے ـــ جب کہ تم میرے سامنے صحیح سلامت موجود ہو پوری کھوپڑی کے ساتھ ـــ اگر تمہاری کھوپڑی کا کوئی حصہ ٹوٹا ہوا ہو تو جلد مجھے دکھا دو ـــ میں معذرت کر لوں گا" ـــ عمران نے کہا۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے عمران صاحب! ـــ میرے جیسے بال تو ہزاروں افراد کے ہو سکتے ہیں ـــ آپ بے شک میرا منہ دھلوا کر دیکھ لیں ـــ جس طرح چاہیں تسلی کر لیں" ـــ موشے نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"چلو ایسا بھی کر کے دیکھ لیتے ہیں" ـــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ ریوالور لئے بڑے چوکنے انداز میں صوفے کے قریب پڑے میز پر ٹیلیفون کی طرف بڑھا۔

موشے بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ چاہتا تو عمران پر حملہ کر سکتا تھا۔ لیکن اسے معلوم تھا کہ مشن کی تکمیل میں ابھی چالیس منٹ باقی ہیں اور اسے بہر حال یہ چالیس منٹ گزارنے تھے تاکہ مشن کی تکمیل کا وقت ہو جائے اور اسے معلوم تھا کہ انکوائری کے چکر میں ڈال کر وہ چالیس منٹ گزار سکتا ہے ـــ ویسے اسے یقین تھا کہ اس نے جو جدید ترین میک اَپ کیا ہوا ہے وہ عمران لاکھ زور لگائے اس سے اترے گا نہیں اس لئے وہ اطمینان سے بیٹھا رہا۔

عمران نے رسیور اٹھایا۔

"یس آپریٹر ایکس چینج" ـــ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"مینجنگ ڈائریکٹر سے بات کراؤ" ــــــ عمران نے بابر زمان کے لہجے میں کہا۔

"کون صاحب بات کرنا چاہتے ہیں" ــــــ ؟ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"چیف سکیورٹی آفیسر ـــ اِٹ اِز ایمرجنسی" ــــــ عمران نے جواب دیا اور صوفے پر بیٹھے ہوئے موشے کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ اُبھر آئی۔ کیونکہ عمران خود اُس کا کام آسان کر رہا تھا۔

"بہتر جناب! ـــ میں کنکٹ کرتا ہوں ـــ ہولڈ کریں" ــــ آپریٹر نے کہا اور پھر چند لمحوں بعد کلک کی آواز آئی۔

"مینجنگ ڈائریکٹر سپیکنگ ـــ کیا بات ہے بابر" ــــ مینجنگ ڈائریکٹر کی پریشان سی آواز سنائی دی۔

"سر! ـــ آپ فوراً چیف الیکٹرک انجنیئر جمشید آغا کی رہائش گاہ پر پہنچیں ـــ فوراً" ــــــ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"میں سمجھا کہ تم میک اَپ صاف کرنے کے لئے کوئی چیز منگواؤ گے"۔ موشے نے کہا۔

"کیا ضرورت ہے ــــ اگر مینجنگ ڈائریکٹر کہہ دے گا کہ تم اصلی ہو تو میں بھی تمہیں اصلی مان لونگا" ــــــ عمران نے مسکرا کر جواب دیا اور موشے خاموش ہو گیا۔

"ویسے ایک بات بتا دوں ــــ تمہارا ہیڈ کوارٹر تباہ ہو چکا ہے ـــ رچرڈ تمہارا سفید بالوں والا باس ـــ اور تمہارے آٹھ دیگر افراد ختم ہو چکے ہیں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کک ـــ کیا مطلب ـــ کیا ہیڈ کوارٹر" ــــ ؟ موشے نے چونکتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کی آنکھوں اور گفتگو کی بے ربطگی نے عمران کو بتا دیا کہ جو کچھ اس نے سمجھا ہے وہ درست ہے۔

"ذلیشان کالونی والا ہیڈ کوارٹر ـــ اور سنو! ـــ وہاں سے ٹاپ راک کی مکمل فائل بھی مِل گئی ہے جس میں اس مشن کے ساتھ ساتھ ہمسایہ ملک میں کھیلے جانے والے کھیل کی تفصیلات بھی شامل ہیں" ــــ عمران نے جواب دیا۔

"کیسا مشن ـــ ؟ میں سمجھا نہیں" ــــ موشے نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی پتہ لگ جاتا ہے ـــ گھبراؤ نہیں" ــــــ عمران نے کہا لیکن اب موشے کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ اس کے تصور میں بھی نہ تھا کہ حالات یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔

اب عمران کا خاتمہ ضروری تھا۔ فوری خاتمہ ـ موشے سوچ رہا تھا کہ کاش اُسے پہلے اس بات کا پتہ چل جاتا تو وہ عمران کو اتنی ڈھیل ہی نہ دیتا۔

اسی لمحے باہر کار رکنے کی آواز سنائی دی اور موشے کے اعصاب تن گئے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر حالات خراب ہو گئے تو وہ مینجنگ ڈائریکٹر کو چھاپ لے گا۔ اس طرح عمران بے بس ہو جائے گا اور پھر جیسے ہی مینجنگ ڈائریکٹر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اندر داخل ہوا۔ موشے سیدھا ہو گیا۔

"کیا بات ہے ـــ ؟ یہ کیا ہو رہا ہے" ــــ ؟ مینجنگ ڈائریکٹر نے حیرت بھرے انداز میں اندر آتے ہوئے کہا۔ اُسے شاید یہاں کی سچویشن سمجھ میں نہ آئی تھی۔

"یہ صاحب علی عمران ہیں ___ ایکسٹو کے نمائندہ ___ اور انہوں نے اب مجھ پر ریوالور تان رکھا ہے ___ یہ کہتے ہیں کہ میں نقلی ہوں" ___ موشے نے صوفے پر بیٹھے بیٹھے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی ___ نقلی ___ کیا مطلب" ___ ؟ مینجنگ ڈائریکٹر نے حیرت سے عمران کی طرف گھورتے ہوئے کہا۔

"مینجنگ ڈائریکٹر صاحب! ___ میں نے آپ کو اسی لئے یہاں بلوایا ہے کہ اب جو کچھ سامنے آئے ___ آپ کے سامنے آئے ___ یہ بین الاقوامی مجرم تنظیم ٹاپ راک کا آدمی ہے ___ ان کا مشن تھا کہ آئل ریفائنری ___ آئل فیلڈ ___ اور پائپ لائنز کو تباہ کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ یہاں چیف الیکٹرک انجینئر جمشید آغا کے میک اپ میں آگیا ___ ہم اس کی طرف سے مشکوک ہوئے تو مجھے یہاں آنا پڑا ___ لیکن یہاں پہنچ کر پتہ چلا ہے کہ جمشید آغا کو غائب کر دیا گیا ہے ___ دوسرے لفظوں میں یہ مجرم جو جمشید آغا بنا ہوا تھا۔ اس نے چیف سکیورٹی آفیسر بابر زمان کو قتل کر کے خود اس کا روپ دھار لیا ہے ___ اور اس کے ساتھ ہی ایک سپروائزر اسلم بھی مارا گیا ہے" ___ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"مم ___ مگر کیوں ___ ؟ اور کیسے" ___ ؟ مینجنگ ڈائریکٹر کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھٹی پڑ رہی تھیں۔

"اسلم سپروائزر کے غائب یا قتل ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس نے چیف الیکٹرک انجینئر کے روپ میں اسلم سپروائزر کے شعبے میں کوئی گڑبڑ کی ہے ___ اور راز رکھنے کے لئے اسلم سپروائزر کو ختم کر دیا گیا ہے۔ آپ کو بلانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ آئل ریفائنری میں جا کر وہاں سے فون

کر کے پوری تفصیل معلوم کریں کہ اسلم سپروائزر کی ڈیوٹی کہاں تھی ۔۔۔۔ ؟ اور وہاں جمشید آغا گیا تو وہاں کیا ہوا ۔۔۔۔ آپ یہ تفصیلات فوری معلوم کر سکتے ہیں ۔۔۔ دوسروں کو وقت لگتا" ۔۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

" یہ سب بکواس ہے جناب ! ۔۔۔ مجھے تو یہ خود مجرموں کا آدمی لگتا ہے یہ ہمارے خلاف کوئی گہری سازش کر رہا ہے جناب" ۔۔۔۔ موشے نے تیز لہجے میں کہا۔

مینجنگ ڈائریکٹر گومگو کے عالم میں کھڑا ان دونوں کی شکلیں دیکھنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ وہ کس کی مانے اور کس کی نہ مانے۔

" جو میں کہہ رہا ہوں وہ کیجئے ۔۔۔۔ ورنہ آئل ریفائنری اڑ جائے گی اور اس کی ذمہ داری آپ پر ہو گی" ۔۔۔۔ عمران نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

" لیکن یہ بابر زمان ۔۔۔ یہ تو چیف سکیورٹی آفیسر ہے" ۔۔۔ مینجنگ ڈائریکٹر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

" بابر زمان ۔۔ یہ مجرم ہے" ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

" میں نے کیا معلوم کرنا ہے ۔۔ ٹھہرو ! ۔۔ میں دوسری فورس کو بلاتا ہوں ۔۔۔ میری نظر میں تم دونوں مشکوک ہو" ۔۔۔ مینجنگ ڈائریکٹر نے کہا اور تیزی سے فون کی طرف بڑھا۔

عمران خاموش ہو رہا۔ کیونکہ دوسری فورس کے آنے کے بعد اسے کم از کم مدیا اور برداری سے تو نجات مل جائے گی۔

موشے اس لئے خاموش بیٹھا رہا کہ اس طرح مزید وقت گزر جائے گا۔ اسے اپنی صلاحیتوں پر مکمل اعتماد تھا کہ وہ کسی بھی وقت صورت حال کو تبدیل کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے ذہن میں صرف مشن کی کامیابی

تھی۔ اسے یقین تھا کہ باس کے مرنے کے بعد اگر وہ مشن کو کامیاب کر لینے اور اپنی جان بچا کر لے جانے میں کامیاب ہو گیا تو پھر لازماً ٹاپ راک کا سربراہ وہی بنے گا اور یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ ایسا اعزاز جو اس کے مطابق قسمت والوں کو ہی مل سکتا تھا اور اب ایسا موقع آ گیا تھا کہ وہ یہ اعزاز حاصل کر سکتا تھا۔ اور اب تیل چھوڑے جانے میں صرف پندرہ منٹ باقی رہ گئے تھے۔

مینجنگ ڈائریکٹر نے فون اٹھا کر فوری طور پر سکیورٹی فورس کے دس مسلح آدمی جمشید آغا کی رہائش گاہ پر طلب کر لئے۔ اور پھر تقریباً پانچ منٹ بعد سکیورٹی کے دس مسلح افراد ہاتھوں میں مشین گنیں سنبھالے کمرے میں گھستے چلے آئے۔

" ان دونوں کو کور کر لو ۔۔۔ دونوں کو" ۔۔۔۔ مینجنگ ڈائریکٹر نے حاکمانہ لہجے میں کہا اور عمران نے بڑے اطمینان سے ہاتھ میں پکڑا ہوا ریوالور سکیورٹی فورس کے حوالے کر دیا اور سکیورٹی فورس کے دس آدمیوں نے مشین گنوں کا رخ ان دونوں کی طرف کر دیا۔

" دیکھو ! ۔۔ جب تک میں نہ کہوں ۔۔ ان دونوں کا خاص طور پر خیال رکھنا ۔۔۔ اگر یہ کوئی غلط حرکت کریں تو بغیر پوچھے گولی مار دینا" ۔۔۔ مینجنگ ڈائریکٹر نے بڑے سخت لہجے میں کہا اور سکیورٹی فورس کے آدمی اور زیادہ چوکنے ہو گئے اور عمران اطمینان سے ایک طرف پڑے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا۔

" ہاں اب ۔۔ اب بولو کیا چاہتے ہو" ۔۔۔۔ ؟ مینجنگ ڈائریکٹر نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"جہاں جمشید آغا اور اسلم سپروائزر کام کرتے تھے ۔۔۔ وہاں سے معلوم کرائیں کہ انہوں نے کوئی خلاف معمول کام کیا ہے یا نہیں ۔۔۔ ؟ اگر کیا ہے تو کونسا" ۔۔۔ ؟ عمران نے کہا اور مینجنگ ڈائریکٹر تیزی سے فون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے فون اٹھا کر معلومات حاصل کرنی شروع کر دیں وہ مختلف لوگوں سے بات کر رہا تھا۔ تقریباً دس منٹ بعد اس نے فون رکھ دیا۔

"وہ شفٹ تبدیل ہو چکی ہے ۔۔۔ اس لئے نئی شفٹ والے کچھ نہیں بتا سکتے ۔۔۔ اب پہلی شفٹ والوں کے گھروں سے معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔ صرف اسلم کی جگہ آنے والا سپروائزر بتا رہا ہے کہ اسلم نے جب اسے چارج دیا تو جمشید آغا وہیں موجود تھے اور وہ دونوں اکٹھے ہی گئے ہیں" مینجنگ ڈائریکٹر نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"تو معلوم کریں ۔۔۔ یہ ضروری ہے تاکہ اس کے اصل مشن کا پتہ چلایا جا سکے" ۔۔۔ عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

"لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ مجرم ہے" ۔۔۔ مینجنگ ڈائریکٹر نے کہا۔

"دو آدمیوں کو کہو کہ یہاں کی تلاشی لیں ۔۔۔ مکمل اور تفصیلی تلاشی ۔۔۔ ابھی ثبوت مل جاتے گا" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

اور بات شاید مینجنگ ڈائریکٹر کی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے فوراً دو آدمیوں کو تلاشی کا حکم دے دیا۔ اور خود اس نے فون اٹھا کر شفٹ پر کام کرنے والوں کے گھروں سے معلومات حاصل کر کے رپورٹ کرنے کا حکم دیا اور فون رکھ دیا۔

موشے اطمینان سے ہاتھ صوفے کے بازوؤں پر رکھے بیٹھا ہوا تھا۔ ...ں کی نظریں گھڑی کے ڈائل کو بار بار دیکھ رہی تھیں۔ اب تیل چھوڑے ...انے میں صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے تھے۔ اور پانچ منٹ بعد اس ...مشن اس طرح مکمل ہو جائے گا کہ اسے کلائی گھڑی میں نصب ٹرانسمیٹر ...ڈبل تھری فریکوئنسی ایڈجسٹ کر کے ونڈ بٹن دبانا ہوگا اور اس کے ساتھ ...ی سب کچھ ختم ہو جائے گا سب کچھ ۔۔۔ لیکن اب مسئلہ یہاں سے ...نے کا تھا۔ وہ اب تک یہاں اس لئے موجود تھا کہ اسے یہ تسلی ہو جائے ...یل واقعی چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور یہ وقت گزرنے کے بعد ہی معلوم ...ا جا ہتا تھا تاکہ وہ پہلے سے مشکوک ہو کر کہیں تیل چھوڑنے کا ارادہ ملتوی ...کر دیں۔

اور پھر موشے نے اس وقت زبان کھولی جب گھڑی کی سوئیوں نے ...ن بجا دیئے۔

"جناب! ۔۔۔ یہ شخص خود مجرم ہے ۔۔۔ اور کسی گہری سازش میں یہاں ...یا ہے ۔۔۔ آپ اسے چیک کریں" ۔۔۔ موشے نے انتہائی مطمئن لہجے ...ں کہا۔

"لیکن کیسے چیک ہو سکتا ہے" ۔۔۔ ؟ مینجنگ ڈائریکٹر نے کہا۔

"اس کو گرفتار کر لیا جائے جناب! ۔۔۔ پھر چیف آف سیکرٹ سروس ...سے رابطہ قائم کیا جائے ۔۔۔ ہو سکتا ہے انہیں معلوم ہو" ۔۔۔ موشے ...ے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ مینجنگ ڈائریکٹر کوئی جواب دیتا۔ اچانک باہر ...ے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اور وہ دونوں افراد جو تلاشی

لئے گئے تھے تیزی سے اندر داخل ہوئے۔

"جناب! — تہہ خانے میں دو لاشیں پڑی ہیں" — ان میں سے ایک نے تیز لہجے میں کہا۔

"لاشیں پڑی ہیں — کہاں" — ؟ مینجنگ ڈائریکٹر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف مڑا۔

اُسی لمحے اچانک موشے نے بیٹھے بیٹھے ایک زوردار جمپ لگایا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی سنبھلتا، وہ مینجنگ ڈائریکٹر سے ٹکراتا ہوا دروازے سے باہر پہنچا اور دوسرے لمحے اس نے بڑی پھرتی سے مینجنگ ڈائریکٹر کو گھسیٹا اور برآمدے کی سائیڈ دیوار تک لے گیا۔ اس نے مینجنگ ڈائریکٹر کو اپنے سینے سے جکڑ لیا تھا۔ اس کا ایک بازو اس کی گردن کے گرد جما ہوا تھا جب کہ دوسرے ہاتھ سے اس نے اس کا پیٹ جکڑا ہوا تھا۔

"خبردار! — اگر کسی نے حرکت کی تو میں اس کی گردن توڑ دونگا" موشے نے اس بار اپنے اصل لہجے میں کہا اور اس کی طرف بڑھتے ہوئے لوگ یکلخت ٹھٹھک کر رُک گئے

مینجنگ ڈائریکٹر کی آنکھیں خوف اور تکلیف سے پھٹی پڑ رہی تھیں اور وہ بے بس پرندے کی طرح موشے کے طاقتور بازوؤں میں جکڑا ہوا تھا

عمران اب مسکراتا ہوا صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب تو معلوم ہو گیا مینجنگ ڈائریکٹر صاحب! — کہ میں صحیح کہہ رہا تھا" — عمران نے بڑے مطمئن انداز میں آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"خبردار! — اگر تم آگے بڑھے — میں اس کی گردن توڑ دوں گا" — موشے نے چیختے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے مینجنگ ڈائریکٹر کی گردن

کے گرد موجود اپنے بازو کو زور سے جھٹکا دیا۔ مینجنگ ڈائریکٹر کے حلق سے چیخ نکل گئی اور اس کا جسم بُری طرح پھڑکنے لگا۔

"بیشک توڑ ڈالو — اور مینجنگ ڈائریکٹر بھرتی کر لیں گے — ہمارے ملک میں یہی تو ایک صنف ہے افسروں کی — جو آسانی سے دستیاب ہو جاتی ہے" — عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"نن — نہیں نہیں — رُک جاؤ — آگے نہ آؤ — یہ مار ڈالے گا — مجھے مار ڈالے گا" — مینجنگ ڈائریکٹر نے چیختے ہوئے کہا اس کی آواز گھٹی گھٹی تھی۔

"مار ڈالے — تم ہو ہی اس قابل — اتنے بڑے ادارے کا مینجنگ ڈائریکٹر اگر اتنا بے خبر ہو تو اُسے مر ہی جانا چاہیئے" — عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے وہ انتہائی تیزی سے اپنی جگہ سے اچھلا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ مینجنگ ڈائریکٹر کے پیٹ میں فلائنگ کک لگانا چاہتا ہو۔ اس لئے موشے نے بڑی تیزی سے ڈائریکٹر کو عمران کی طرف دھکا دیا اور عمران کا یہ ڈاج کام آ گیا جیسے ہی موشے نے مینجنگ ڈائریکٹر کو علیحدہ کیا۔ عمران نے تیزی سے اپنا رُخ بدلا اور اس کی دونوں جُڑی ہوئی لاتیں ہوا میں ہی پھیلیں اور پھر اس کے بوٹ کی ٹو پوری قوت سے ڈائریکٹر کو دھکیل کر بچا گئے ہوئے موشے کی پسلیوں میں لگی۔ اور موشے چیختا ہوا بائیں طرف کو جھک گیا۔ عمران پشت کے بل فرش پر گرنے لگا مگر اس نے انتہائی پھرتی سے قلابازی کھائی اور سیدھا ہو گیا۔

مگر اُسی لمحے موشے نے بجلی کی سی تیزی سے چھلانگ لگائی اور وہ

ایک مسلح آدمی سے مشین گن چھینتا ہوا ایک ستون کی آڑ ہو گیا۔

عمران نے جیسے ہی اُسے ستون کی آڑ میں ہوتے دیکھا اس نے بجلی کی سی تیزی سے چھلانگ لگائی اور ایک اور مسلح آدمی کو جھپٹ کر سامنے کر لیا۔

دوسرے لمحے ریٹ ریٹ کی آوازوں اور چیخوں سے گیلری گونج اٹھی چار مسلح افراد گولیوں کا نشانہ بن گئے تھے۔ جن میں سے وہ بھی تھا جسے عمران نے اپنے سامنے کر لیا تھا۔ اگر عمران فوری طور پر ایسا نہ کرتا تو اس کے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ باقی افراد نے گھبرا کر اس ستون پر فائر کھول دیئے۔ مگر ستون کی آڑ کی وجہ سے کوئی گولی موشے کو نہ چھو سکی اور اس نے ایک بار پھر فائر کھول دیا۔ اس بار دو افراد گرے۔

"رُک جاؤ — رُک جاؤ" —— عمران نے چیخ کر کہا اور پھر وہ مُردہ آدمی کو سینے سے چمٹائے بجلی کی سی تیزی سے ستون کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اور شاید موشے بھی عمران کے اس داؤ کو سمجھ گیا کہ اب عمران پر فائر فضول ہے، وہ یقیناً مُردہ آدمی کے جسم میں ہی گولیاں مارے گا اس لئے اس نے انتہائی پھرتی سے جمپ لگایا اور اس سے پہلے کہ عمران مُردہ آدمی کو گرا کر اس کی طرف بڑھتا۔ موشے مینجنگ ڈائریکٹر کی کار کی چھت پر سے ہوتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔ عمران نے جو اس مُردہ آدمی کو پھینک چکا تھا اس کے پیچھے جمپ لگایا مگر اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتا۔ موشے جیسے اڑتا ہوا کھلے پھاٹک سے باہر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔

عمران — اسے باہر جاتے دیکھ کر اس کے پیچھے جانے کی بجائے سائیڈ والی رہائش گاہ کی درمیانی دیوار کی طرف بھاگا اور پھر ایک ہی جمپ

میں وہ دیوار پھاند کر دوسری طرف جا گرا۔ اور پھر تقریباً بھاگتا ہوا وہ پھاٹک کی طرف بڑھا۔ اس نے پھاٹک کھولنے کی بجائے ایک بار پھر جمپ لگایا اور دوسرے لمحے وہ پھاٹک سے ملحقہ دیوار پر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے اُسے دیوار کے ساتھ بھاگتا ہوا موشے نظر آ گیا۔ عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں ریوالور موجود تھا اس نے موشے پر فائر کر دیا۔ مگر اسی لمحے موشے تیزی سے ایک موڑ مڑ گیا اور عمران کا فائر خالی چلا گیا۔

عمران نے نیچے جمپ لگایا اور دوسرے لمحے وہ دوڑتا ہوا اس طرف گیا جدھر موشے مڑا تھا۔ مگر اس موڑ پر پہنچتے ہی اُسے کو زمین پر پڑی ہوئی مشین گن نظر آ گئی جب کہ موشے غائب تھا۔ یہ رہائش گاہوں کی درمیانی سڑک تھی۔ اس کے دونوں اطراف میں مختلف رہائش گاہیں موجود تھیں۔ سڑک پر مرکری بلب جل رہے تھے۔ جس کی وجہ سے چپہ چپہ روشن تھا عمران وہیں کھڑا غور سے دیکھ رہا۔ اور دوسرے لمحے اُسے ایک کوٹھی کا کھلا ہوا پھاٹک نظر آ گیا۔ اور عمران تیزی سے اس پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ موشے کی مشین گن اس کے ہاتھ میں تھی۔

موشے خوفناک سچوئیشن سے نکل آنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اب اس کے لئے مسئلہ تھا فوری طور پر تیل چھوڑے جانے کا معلوم کرنا اور پھر آئل فیلڈ سے باہر نکلنے کا ۔۔۔۔ اُسے معلوم تھا کہ اگر اس نے پہلے وائرلیس بم تباہ کر دیا تو پھر اس کا بچ نکلنا بھی ناممکن ہو جائے گا چنانچہ بھاگتے ہوئے جیسے ہی پہلا موڑ آیا وہ تیزی سے اس موڑ پر مڑ گیا اور اس کا اس طرح اچانک مڑنا ہی اس کی جان بچا گیا کیونکہ عین اسی جگہ ریوالور کی گولی پڑی تھی جہاں ایک لمحہ پہلے وہ موجود تھا۔ اس نے موڑ مڑتے ہی مشین گن نیچے پھینک دی کیونکہ اس طرح وہ مشکوک ہو سکتا تھا۔ اس کی پنڈلی کے ساتھ ریوالور بندھا ہوا تھا اور اب وہ اس ریوالور سے کام لینا چاہتا تھا۔ اور پھر اُسے سامنے ایک کوٹھی کے آدھ کھلے پھاٹک پر ایک ادھیڑ عمر آدمی کھڑا نظر آ گیا۔ شاید وہ فائرنگ کی آوازیں سن کر صورت حال معلوم کرنے آیا تھا۔

"تمہارے پاس فون ہے فون"۔۔۔۔؟ موشے یہ الفاظ کہتا ہوا تیزی سے اس آدمی کی طرف دوڑا۔ اور چونکہ وہ سکیورٹی آفیسر کی وردی میں تھا۔ اس لئے پھاٹک پر کھڑا ہوا آدمی اس کی طرف سے مشکوک نہ ہوا۔

"ہاں جناب ہے"۔۔۔۔ اس آدمی نے کہا اور موشے اُسے دھکیلتا ہوا اندر لیتا چلا گیا۔

"جلدی کرو ۔۔۔ فون کہاں ہے ۔۔۔ جلدی بتاؤ"۔۔۔۔ موشے نے اُسے بازو سے پکڑا اور اندر گھسیٹتا ہوا لے گیا۔

"ادھر لاؤنج میں ہے ادھر ۔۔۔ مگر بات کیا ہے"۔۔۔۔ ادھیڑ عمر نے بُری طرح گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

اُسی لمحے موشے کو لاؤنج میں پڑا ہوا فون نظر آ گیا۔ فون نظر آتے ہی اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے چلا اور اس ادھیڑ عمر کی کنپٹی پر پٹاخہ سا چھوٹا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ ایک ہی ضرب نے اُسے بیہوش کر دیا تھا۔ موشے نے اُسے بازوؤں میں سنبھالا اور پھر لاؤنج کے سامنے اونچی باڑ کے پیچھے اچھال دیا۔ ایک دھماکے سے وہ باڑ کے پیچھے گرا۔ اب وہ باہر سے نظر نہ آ سکتا تھا۔

ابھی موشے لاؤنج میں داخل ہو ہی رہا تھا کہ اُسے پھاٹک کی طرف سے ہلکی سی کھٹکے کی آواز سنائی دی۔ اور موشے تیزی سے مڑ کر بیرونی ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ رہائش گاہ کے اندر خاموشی تھی۔ یا تو یہ شخص وہاں اکیلا ہی رہتا تھا یا اس کے گھر والے گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔

موشے جیسے ہی ستون کی آڑ میں ہوا۔ اُسے پھاٹک پر عمران کا چہرہ نظر آیا۔ عمران بڑے محتاط انداز میں اندر جھانک رہا تھا۔ موشے خاموش کھڑا

رہا مگر بیحد چوکنے انداز میں۔

عمران چند لمحے اندر جھانکتا رہا پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا اور موشے نے اطمینان کا طویل سانس لیا۔ خطرہ ٹل گیا تھا۔

جب عمران کو آگے بڑھے کچھ دیر ہو گئی تو موشے تیزی سے میز پر رکھے ہوئے فون کی طرف بڑھا۔ اس نے رسیور اٹھا لیا۔ لیکن اس کی نظریں پھاٹک پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ ٹی۔وی لاؤنج کے شیشوں میں سے اسے پھاٹک صاف نظر آرہا تھا۔

"یس ایکس چینج" ۔۔۔۔ دوسری طرف سے آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

"آئل فیلڈ چیف انجنیئر سے بات کراؤ ۔۔۔ جلدی" ۔۔۔۔ موشے نے سخت لہجے میں کہا۔

"بہتر سر ۔۔۔ ہولڈ کریں" ۔۔۔۔ آپریٹر نے کہا اور موشے رسیور ہاتھ میں پکڑے بڑے دہشت بھرے انداز میں پھاٹک کی طرف دیکھتا رہا مگر اس طرف خاموشی طاری تھی۔

"یس ۔ چیف انجنیئر آئل فیلڈ ۔۔۔ کون صاحب بات کر رہے ہیں"؟ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک سخت آواز سنائی دی۔

"میں چیف سکیورٹی آفیسر بار بر زمان بول رہا ہوں ۔۔۔ کیا تین بجے کا تجرباتی تیل پائپ لائنز میں چھوڑ دیا گیا ہے" ۔۔۔۔؟ موشے نے کہا۔

"ہاں ہاں ۔۔۔ تیل چھوڑ دیا گیا ہے ۔۔۔ مگر آپ کا اس سے تعلق"۔؟ دوسری طرف سے چیف انجنیئر نے حیرت بھرے انداز میں جواب دیا۔

"ہے ایک تعلق" ۔۔۔۔ موشے نے کہا اور ایک جھٹکے سے رسیور رکھ کر اس نے بڑی پھرتی سے کلائی سے اپنی گھڑی اتاری اور پھر اس کا

ونڈ بٹن کھینچ کر اس نے ڈبل تھری فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنی شروع کر دی۔ جس اطلاع کے لئے اس نے اتنا وقت گزارا تھا وہ اطلاع اُسے مل گئی تھی۔ چند ہی لمحوں میں اس نے مخصوص فریکوئنسی ایڈجسٹ کر لی اور پھر اس نے ونڈ بٹن کو بڑی احتیاط سے ایک بار دبایا اور گھڑی دوبارہ کلائی میں باندھ لی۔ اب وہ صرف ونڈ بٹن پر دو بار انگلی مار کر پوری آئل فیلڈ۔ آئل ریفائنری اور پائپ لائنز کو تباہ کر سکتا تھا۔

"اب میں دیکھوں گا کہ اس آئل فیلڈ ۔۔۔ آئل ریفائنری ۔۔۔ اور پائپ لائنز کو کون بچا سکتا ہے ۔۔۔۔ میری صرف ایک انگلی کی دو ضربیں ہی سب کچھ تباہ کر دیں گی" ۔۔۔۔ موشے نے گھڑی کو دوبارہ اپنی کلائی میں باندھتے ہوئے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کے انداز میں یقینی کامیابی کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

گھڑی کو پن کر کے وہ تیزی سے باہر کی طرف لپکا اور لاؤنج سے باہر آکر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ابھی پھاٹک کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ اچانک سائیڈ والی کوٹھی کی دیوار کے سامنے بنی ہوئی باڑ کے پیچھے سے ایک سایہ نکلا اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر موشے کے اوپر آپڑا۔

موشے نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے تیزی سے جسم کو موڑنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسرے لمحے اس کی ریڑھ کی ہڈی پر ایک زوردار ضرب لگی اور موشے چیختا ہوا آگے کی طرف جھکا ہی تھا کہ دوسرے لمحے کٹاک کی آواز کے ساتھ اس کی کنپٹی پر ایک زوردار ضرب لگی اور وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین پر ڈھیر ہوتا چلا گیا۔ نیچے گرتے ہی اس نے اپنی ٹانگوں کی مدد سے سائے کو ضرب لگانے کی کوشش کی۔ لیکن اس

کے ساتھ ہی اس کے سینے پر دل کی طرف زوردار ضرب لگی اور موشے کے دماغ پر اندھیرے چھاتے چلے گئے۔ بیہوش ہونے سے قبل اس کے ذہن پر آخری تصویر عمران کی ہی اُبھری تھی۔

یقیناً حملہ آور عمران ہی تھا



موشے کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو ایک کرسی پر بندھا ہوا پایا۔ پورے جسم کو مضبوط رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ جسم میں درد کی تیز لہریں دوڑ رہی تھیں۔ اس نے ہوش میں آتے ہی گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں ایک طرف کھڑے ہوئے عمران پر پڑ گئیں۔ وہ رسیور اٹھائے کھڑا تھا۔

اُسی لمحے عمران نے رسیور کریڈل پر رکھا اور موشے کی طرف مڑا۔

"تمہیں ہوش آ گیا مسٹر بابر زمان ـــ عرف نقلی بلے" ـــ عمران نے اس کے قریب آ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں گہرا اطمینان تھا۔

"تم ـــ تم وہاں کب پہنچے ـــ؟ تم تو مطمئن ہو کر آگے بڑھ گئے تھے"۔ موشے نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"تمہاری جھلک میں نے ستون کے پیچھے دیکھ لی تھی اور تمہارے ہاتھ

میں ریوالور بھی مجھے نظر آ گیا تھا ـــ اس لئے میں آگے بڑھ کر سائیڈ کی کوٹھی میں داخل ہوا اور پھر سائیڈ کی دیوار سے باڑ کے پیچھے چھپ گیا۔ چونکہ اس طرف لاؤنج کے شیشوں پر گھنی بیل موجود تھی اس لئے تم مجھے دیکھ نہ سکے اور آواز میں نے خود پیدا نہ ہونے دی۔ پھر میں رینگ کر آگے بڑھنا چاہتا تھا کہ میں نے تمہاری آواز سُنی ـــ تم تیل جاری کئے جانے کی بابت پوچھ رہے تھے ـــ اس کے بعد میں رینگتا ہوا آگے بڑھا تاکہ تمہاری کسی حرکت سے پہلے ہی تمہیں چھاپ لوں ـــ لیکن ابھی میں تھوڑا سا ہی آگے بڑھا تھا کہ تم باہر نکل آئے اور پھر مجھے مجبوراً تم پر حملہ کرنا پڑا ـــ اور اس کے بعد اب تم یہاں ہو" ـــ عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا کہ جیسے وہ موشے کو مطمئن کرنا چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ بلاوجہ کوئی زیادتی نہ ہوئی ہو۔

عمران کی بات سنتے ہی موشے نے چونک کر اپنے بائیں ہاتھ کی طرف دیکھا جو کرسی کے بازو سے بندھا ہوا تھا اور دوسرے لمحے اس کے جسم میں اطمینان کی لہریں دوڑتی چلی گئیں۔ کیونکہ اس کی کلائی پر ٹرانسمیٹر گھڑی موجود تھی۔ اس کا صاف مطلب یہی تھا کہ عمران ابھی اصل کھیل سے ناواقف ہے۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ عمران کی کسی بات کا جواب دیتا۔ دروازہ کھلا اور مینجنگ ڈائریکٹر اندر داخل ہوا۔

"میں نے معلوم کیا ہے ـــ واقعی تجرباتی طور پر پائپ لائنز میں تیل چھوڑا جا چکا ہے ـــ اور یہ تیل دو روز تک چلتا رہے گا"ـــ مینجنگ ڈائریکٹر نے نفرت بھرے انداز میں کرسی پر بیٹھے ہوئے موشے کو دیکھتے

ہوئے کہا۔

"مزید کوئی گڑبڑ"۔۔۔۔ ؟ عمران نے پوچھا۔

"نہیں ۔۔۔ سب کچھ او کے ہے ۔۔۔ تیل کی روانی بالکل درست ہے کہیں سے کوئی پائپ لائن لیک نہیں ہے اور تمام مشینری بالکل درست طور پر کام کر رہی ہے"۔۔۔۔ مینجنگ ڈائریکٹر نے جواب دیا۔

"اچھا تو اب یہ خود بتائے گا کہ اصل چکر کیا ہے"۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور موشے کی طرف بڑھ گیا۔

"ہاں تو دوست! ۔۔۔ پہلے تو تم اپنا اصل نام بتا دو ۔۔۔ تاکہ تمہارے ساتھ بات چیت میں آسانی رہے"۔۔۔۔ عمران نے بڑے دوستانہ انداز میں کہا۔

"میرا نام بابر زمان ہے"۔۔۔۔ موشے نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں اطمینان تھا۔

"وہ تمہارا میک اپ ختم ہو چکا ہے مسٹر ۔۔۔۔ اور بابر زمان کی لاش بھی پہچانی جا چکی ہے"۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ مڑا اور اس نے دیوار کے ساتھ لٹکے ہوئے ایک آئینے کو اتارا اور لا کر موشے کے سامنے کر دیا۔

موشے نے دیکھا کہ واقعی اس کا میک اپ صاف ہو چکا تھا اور اب وہ اصلی شکل میں تھا۔

"حیرت ہے ۔۔۔ مجھے تو یقین تھا کہ ایسا جدید میک اپ تم سے نہیں اترے گا"۔۔۔۔ موشے نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"او بلین زائم میک اپ اب پرانی بات ہو چکی ہے مسٹر ۔۔۔ تم اسے

جدید کہہ رہے ہو"۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور آئینہ لے جا کر دوبارہ دیوار کے ساتھ نصب کر دیا۔ مینجنگ ڈائریکٹر خاموش کھڑا موشے اور عمران کو دیکھ رہا تھا۔

"میرا نام موشے ہے"۔۔۔۔ اس بار موشے نے اپنا اصل نام بتا دیا۔

"تو مسٹر موشے! ۔۔۔ اب تم اگر یہ بتا دو کہ تیل کے پائپ لائنز میں چھوڑسے جانے سے تم کیا مفاد حاصل کرنا چاہتے تھے ۔۔۔۔ تو یقین کرو تم نہ صرف زندہ رہو گے ۔۔۔ بلکہ تمہیں خراش تک نہ آئے گی ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"میں چاہتا تھا کہ یہ تجربہ ناکام ہو جائے ۔۔۔ تاکہ تمہاری حکومت اس مشن کو ختم کر دے"۔۔۔۔ موشے نے جواب دیا۔

"دیکھو! ۔۔۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ تم سے باتیں کرتا رہوں ۔۔۔ میری مرغی انڈہ دینے والی ہے اور اگر میں نے سارا وقت تم سے باتوں میں گزار دیا تو میرا باورچی سلیمان انڈہ خود ہی کھا جائے گا ۔۔۔ اس لئے جو کچھ بتانا ہے بتا دو"۔۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور عمران کی بات سن کر مینجنگ ڈائریکٹر کے لبوں پر پریشانی کے باوجود مسکراہٹ رینگنے لگی۔

"کیا تم وعدہ کرتے ہو کہ مجھے ہلاک نہیں کرو گے"۔۔۔۔ موشے نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

"ہاں وعدہ ۔۔۔ ٹھوس اور فولادی وعدہ"۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر پہلے مجھے آزاد کر دو ۔۔۔ ان رسیوں سے ظاہر ہے کہ میں یہاں

نے نکل کر بھاگ تو نہیں سکتا۔۔۔ اس کے بعد میں اطمینان سے تمہیں سب کچھ بتا دوں گا" ۔۔۔ موشے نے جواب دیا۔ اب اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ چاہے اس کی اپنی جان ہی کیوں نہ چلی جائے وہ آئل فیلڈ کو لازماً تباہ کر دیگا۔

"چلو ایسے ہی سہی ۔۔۔ ویسے تم بھاگ کر بھی دیکھ لینا ۔۔۔ اپنی حسرت پوری کر لینا" ۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے رسیاں کھولنی شروع کر دیں۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں" ۔۔۔ ؟ مینجنگ ڈائریکٹر نے پریشان لہجے میں کہا۔

"کوئی بات نہیں ۔۔۔ ویسے بھی کسی شریف اور معزز آدمی کو یوں رسیوں سے باندھنا کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا" ۔۔۔ عمران نے کہا اور چند لمحوں بعد ہی اس نے رسیاں کھول کر ایک طرف ڈال دیں۔

اب موشے آزاد تھا۔ وہ آزاد ہوتے ہی اطمینان سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا یہ بہتر نہیں کہ تم مجھے اس آئل فیلڈ سے باہر لے جاؤ ۔۔۔ بے شک اپنے ہیڈ کوارٹر ہی لے چلو" ۔۔۔ موشے نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو درست کرتے ہوئے کہا۔ اس طرح وہ صرف یہ چیک کرنا چاہتا تھا کہ فریکوئنسی درست طور پر ایڈجسٹ ہے یا نہیں۔ اور اس نے چیک کر لیا کہ فریکوئنسی بالکل درست طور پر ایڈجسٹ ہے۔

"نہیں! ۔۔۔ جو کچھ بتانا ہے یہیں بتا دو ۔۔۔ وہاں لے جا کر مجھے تمہیں ناشتہ کرانا پڑے گا ۔۔۔ یہاں کم از کم یہ خرچہ تو بچ جائے گا" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"اچھا ۔۔۔ پھر بھگتو" ۔۔۔ موشے نے اچانک وحشت زدہ لہجے میں کہا۔ اور اس نے تیزی سے گھڑی کے ونڈ بٹن پر دو بار انگلی کی ضرب لگائی

"ہا ۔۔۔ ہا ۔۔۔ ہا ۔۔۔ تمہارا آئل فیلڈ ختم ۔۔۔ آئل ریفائنری ختم ۔۔۔ پائپ لائنز ختم" ۔۔۔ موشے نے وحشت زدہ انداز میں قہقہے لگاتے ہوئے کہا۔

"کمال ہے ۔۔۔ ضربیں تو تم نے دو لگائی ہیں ۔۔۔ اور تین چیزیں کیسے ختم ہو گئیں ۔۔۔ اس طرح تو حساب غلط ہو جاتا ہے" ۔۔۔ عمران کے لہجے میں گہرا اطمینان تھا۔

موشے چونک کر گھڑی کو دیکھنے لگا۔ اس کے خیال کے مطابق اب تک دھماکے شروع ہو جانے چاہئیں تھے۔ لیکن دوسرے لمحے وہ یہ دیکھ کر ٹھٹھک گیا کہ گھڑی پر وائرلیس بم کے پھٹنے کا کوئی کاشن موجود نہ تھا۔ جب کہ آپریٹ ہوتے ہی بارہ کے ہندسے کے نیچے سرخ نقطہ چمک پڑنا چاہیئے تھا۔

"اس گھڑی سے میں نے ٹرانسمیٹر نکال لیا ہے مسٹر موشے! ۔۔۔ اب یہ صرف گھڑی ہی ہے صرف گھڑی ۔۔۔ وقت دیکھنے کی چیز" ۔۔۔ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور موشے کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر ایٹم بم آن گرا ہو۔

"کک ۔۔۔ کک کیا مطلب ۔۔۔ ؟ کیا تمہیں گیس وائرلیس بم کا پتہ لگ گیا تھا" ۔۔۔ ؟ موشے نے اچھلتے ہوئے کہا۔

"اوہ ! ۔۔۔ اچھا تو تم نے مین جوڑ کھول کر اس میں گیس اور وائرلیس بم فٹ کیا تھا ۔۔۔ بہت بہت شکریہ! ۔۔۔ بس یہی معلوم کرنا تھا" ۔۔۔ عمران

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

موشے حیرت سے بُت بنا اُسے دیکھتا رہا۔

"بس یہی پوچھنا تھا ـــــ یہ تو ہمیں معلوم ہو گیا تھا کہ تم نے آدمی بلوا کر پائپ لائنز کا مین جوڑ کھلوا کر بند کیا تھا ـــــ لیکن یہ پتہ نہ چل رہا تھا کہ تم نے وہاں کیا کیا ہے ـــــ کیونکہ تیل چل رہا ہے اس لئے مین جوڑ کو اب فوری طور پر کھولا نہ جا سکتا تھا ـــــ تمہاری ٹرانسمیٹر گھڑی تو میں نے چیک کر لی تھی اور مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ اس پر ڈبل فریکوئنسی سیٹ ہے ـــــ یہ فریکوئنسی عام طور پر وائرلیس کے لئے استعمال کی جاتی ہے اس لئے میں نے گھڑی کھول کر ٹرانسمیٹر ہی نکال کر اُسے بیکار کر دیا تھا۔ اور اسی لئے میں نے تمہارے ہوش میں آنے سے پہلے گھڑی دوبارہ تمہاری کلائی پر باندھ دی تھی ـــــ اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ تمہارے جیسے آدمیوں پر تشدد بھی بے کار رہتا ہے ـــــ اس لئے میں نے تمہیں کھول دیا تاکہ تم اپنے طور پر گھڑی سے جو فائدہ اٹھانا چاہو ـــــ اٹھانے کی کوشش کرو۔ اور ناکامی کی صورت میں تم خود ہی اصل بات اُگل دو گے" ـــــ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں اُسے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"تم ـــ تم انسان نہیں ہو ـــ شیطان ہو شیطان" ـــ موشے نے لاشعوری انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس نے ایک بار پھر اچھل کر دروازے کی طرف بھاگنے کی کوشش کی ـــــ لیکن عمران نے بڑے اطمینان سے لات آگے کر دی اور موشے منہ کے بل فرش پر گرا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا، عمران کی لات بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئی۔ اور موشے کی کنپٹی پر پوری قوت سے ضربیں لگانا شروع کر دیں۔

موشے نے تڑپ کر کروٹ بدلنی چاہی مگر عمران نے پلک جھپکنے میں دوسری ضرب لگا دی اور پھر اس نے موشے کو مڑنے کا بھی موقع نہ دیا۔ اس کی ٹانگیں مشین کے سے انداز میں حرکت کر رہی تھیں اور موشے کے حلق سے نکلنے والی چیخوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ آہستہ آہستہ ختم ہوتا چلا گیا اور چند لمحوں بعد وہ فرش پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ عمران نے جھک کر اس کی کلائی پکڑی اور اس کی نبض چیک کرنے لگا۔ اور جب اُسے اطمینان ہو گیا کہ موشے طویل عرصے کے لئے بیہوش ہو چکا ہے تو اس نے بازو چھوڑ دیا۔

"معلوم کریں ـــ تیل رُک گیا ہے کہ نہیں ـــــ تاکہ جوڑ کھلوا کر بم باہر نکال لئے جائیں" ـــــ عمران نے مینجنگ ڈائریکٹر سے مخاطب ہو کر بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"جج ـــ جی ہاں سر! ـــ میں ابھی معلوم کرتا ہوں ـــ میں نے آرڈرز تو دے دیئے تھے سر" ـــ مینجنگ ڈائریکٹر نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ وہ شاید عمران سے ذہنی طور پر بے حد مرعوب ہو چکا تھا۔ اور ہونا بھی چاہیئے تھا۔ کیونکہ یہ عمران ہی تھا جس نے اتنی خوفناک سازش کے اتنے اطمینان سے بخیئے اُدھیڑ کر رکھ دیئے تھے اور پھر مینجنگ ڈائریکٹر اسی طرح بوکھلائے ہوئے انداز میں دروازے کی طرف بھاگتا چلا گیا۔

عمران کے لبوں پر آسودہ سی مسکراہٹ تھی۔ اطمینان اور آسودگی کی گہری مسکراہٹ۔

ختم شد

عمران سیریز میں ایک اور یادگار ناول

جولیا فائٹ گروپ

مصنف :- مظہر کلیم ایم اے

• جولیا نے سیکرٹ سروس سے استعفیٰ دے دیا ____ کیوں ____؟

• جولیا کی سرکردگی میں سیکرٹ سروس کے تمام ممبران پر مشتمل نئی تنظیم جولیا فائٹ گروپ وجود میں آگئی۔ کیا سب ممبران نے جولیا کی ہمدردی میں سیکرٹ سروس سے بغاوت کر دی؟

• جولیا فائٹ گروپ اپنے پہلے مشن پر ترکی کی خوفناک اور ظالم تنظیم "راؤنڈ ہیڈ" سے ٹکرا گئی۔

• "راؤنڈ ہیڈز" ____ جو ظلم اور دہشت گردی میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ اور جنہیں ترکی حکومت کی سرپرستی حاصل تھی۔

• جولیا فائٹ گروپ اور راؤنڈ ہیڈز کے درمیان خوفناک اور لرزا دینے والے مقابلے

• عمران، جوزف اور جوانا کو لیکر جولیا فائٹ گروپ میں شامل ہو گیا۔ کیوں۔؟

• جولیا فائٹ گروپ دن دہاڑے راؤنڈ ہیڈ کے ہیڈ کوارٹر پر چڑھ دوڑا۔ اور خوفناک اور اعصاب پر لرزا طاری کر دینے والے مقابلے کا آغاز۔

• راؤنڈ ہیڈز تنظیم کے سربراہ آقا جمشید اور جوانا کے درمیان انتہائی خوفناک مقابلہ ____ دونوں اپنی جگہ پہاڑ تھے ____ جوانا کو دانتوں پسینہ آگیا ____ نتیجہ کیا نکلا۔؟

خوفناک اور اعصاب کو لرزا دینے والے تیز ترین ایکشن سے بھرپور

یوسف برادرز پبلشرز بکسیلرز پاک گیٹ ملتان ۵